فتاویٰ نوریہ
فقیہ اعظم ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی قدس سرہ العزیز
شعبہ تصنیف و تالیف دار العلوم حنفیہ فریدیہ
بصیر پور، ضلع اوکاڑہ

دین کے اندر پیوند کاری کرنے والوں کے پیش پیش۔ ابوداؤد صادق ص ۳۹۶

رضائے مصطفیٰ رسالہ والے کا غلط فتوی کی تردید ص ۱۵۰

سعودی عرب کیلنڈر نہیں چاند دیکھا جاتا ہے۔

پاکستانی ریڈیو کے اعلان پر لندن میں روزہ و عید صحیح ہے ص ۵۷۶

وجد میں تالیاں بجانا یا ہو۔ ایسی محافل غنیمت ہیں ص ۵۷۸

منکر خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے [illegible] جائز نہیں ہے ص ۱۹۵

ایسی محافل قدسیہ غنیمت ہیں ص ۵۷۷

فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ص ۳۹۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ

الله نور السموات والارض

يَسْتَفْتُوْنَكَ ط
قُلِ اللّٰهُ
يُفْتِيْكُمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین

فتاویٰ نوریہ

جلد پنجم۔ششم

تصنیف

شیخ الحدیث فقیہ اعظم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب النعیمی القادری علیہ الرحمۃ

بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

ترتیب وتدوین

استاذ الفقہ والحدیث حضرت مولانا علامہ الحاج محمد محب اللہ صاحب نوری مدظلہ

مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

ناشر

شعبہ تصنیف وتالیف دارالعلوم حنفیہ فریدیہ

بصیر پور، ضلع اوکاڑا

کتاب	----------	فتاویٰ نوریہ (جلد پنجم، ششم)
تصنیف	----------	حجۃ الاسلام فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ
ترتیب	----------	(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری
اشاعت اول	----------	جولائی ۱۹۹۰ء / ذوالحجۃ المبارکہ ۱۴۱۰ھ
اشاعت دوم	----------	نومبر ۱۹۹۳ء / جمادی الاخریٰ ۱۴۱۴ھ
اشاعت سوم	----------	جنوری ۲۰۰۳ / شوال المکرم ۱۴۲۳ھ
ناشر	----------	شعبۂ تصنیف و تالیف دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف (اوکاڑا)
قیمت	----------	۳۰۰ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منعمِ حقیقی کا بے حد و حساب شکر ہے کہ اس کے بے پایاں لطف و کرم نے اس احقر کی دستگیری فرمائی کہ آج فتاوٰے نوریہ کی تدوین و اشاعت کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔

فتاوٰے نوریہ، حجۃ الاسلام سیّدی فقیہِ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی قدس سرہٗ العزیز کے بعض ان فتاوٰے کا مجموعہ ہے جو آپ وقتاً فوقتاً ملک و بیرونِ ملک سے آمدہ استفتاءات کے جواب میں تحریر فرماتے رہے، آپ نے فتوٰی نویسی کا کام قریباً پچاس (۵۰) برس تک کیا۔

درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے انتظام و انصرام کی طرح فتوٰے نویسی کے عوض بھی کبھی ایک پائی تک وصول نہ کی اور یہ تمام دینی امور محض رضائے الٰہی کی خاطر انجام دیتے۔ اصلاً آپ کا شعبہ درس و تدریس تھا، فارغ اوقات میں فتوٰے نویسی کا کام کرتے، بعض دفعہ ناقل کی عدم موجودگی فتووں کی نقول محفوظ رکھنے میں آڑے آتی جبکہ بعض اوقات سائل کی عجلت کے باعث نقل کرنے کا موقع میسر آتا لہٰذا آپ کے تحریر کردہ تمام تر فتاوٰی محفوظ نہ رکھے جاسکے —— بہرحال بعض فتوے کتابوں میں درج ہوتے رہے اس طرح آپ کے وصال (۱۹۸۳ء) تک "فتاوٰی نوریہ" کے قلمی نسخہ کی جہازی سائز کی پانچ جلدیں تیار ہو گئیں —— اِس عظیم فقہی ذخیرے سے استفادہ اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک اسے فقہی ابواب کے مطابق مرتب و مدوّن کر کے منظرِ عام پر نہ لایا جاتا —— خداوند

تعالیٰ جل وعلا کروڑوں رحمتیں نچھاور کرے برادرِ گرامی استاذالعلماء شیخ الفقہ والحدیث علامہ ابوالفضل محمد نصراللہ نوری علیہ الرحمہ کی رُوح مقدس پر جنہوں نے آج سے ۱۹ برس قبل (۱۹۷۱ء میں) اس اہم کام کی طرف توجہ فرمائی اور اس وقت تک کے جمع شدہ فتاویٰ کی ترتیب وتدوین کا آغاز کیا جس کے نتیجہ میں فتاویٰ نوریہ کی پہلی جلد ۱۹۷۴ء میں اور دوسری جلد ۱۹۷۷ء میں اشاعت پذیر ہوئی، تیسری جلد کی تدوین کا کام ابھی ابتدائی مرحلے میں تھا کہ مالکِ حقیقی نے آپکو اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیا اللھم ارفع درجتہ فی اعلیٰ علیین۔

استاذِ محترم برادرِ شفیق حضرت علامہ ابوالفضل علیہ الرحمہ کے سانحۂ ارتحال کے بعد جو بہت سی ذمہ داریاں اس احقر کے ناتواں کندھوں پر ڈال دی گئی تھیں ان کا تقاضا اور محسنین ومحبین کا اصرار تھا کہ فتاویٰ کے کام کو اسی نہج پر آگے بڑھایا جائے مگر ایک عرصہ دراز تک جرأت وہمت نہ ہوئی دیگر عوائق ومشکلات کے علاوہ ایک بڑی وجہ احقر کی علمی بے مائیگی اور تہی دامنی بھی تھی، اس عظیم تحقیقی کام کے لئے جن علمی صلاحیتوں کی ضرورت تھی وہ احقر میں ناپید تھیں لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا کہ حضرت ابوالفضل علیہ الرحمہ کے مشن کو آگے بڑھانا، ان کی روح کی آسودگی کا سبب اور راقم آثم کی مغفرت کا باعث تھا لہٰذا توکلاً علی اللہ سیّدی فقیہِ اعظم کی دعاؤں سے اگست ۷۹ء میں اس کٹھن کام کا بیڑا اٹھا لیا۔ مارچ ۸۰ء میں تیسری جلد کی تدوین وتبویب مکمل ہوئی اور فروری ۸۱ء میں کتابت بھی پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی مگر بوجوہ طباعت کا کام معرضِ التوا میں رہا، آخر اپریل ۱۹۸۳ء میں سیّدی کے وصال پُرملال کے پانچ ماہ بعد (ستمبر ۱۹۸۳ء) میں یہ جلد اشاعت پذیر ہوئی جبکہ چوتھی جلد جنوری ۱۹۹۰ء میں طبع ہوئی۔ ان چار جلدوں میں یہ ابواب آگئے ہیں:۔

(پہلی جلد میں) وقف، طہارت، نماز۔ (دوسری جلد میں) زکوٰۃ، عشر، روزہ، رویتِ ہلال، اعتکاف، حج، رضاعت، نکاح۔ (تیسری جلد میں) طلاق، ظہار، ذبح اور حلال وحرام

جانور، قربانی، عقیقہ، تعزیر اور حظر و اباحت۔ (چوتھی جلد میں) بیوع، سود، رہن، دعویٰ، ثبوتِ نسب، حق پرورش، وصیت اور فرائض (احکامِ میراث) وغیرہ۔

للہ الحمد والمنۃ فتاوٰی نوریہ کی آخری دو جلدیں (پنجم، ششم) بھی آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہیں ——— جلد پنجم عقائد، تفسیر، حدیث سے متعلق ابواب پر مشتمل ہے جبکہ ششم کی حیثیت پہلی جلدوں کے ضمیمہ کی ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا فتاوٰے کی پہلی دو جلدیں بالترتیب ۱۹۷۴ء اور ۱۹۷۷ء میں چھپیں، صاف ظاہر ہے کہ ان کے ابواب سے متعلقہ استفسارات بعد میں بھی آتے رہے اسی طرح کچھ فتوے پہلی جلدوں میں چھپنے سے رہ گئے یا قلمی نسخہ میں درج نہ تھے بلکہ کاغذات میں سے مسودات کی شکل میں دستیاب ہوئے ایسے تمام فتوے چھٹی جلد میں شامل کر دیئے گئے ہیں ——— ترتیب کا ایک اسلوب یہ بھی تھا کہ مسائل کی مناسبت سے ہر جلد کے ساتھ ضمیمہ لگا دیا جاتا مگر اس طرح جن حضرات کے پاس پہلی جلدیں موجود ہیں وہ ان فتاوٰی سے محروم رہ جاتے یا نئے ایڈیشنوں کی خریداری کا بار اُن پر پڑتا لہٰذا قارئین کی سہولت کے پیشِ نظر ان فتاوٰے کو ایک الگ جلد میں مرتب کرنا مناسب سمجھا۔

یہ جلد (ششم) طہارت، مساجد، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، نکاح، طلاق، حظر و اباحت اور متفرقات پر مشتمل ہے، ان ابواب کے تفصیلی مسائل کے لئے پہلی جلدوں کا مطالعہ کیا جائے۔

مجموعی طور پر پیشِ نظر جلد (پنجم، ششم) میں ۱۱۲ فتاوٰی موجود ہیں جن میں درج ذیل رسائل بھی شامل ہیں:۔

۱۔ مسئلہ سایہ ۲۔ انارۃ استمرار الکفار فی اضرار النار ۳۔ حدیث الحبیب ۴۔ قضائے سنتِ فجر

پہلی جلدوں کی طرح اس جلد کے استفسارات بھی جوں کے توں رکھے گئے ہیں تاکہ سوال کی حقیقی روح سمجھنے میں آسانی رہے اور سائلین کی ذہنی و معاشرتی سطح کا صحیح ادراک ہو سکے۔

قارئین کی سہولت کے پیشِ نظر جلد پنجم اور ششم کی علیحدہ علیحدہ مفصل فہرست ہر جلد کے آغاز میں

دی جارہی ہے جبکہ کتاب کے آخر میں قرآنی آیات اور ماخذ و مراجع کی فہرستیں بھی لگادی گئی ہیں
اکثر و بیشتر ماخذ میں مطبع، مقام و سنِ طباعت، مصنف و مؤلف اور سنِ وصال کی تفصیل موجود ہے۔

احقر کو اپنی بے بضاعتی کا کامل احساس ہے میں سمجھتا ہوں کہ ان فتاویٰ کی ترتیب و تدوین اور
تحقیق و تعلیق میں غلطیاں رہ گئی ہونگی جنہیں سراسر احقر کے تساہل پر محمول کیا جائے۔ مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی
عار نہیں کہ اگر برادرِ گرامی حضرت علامہ ابو الفضل رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی دو جلدوں کی تدوین کی صورت میں راہنمائی
نہ کی ہوتی تو میرے لئے یہ کام نہایت مشکل ہوتا، احقر نے تدوین، تبویب اور اشاعت کے سلسلے میں اپنے
برادرِ گرامی ہی کے خاکوں میں رنگ بھرنے کی کوشش کی ہے ظاہر ہے میرے رنگوں میں ویسی چمک دمک اور آب و تاب
نہ ہوگی تاہم جو کچھ ہو سکا پیشِ خدمت ہے ——— زیرِ نظر جلد کی اشاعت میں جن حضرات نے معاونت
فرمائی ہے ان کا تہِ دل سے ممنون ہوں۔

حضرت مفتی محمد اجمل نوری نے مسودہ کی کتابت سے پہلے اور بعد میں تصحیح فرمائی ——— عزیزم مولانا محمد لطف اللہ
اشرفی نے حوالہ جات کی اصل مراجع سے مطابقت، آیات اور ماخذ و مراجع کی فہرست اور پروف ریڈنگ کا کام
بڑی جانفشانی سے انجام دیا۔ مولانا حافظ محمد عرفان اللہ اشرفی اور مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری نے بھی پروف ریڈنگ میں
مدد دی۔ مولانا شاہ محمد چشتی قصوری نے پہلے حصص کی طرح اب کے بھی بڑی خوش اسلوبی سے خطاطی کی، مولانا عزیز احمد
نوری خطیب قصور نے کتابت کے لئے کاتب صاحب کو مستعد رکھا۔ پروفیسر خلیل احمد نوری (فیصل آباد) نے جلد ششم کی
کی فہرست کی کتابت اور کاپی پیسٹنگ کی مشقت اٹھائی۔ مولانا اشرف قادری (لاہور) نے صاحبِ فتاویٰ کی حیاتِ مبارکہ
پر قلم اٹھایا۔ محترم راجا رشید محمود مدیر "نعت" نے منظوم تأثرات کا اظہار کیا۔ حضرت قمر یزدانی نے مادہ ہائے تاریخ سے
مرصع نظم رقم کی۔ عزیزی مولانا محمد فضل المصطفےٰ نوری نے جملہ طباعتی امور بڑی محنت اور دلچسپی سے انجام دیئے جبکہ مولانا تابش قصوری
نے مفید مشوروں سے حوصلہ افزائی کی ——— فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کے فتاویٰ کا جو ذخیرہ میسر آیا، بحمد اللہ تعالیٰ چھ جلدوں میں مدوّن ہو کر

منظرِ عام پر آگیا۔ اگر مزید فتاویٰ دستیاب ہوسکے تو وہ بھی شائع کردیئے جائیں گے ـــــ آپ کی دیگر تحقیقات کو بھی منظرِ عام پر لانے کی سعی کی جائیگی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ رب العزت جل و علا اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصدق سے صاحبِ فتاویٰ نوریہ سیّدی فقیہِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے اور تشنگانِ علم و فکر کو ان کے علمی فیضان سے مستفیض ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

محمد محب اللہ نوری
مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

در فقاہت وجودِ نوراللہ

اہلِ دیں را دلیل محکم بود

زاں سبب در افاضلِ امت

لَقبِ او فقیہِ اعظم بود

(حافظ محمد افضل فقیر)

مشمولات

فہرست مسائل فتاوٰی نوریہ

جلد پنجم

فتاوٰی خیریہ

۲۰

مسئلہ نمبر	مضامین	صفحہ

قرآن کریم

۲۳

مسئلہ نمبر	مضامین	صفحہ

فتاویٰ

۲۸

کتاب التفسیر

فتاویٰ

۳۹

فتاویٰ

۴۰

فتاویٰ

۴۲

فتاویٰ

مسئلہ نمبر	مضامین	صفحہ

فوائدِ متفرقہ

اجمالی فہرست فتاویٰ نوریّہ جلد ششم

تفصیلی فہرست جلد ششم کے آغاز میں (صفحہ ۲۸۹ پر) ملاحظہ فرمائیں

حیاتِ فقیہِ اعظم

عمرہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات

تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

تحریر: علامہ عبدالحکیم شرف قادری

یکتائے روزگار

فقیہِ اعظم حضرت علامہ مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی بصیرپوری قدس سرہ العزیز اپنے دور کی نادرِ روزگار شخصیت تھے۔ علم و فضل، تقوٰے و طہارت، تنظیم و سیاست اور ہمت و استقامت میں یکتائے روزگار تھے، جلالتِ علمی اور عظیم دینی خدمات کے باوجود تواضع اور خوش اخلاقی کا پیکر تھے، اپنے استاذِ محترم مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت ابوالبرکات سیّد احمد قادری قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ادب و احترام اور انکسار کا مجسمہ دکھائی دیتے اور دیکھنے والا آپ کی عظمت کا اعتراف کئے بغیر نہ رہتا۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ علمی مرکز سے دور، بصیرپور ایسے دیہاتی اور غیر علمی ماحول میں رہ کر علمِ دین اور حبِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شمع فروزاں کی جس کی ضیاء باری نے صرف پاکستان ہی کا گوشہ گوشہ منور نہیں کیا بلکہ اس کی شعاعیں دوسرے ممالک تک پہنچیں، وقت کے جلیل القدر علماء علمی مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے اور فیض یاب ہوتے۔ ہزاروں طلباء اور علماء نے آپ کی بارگاہ سے علومِ دینیہ کا فیض حاصل کیا۔

آپ کے دارالعلوم کا امتیازی وصف یہ تھا کہ یہاں طلباء کو صرف نصابی کتب نہیں پڑھائی جاتی تھیں بلکہ انہیں اعمالِ صالحہ اور اخلاص و تقوٰے کا پیکر بھی

بنایا جاتا تھا۔

حضرتِ فقیہِ اعظم یوں تو تفسیر و حدیث اور دیگر تمام مروجہ علوم دینیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے لیکن فقہ میں آپ کو تخصص کا درجہ حاصل تھا اسی لئے آپ کے ہمعصر اور اکابر علماء نے آپ کو "فقیہِ اعظم" تسلیم کیا، چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل آپ کے فتاوی کے مطالعہ سے آپ کی وسعتِ نظر، عمیق مشاہدہ، قوتِ استدلال اور جدّتِ فکر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

خالص علمی و دینی ماحول اور دیہات کی سادہ وضع میں زندگی بسر کرنے کے باوجود ان کی فکر میں بڑی جدت تھی۔ انہوں نے عہدِ حاضر کے مسائلِ جدیدہ کا مجتہدانہ انداز میں حل پیش کیا۔ دینی مسائل میں جہاں اجتہاد کی گنجائش ہو تحقیق اور ریسرچ جاری رہنی چاہیئے ورنہ جمود اور تعطل فکری صلاحیتوں کو زنگ آلود کر کے رکھ دے گا اور نئی نسل دین سے دور ہوتی چلی جائے گی۔ نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال، ایلوپیتھی اور ہومیوپیتھی دواؤں کا حکم، جاں بلب مریضوں کے لئے عطیہ خون، لڑکیوں کو لکھائی کی تعلیم دینا، ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز، روزے کی حالت میں انجکشن، بلغاریہ اور ڈنمارک وغیرہ میں نماز، روزے اور دیگر تقریبات کے اوقات کا تعین، جہاں سال میں بعض راتیں صرف ڈیڑھ دو گھنٹے کی ہوتی ہیں، حج کے لئے تصویر کا جواز وغیرہ مسائل کا حضرتِ فقیہِ اعظم نے فقیہانہ بصیرت سے حل پیش ہے، تمام تر فکری جدّت کے باوجود کیا مجال ہے کہ کہیں تکبر اور عجب کا اظہار ہو یا بزرگوں کی تخفیف کا کوئی پہلو نکلتا ہو، دورِ جدید کے محققین کے لئے یہ طرزِ عمل مشعلِ راہ ہونا چاہیئے۔

حضرتِ فقیہِ اعظم رحمہ اللہ تعالے فرماتے ہیں :۔

"کیا تازہ حوادثات و نوازل کے متعلق احکامِ شرعی موجود نہیں کہ ہم

بالکل صمٌّ بکمٌ بن جائیں اور عملاً اغیار کے ان کافرانہ مزعومات کی تصدیق کریں کہ معاذ اللہ! اسلام ایک فرسودہ مذہب ہے، اِس میں روزمرہ ضروریات زندگی کے جدید ترین ہزار ہا تقاضوں کا کوئی حل نہیں، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ کسی ناجائز اور غلط چیز کو اپنے مفاد و منشا سے جائز و مباح کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں مگر شرعاً اجازت ہو تو عدمِ جواز کی رَٹ لگانا بھی جائز نہیں غرضیکہ ضد اور نفس پرستی سے بچنا نہایت ضروری ہے، کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ذمہ دار علماء کرام محض اللہ کے لئے نفسانیت سے بلند و بالا، سر جوڑ کر بیٹھیں اور ایسے جزئیات کے فیصلے کریں، مگر بظاہر یہ توقع تمنا کی حدود طے نہیں کر سکتی، یہی انتشار آزاد خیالی کا باعث بن رہا ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون [1]

فقیہِ اعظم حضرت مولانا محمد نور اللہ نعیمی ابن مولانا محمد صدیق ابن مولانا احمد الدین ابن سلطان التارکین مولانا محمد ابراہیم ۱۶ رجب، ۱۰ رجون ۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء کو پاکپتن شریف کے پاس واقع گاؤں سوجے کی میں پیدا ہوئے۔ کئی پشتوں سے آپ کے خاندان میں اصحابِ علم و فضل اور اربابِ زہد و تقویٰ چلے آرہے تھے، آپ نے قرآن مجید اور فارسی نصاب کی تعلیم والدِ ماجد اور جدِ امجد سے حاصل کی۔ اس کے علاوہ درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں بھی گھر میں پڑھیں۔ سوجے کی سے چھ سات میل کے فاصلے پر مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ رہتے تھے، ان سے کافیہ کے چند اسباق پڑھے،

---

[1] محمد نور اللہ نعیمی، فقیہِ اعظم مولانا : فتاوٰے نوریہ ج ۳ ص ۴۷۰۔

بعدازاں جب بھی ملاقات ہوتی ان کا پورا پورا ادب واحترام ملحوظ رکھتے[۱]

دیگر علوم وفنون کی تحصیل کے لئے ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۷ء میں محدثِ بہاول نگری حضرت مولانا فتح محمد رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء) کی خدمت میں گھمنڈ پور، پیپل خلصانہ ریاست بہاول پور حاضر ہوئے۔ دیگر فنون کے علاوہ معقولات کی اکثر کتابیں ان سے پڑھیں؛ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا فتح محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تدریس میں جو لطف ہوتا تھا وہ کہیں نہ دیکھا اور مجھے پڑھانے کا بہترین طریقہ بھی انہی سے حاصل ہوا۔ درسِ نظامی کی تحصیل کے ساتھ ہی علمِ طب کی تکمیل کی، دورۂ حدیث کے لئے امام المحدثین حضرت مولانا ابو محمد محمد دیدار علی شاہ الوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت مرکزی دار العلوم حزب الاحناف، لاہور میں حاضر ہوتے، دورانِ سبق اہم علمی اور معقول سوالات پیش کرتے جن کا جواب محدثِ الوری بڑے اطمینان سے دیتے، ایک مرتبہ کچھ ساتھیوں نے کہا کہ آپ زیادہ سوالات نہ کیا کریں، اس طرح وقت ضائع ہوتا ہے اور سبق کم ہوتا ہے، حضرت محدثِ الوری نے انہیں سختی سے تنبیہ کی اور فرمایا:

"اس سال دورۂ حدیث نہایت ہی احسن طریقہ پر ہو رہا ہے اور تم جو کچھ سمجھ رہے ہو، ان کی بدولت سمجھ رہے ہو۔"

حدیث کی تمام کتابیں امامِ اہلِ سنت محدثِ الوری قدس سرہ سے پڑھیں؛ ترمذی شریف کے کچھ اسباق مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھے اور ۹ شعبان، ۲۳ نومبر ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء کو سندِ فراغت

---

[۱] محمد باقر ضیاء النوری، مولانا علامہ: انوارِ حیات (دار العلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور) ص ۱۵-۱۱

اور دستارِ فضیلت سے مشرف ہوئے [1]

اپنے والدِ گرامی اور مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری قدس سرہ کے مشورے کے مطابق سلسلۂ عالیہ قادریہ میں صدرالافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ بیعت کے بعد صدرالافاضل نے فرمایا :

"مولانا ! آپ کا وظیفہ درس وتدریس ہے"

چنانچہ حضرتِ فقیہِ اعظم تمام زندگی اس وظیفہ پر عمل پیرا رہے۔ رمضان المبارک (۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء) کی تعطیلات میں مرادآباد حاضر ہوئے، حضرت صدرالافاضل نے سلوک کی منازل طے کرائیں، مختلف اشغال و اعمال اور اوراد و وظائف کی اجازت عطا فرمائی سلسلۂ قادریہ مکیہ کے علاوہ دیگر سلاسل میں بھی اجازت وخلافت مرحمت فرمائی اور سلاسلِ حدیث کی سندیں عطا فرمائیں [2]

حضرتِ فقیہِ اعظم قدس سرہ نے فارغ التحصیل ہوتے ہی درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور عمر شریف کے آخری دنوں تک پورے پچاس سال کمال استقامت کے ساتھ جاری رکھا۔ ابتداءً کچھ عرصہ مدرسہ مفتاح العلوم میں استاذِ گرامی حضرت مولانا فتح محمد محدث بہاولنگری کے پاس رہے پھر ضلع ساہیوال کے مختلف مدارس میں پڑھاتے رہے۔ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء میں فریدپور تحصیل دیپالپور میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کی بنیاد رکھی جہاں طالبانِ علومِ دینیہ کشاں کشاں حاضر ہونے لگے۔ طلبا کی بڑھتی ہوئی

---

[1] محمد باقر ضیاء النوری، مولانا : انوارِ حیات ص ۲۹-۳۳

[2] محمد محب اللہ نوری، مولانا ، فقیہِ اعظم دیباچہ فتاویٰ نوریہ ج۲ ص ۳۵

تعداد ایک عظیم اور وسیع ادارے کی متقاضی تھی جس کے لئے اس جگہ کا جاگیردارانہ ماحول مانع تھا چنانچہ ۱۳۴۶ھ/۱۹۴۵ء میں بصیر پور تشریف لاتے اور دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ وہ جگہ جو قزاقوں کی آماجگاہ تھی آج وہاں علوم دینیہ کی عظیم الشان یونیورسٹی بن چکی ہے [1]

بلا شبہ حضرتِ فقیہ اعظم کی یہ بہت بڑی کرامت ہے کہ جنگل میں قیام کیا اور اسے دین اور علومِ دینیہ کا عظیم الشان گلشن بنا دیا جہاں سے ہزاروں حفاظ، علماء اور دینِ اسلام کے مبلغ اور مدرس تیار ہوتے [2] اس وقت آپ کے فرزندِ ارجمند حضرت مولانا علامہ محمد محب اللہ نوری دام مجدہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور کے مہتمم، شیخ الحدیث اور جانشینِ فقیہ اعظم ہیں جو اپنے عظیم المرتبت والدِ گرامی کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ اتباعِ شریعت وسنت کا حسین پیکر تھے، تہجد کے وقت نہ صرف خود بیدار ہوتے بلکہ جامعہ کے تمام اساتذہ اور تلامذہ کو بھی بیدار کرتے اور سب حضرات خشوع وخضوع کے ساتھ نمازِ تہجد ادا کرتے، اس سے فرائض و واجبات کی پابندی کا اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔

نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والہانہ محبت وعقیدت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جب بھی مدینہ منورہ کا ذکر ہوتا آپ کی آنکھیں وفورِ شوق سے اشکبار ہوجاتیں، مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

"میرا تو بفضلہٖ تعالیٰ یہ عالم ہے کہ بصیر پور میں درسِ اسباق دیتے ہوئے مدینہ عالیہ میں ہی حاضر معلوم ہوتا ہوں، گنبدِ خضرا ہے

---

[1] محمد محب اللہ نوری، مولانا : فقیہ اعظم دیباچہ فتاویٰ نوریہ ج ۲ ص ۳۵

[2] ایضاً : ج ۲ ص ۴۳

پیشِ نظر رہے تو کوئی دوری نہیں، تعلیم بھی نہایت ضروری کہ صوفیٔ بے علم
شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے ورنہ دل یہی چاہتا ہے کہ ہر وقت ہی مدینہ عالیہ
حاضری رہے۔"[1]

۱۹۶۰ء میں پہلی بار حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۷۹ء میں زیارتِ
مدینہ منورہ کے سفر کے موقع پر بغداد شریف، کربلا معلّٰی، نجفِ اشرف، بصرہ، کوفہ،
دمشق اور حلب وغیرہ شہروں میں متعدد انبیاء کرام، صحابہ، اہلِ بیت اور اولیاء کرام
کے مزارات پر حاضری دی۔ مجموعی طور پر بیس مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری سے
مشرف ہوئے۔[2]

حضرت فقیہ اعظم کو درس و تدریس کے ساتھ عشق کی حد تک لگاؤ تھا اس کے
باوجود میدانِ سیاست کے سرنازک موڑ پر پوری بے باکی کے ساتھ قوم کی راہنمائی کی تحریک
پاکستان میں مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کی چنانچہ ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں آپ کے حلقے
سے مسلم لیگ کا امیدوار کامیاب ہوا، مرشدِ گرامی حضرت صدر الافاضل کے مشن کو
پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے دیگر علماء اہلِ سنت و جماعت کے شانہ بشانہ کام کیا،
جہادِ کشمیر میں غازیٔ کشمیر حضرت علامہ ابو الحسنات قادری سے مکمل تعاون کیا، ۱۹۴۸ء
میں انوار العلوم، ملتان میں جمعیت العلماء پاکستان کی تشکیل ہوئی جس میں فقیہ اعظم بھی
شامل تھے، آپ جمعیت کے اساسی ارکان میں سے تھے، جمعیت کی مجلس عاملہ و شوریٰ
کے رکن بھی رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختم نبوت میں پرزور حصہ لیا جس کے نتیجے میں آپ کو ایک

---

[1] محمد محب اللہ نوری، مولانا : دیباچہ فتاوٰی نوریہ ج ۲ ص ۳۸

[2] ایضاً : ص ۴۰

سال قید بامشقت کی سزا سنائی گئی لیکن تین ماہ بعد رہا کر دئے گئے، ۱۹۷۴ء میں سانحۂ ربوہ کی بنا پر دوبارہ تحریکِ ختمِ نبوت شروع ہوئی تو اس میں بھی قابلِ قدر کردار ادا کیا۔

۱۹۷۷ء میں عوام و خواص کے اصرار پر جمعیۃ العلماء پاکستان کی طرف سے قومی اتحاد کے ٹکٹ پر نظامِ مصطفٰے کے نفاذ اور مقامِ مصطفٰے کے تحفظ کی خاطر الیکشن میں حصہ لیا اور کسی خطرے کو خاطر میں لائے بغیر نعرۂ حق بلند کیا، ۲۳ مارچ ۱۹۷۷ء کو گرفتار کر کے آپ کو سنٹرل جیل ساہیوال پہنچا دیا گیا جہاں آپ تحریک کے آخر تک رہے۔ جیل میں بھی آپ نے اپنا مشن جاری رکھا، نہ صرف یہ کہ درسِ قرآن دیتے رہے بلکہ بخاری شریف کا درس بھی جاری رکھا[1]

حضرتِ فقیہِ اعظم کی تصانیفِ متعددہ[2] میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں :-

۱۔ فتاوٰی نوریہ چھ جلدوں پر مشتمل ہے، اس کا مختصر تعارف ابتدائی سطور میں پیش کیا جا چکا ہے۔
۲۔ مکبر الصوت : لاؤڈ سپیکر میں جماعت کرانا جائز ہے۔
۳۔ حدیث الحبیب : حجیتِ حدیث پر ایک اہم کتاب۔
۴۔ فییٔ الزوال : ظہر اور عصر کے اوقات معلوم کرنے کے لئے ایک نادر تحقیق (عربی)
۵۔ نعمائے بخشش : نعتیہ دیوان۔
۶۔ نور القوانین : قواعدِ صرف (پنجابی نظم میں)
۷۔ حرمتِ زاغ : کوّے کی حلت و حرمت کے بارے میں تحقیق۔
۸۔ روزہ اور ٹیکہ وغیرہ۔

---

[1] محمد منشا تابش قصوری، مولانا : ابتدائیہ فتاوٰی نوریہ ج ۱ ص ۳۶-۳۵
[2] آپ کی تصانیف دو درجن سے زائد ہیں۔

اس کے علاوہ بخاری اور مسلم شریف پر حواشی (نوٹس) بھی تحریر کیے [1]

حضرتِ فقیہِ اعظم کو اللہ تعالیٰ نے شعر و سخن کا پاکیزہ ذوق بھی عطا فرمایا تھا، زمانۂ طالب علمی میں پنجابی، اردو، فارسی اور عربی میں مشقِ سخن کرتے رہے، بعد ازاں ہمہ تن تدریس میں مشغول ہو گئے۔ فارسی نعت کا مطلع ہے ؎

کے خدا یا روئے زیبائے ترا بینیم باز
از بہم دو قوس ابروئش تا بینیم باز

عربی نعت کا ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

فِدَاكَ اِخْوَتِيْ اُمِّيْ اَبِيْ اَبْنَائِيْ اَحْبَابِيْ
وِدَادِيْ وُدِّيْ مَرْغُوْبِيْ اَغِثْنِيْ يَارَسُوْلَ اللهِ

حضرت فقیہِ اعظم قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں عطا فرمائیں، صاحبزادگان کے نام یہ ہیں:-

۱۔ مولانا ابو العطاء محمد ظہور اللہ نوری
۲۔ مولانا ابو الفضل صوفی محمد نصر اللہ نوری (متوفی ۱۳ رمضان المبارک، ۱۹ اگست ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء)
۳۔ محمد عبد اللہ ۴۔ محمد اسد اللہ یہ دونوں صاحبزادے کم سنی کے عالم میں وفات پا گئے۔
۵۔ مولانا علامہ محمد محب اللہ نوری زید مجدہٗ مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور [2]

یکم رجب، ۱۵ اپریل ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء جمعہ کے دن ایک بجے میو ہسپتال لاہور میں زہد و تقویٰ اور علم و فضل کے پیکر فقیہِ اعظم مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی قادری رحمہ اللہ

---

[1] محمد منشا تابش قصوری، مولانا : ابتدائیہ فتاویٰ نوریہ ج ۱ ص ۳۶

[2] محمد منشا تابش قصوری، مولانا : اغثنی یا رسول اللہ ص ۱۶

تعالیٰ کا وصال ہوا۔ نمازِ جنازہ میں ڈیڑھ دو لاکھ افراد شریک ہوئے جن میں علماء مشائخ اور حفاظ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ نمازِ جنازہ غزالیٔ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پڑھائی۔ نمازِ جنازہ سے پہلے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"امام الفقہاء سیدی فقیہِ اعظم کے وصال سے پورا ملک یتیم ہو گیا ہے
ہم سب یتیم ہو گئے ———— علم و تقویٰ دفن ہو رہے ہیں"[1]

دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور کے وسیع صحن میں آپ کی آخری آرامگاہ بنائی گئی جس پر عظیم الشان گنبد تعمیر ہو چکا ہے۔

جناب سید رضی شیرازی مدظلہ نے تاریخی قطعہ لکھا

آں فقیہِ بے عدیل و بے مثیل ۔ رفتہ است از گلشنِ عالم چو بو
تیرہ و تاراست دنیائے علوم ۔ نیست در دنیا فقیہے ہمچو او
اے رضیؔ سالِ وصالِ آں فقیہ
"ہاں فقیہِ اعظم مارفت" گو[2]

---

[1] محمد محب اللہ نوری، مولانا علامہ : ابتدائیہ فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۶۳
[2] ایضاً : " " ص ۶۴

فتاویٰ نوریّہ

فَقِيهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطٰنِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ

(ترمذی)

"ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے"

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۔ (النساء: ۱۳۶)

"اے ایمان والو! ایمان رکھو اللہ اور اللہ کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور گمراہ ہوا اور گمراہی میں دور نکل گیا۔"

اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِهٖ وَشَرِّهٖ

(مُسلم)

• اللہ تعالےٰ، اس کے فرشتوں، اس کے صحیفوں، اس کے رسولوں، قیامت اور ہر خیر و شر کے اللہ تعالےٰ کی تقدیر سے وابستہ ہونے پر ایمان لاؤ۔"

کتاب العقائد

ذات وصفاتِ باری تعالیٰ جل وعلا سے متعلق حضرتِ فقیہِ اعظم قدس سرہٗ کا درجِ ذیل مضمون بعنوانِ توحید، کتاب العقائد میں بطورِ تمہید شامل کیا جا رہا ہے۔

الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین ۔

اللہ رب العالمین کو ذات وصفات میں اکیلا جاننا توحید ہے، کس ذاتِ پاک کا نام ہے اللہ؟ دنیا کی ہر چیز اَدلتی بَدلتی رہتی ہے کبھی صبح ہے اور کبھی شام، دن آکر چلا جاتا ہے اور رات چھا جاتی ہے، بچپن کا زمانہ گزرتا ہے تو جوان ہونے کے بعد بڑھاپا گھیر لیتا ہے، ایک وقت درختوں پر پتے نہیں ہوتے تو دوسرے وقت پتے ہی پتے ہوتے ہیں، بادل، بارش، گرج، چمک، اَولے بھی آتے جاتے رہتے ہیں، کبھی ندیوں میں پانی نہیں ہوتا اور کبھی کناروں سے بھی اچھل کر سیلاب بن جاتا ہے، ایک موسم میں گندم کے لہلہاتے کھیت نظر آتے ہیں تو

دوسرے زمانہ میں نام ونشان بھی نہیں رہتا۔

ایک شخص آج بڑی عزت والا ہے تو کل ذلیل اور کوئی ہے کہ آج ذلیل تو کل عزت والا، بادشاہ گدا بنتے رہتے ہیں اور گدائے در بادشاہ ہو جاتے ہیں، غرض کہ دنیا بدلتی رہتی ہے، دنیا کی ہر چیز پیدا ہو کر فنا ہوتی رہتی ہے تو اس کا بدلانے والا اور ہر چیز کو پیدا کر کے فنا کرنے والا کوئی ضرور ہے اس کا نام پاک ہے اللہ، وہی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی فنا ہوگا، وہی سب خوبیوں اور کمالوں والا ہے اور ہر عیب اور نقصان سے پاک ہے، اس کی تمام صفتیں (خوبیاں) ذاتی ہیں یعنی کسی نے اس کو یہ صفتیں نہیں دیں بلکہ وہ اپنے آپ ہی ان صفتوں والا ہے، وہ خود بخود ہی ہر چھپی اور ظاہر چیز کو جانتا ہے، دلوں میں مخفی راز بھی اس پر پوشیدہ نہیں، وہی دیکھنے والا، سننے والا اور کلام فرمانے والا ہے، اس کا دیکھنا، سننا، کلام کرنا ہماری طرح آنکھ، کان، زبان سے نہیں، وہ بے مثل ہے، اس جیسا کوئی بھی نہیں، وہ جو چاہے کر سکتا ہے کوئی اسے روک نہیں سکتا ہے، ہمیشہ ہمیشہ زندہ ہے، موت، اونگھ، نیند اور غفلت سے پاک ہے، اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا، جو کرتا ہے ٹھیک کرتا ہے کسی کام میں ہمیں فائدہ نظر نہ آئے تو یہ ہماری جہالت ہے، وہ ظلم سے پاک ہے سچا ہے، اور جھوٹ سے پاک ہے، وہ بڑا ہی مہربان ہے، ہماری خوراک کے لئے قسم قسم کے غلے اور دودھ گوشت پیدا فرمائے اور ہمارے لئے رنگ برنگے میوے اور سواریاں بنائیں، ہماری دنیاوی زندگی کے لئے جو جو چیزیں ضروری ہیں وہ بڑے سلیقہ اور ترتیب سے موجود کر دی ہیں اور دینی زندگی کے لئے آسمانی کتابیں اتاریں، نبی اور پیغمبر بھیجے، سب سے پیچھے قرآن کریم اتارا اور دل و دماغ دیئے، اپنے حبیب پاک محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا کہ اس کی معرفت (جان پہچان) حاصل کریں، آنکھ اور کان دیئے کہ دیکھ سن کر سیدھے راہ پہ چل سکیں، زبان دی کہ ضرورت پڑے تو دیندار علم والوں سے پوچھ سکیں اور جب خود سمجھ دار

ہو جائیں تو اپنے دوسرے انجان بھائیوں کو سمجھا سکیں اور یہ اس کا بڑا ہی فضل و کرم ہے کہ اگرچہ ہم غلطی اور بے سمجھی سے عمر بھر گناہ ہی گناہ کرتے رہیں مگر جب بھی سچے دل سے توبہ کریں اور معافی مانگیں تو وہ معاف فرما دیتا ہے بلکہ اپنا پیارا بنا لیتا ہے۔

ہمارا فرض ہے کہ اس بڑے مہربان اور پیارے رب کی بندگی کریں، دِل اس کی محبت اور پیار سے پُر ہو، زبان پر ذکر اور ثنا ہو، آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں اس کی مرضی کے خلاف نہ ہلائیں۔ نمازیں پڑھیں اور روزے رکھیں، زکوٰۃ دیں اور حج کریں اور پورے پورے فرمانبردار بندے بن جائیں اور ہر وقت ڈرتے رہیں اور اس کے فضل کے امیدوار بھی رہیں اور دعا کرتے رہیں کہ وہ ہم پر راضی رہے اور ایمان پر خاتمہ کرے۔

والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ محمد خاتم النبیین وآلہ واصحٰبہ اجمعین۔

مسئلہ سایہ

تعارف

ہمارے آقا و مولیٰ سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور نورٌ علیٰ نور ہیں اللہ تعالیٰ جل وعلا نے آپ کو ہر نقص اور ہر عیب سے محفوظ و مصئون پیدا فرمایا، اس نے اپنے محبوب کو ایسا بے مثل بنایا کہ مثلیت کا شائبہ ہی باقی نہ رکھا، یہاں تک کہ آپ کا سایہ بھی نہ بنایا۔

اس (جل جلالہ) نے اپنے پیارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بڑی عزت، عظمت اور رفعت عطا فرمائی ہے اس لئے آپ کا سایہ ہی پیدا نہ فرمایا کہ زمین پر پڑنے سے بے ادبی نہ ہو جاتے۔

زیرِ نظر کتابچے میں اسی بے سایہ و سائبانِ عالم آقا علیہ التحیۃ والثناء کی نورانیت اور آپ کا سایہ نہ ہونے پر دلائل و براہین کی روشنی میں پُر مغز گفتگو کی گئی ہے۔

سیدی فقیہِ اعظم قدس سرہ العزیز نے ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء میں یہ رسالہ ایک استفتاء کے جواب میں تصنیف فرمایا تھا جسے انجمن حزب الرحمٰن بصیر پور نے (غالباً ۱۹۶۳ء میں) شائع کیا، ازاں بعد ۱۹۷۷ء میں مجلہ نور الحبیب بصیر پور کے میلاد نمبر کی زینت بنا۔

اب یہ رسالہ فتاویٰ نوریہ کی کتاب العقائد میں شامل کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ جملہ اہلِ بصیرت کو اس سے مستفیض ہونے اور حبیبِ پاک رؤف و رحیم سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقام سمجھنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین۔

(مرتب)

رسالہ مسئلہ سایہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے نفی سایہ کی کونسی دلیل ہے؟

السائل: (مولانا) محمد نصیر الدین رکن پوری

بلاشک وشبہ وریب آنحضور پُرنور نور علیٰ نور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں، اس دعوی پر شاہد عدل ایمان مومن ہی کافی ووافی ہے۔ جمہور ائمۂ کرام وعلماء عظام قرناً فقرناً تصریحات فرماتے چلے آرہے ہیں کہ آنحضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نور ہیں اور "نور" آنحضرت

صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ میں سے ہے اور احادیثِ مبارکہ سے اِس نورانیت کی شعائیں اپنی چمک و دمک سے اَبصار و بصائر کو منور فرما رہی ہیں اور سب سے بڑھ کر وہ شہادت ہے جو خود اس نور کے پیدا فرمانے والے نے صراحۃً بیان فرمائی، ارشاد ہوتا ہے قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین[1] "تحقیق آیا تمہارے پاس خدا کی طرف سے ایک نور اور کتابِ روشن" ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ اس نور سے مراد محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں اور واؤ عاطفہ اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔

امامِ فخر الدین رازی اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں ان العطف یوجب المغایرۃ بین المعطوف والمعطوف علیہ[2][3] نیز فرماتے ہیں ان المراد بالنور محمد و بالکتاب قراٰن[4] روح البیان[5] میں ہے سمی الرسول نورا لان اول شیئ اظھرہ الحق بنور قدرتہ من ظلمۃ العدم کان نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما قال (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اول ما خلق اللہ نوری ثم خلق العالم بما فیہ من نورہ الی ان قال لھذا کان (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یقول انا من اللہ والمؤمنون منی و قال تعالیٰ قد جاء کم من اللہ نور و روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ

---

[1] القراٰن الحکیم : سورہ مائدہ آیت : ۱۵

[2] تفسیر کبیر، مطبع بہیہ مصر ج ۱۱ ص ۱۹۱-۱۹۰

[3] بے شک عطف، معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت چاہتا ہے۔

[4] تحقیق نور سے مراد محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

[5] مصنفہ شیخ اسمٰعیل حقی قدس سرہ، ج ۲ ص ۳۷۰

قال کنت نورا بین یدی ربی[1] الحدیث۔ تفسیر جلالین میں ہے ھو نور النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[2] اور خطبۂ کتاب میں وعدہ فرماچکے ہیں والاعتماد علی ارجح الاقوال[3] خازن[4] اور معالم التنزیل[5] دونوں میں ہے یعنی محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ان تمام کا خلاصہ یہ کہ اس نور سے جو آیت میں وارد ہوا۔ ہمارے حضور پرنور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مراد ہیں، اس کے علاوہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی نورانیت پر صدہا دلائل آیات واحادیث و اقوالِ ائمۂ قدیم وحدیث پیش کیے جاسکتے ہیں مگر اطمینانِ قلب کے لئے امید کہ یہی کافی ہوگا اور جب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا شمس الضحیٰ کی طرح واضح ہوا تو سایہ کا نہ ہونا خود بخود معلوم ہوگیا کہ بدیہیاتِ اوّلیہ سے واضح ہے کہ نور اور سایہ کا اتفاق نہیں ہوسکتا۔

بحمدہٖ تعالےٰ حقِ جوابِ سوال تفصیل واجمال کے متوسطانہ پیرایہ میں ادا ہوگیا اور

---

[1] رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی نور اسلئے رکھا گیا کہ حق تعالیٰ نے اپنے نورِ قدرت سے جملہ اشیاء سے پہلے آپ کے نورِ مبارک کو ظلمتِ عدم سے ظاہر فرمایا جیسا کہ حضور کا ارشاد ہے "سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا" پھر اس نورِ پاک سے تمام کائنات پیدا فرمائی اسی لئے حضور فرمایا کرتے تھے "میں اللہ کے نور سے ہوں اور مومن میرے نور سے ہیں" اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے "تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ "میں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کے حضور میں ایک نور تھا۔"

[2] نور سے مراد نورِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ [3] یعنی جلالین میں سب سے راجح قول پر اعتماد کیا گیا ہے۔

[4] مصنفہ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی المعروف بالخازن، مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۲۳

[5] مصنفہ محی السنہ ابی محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی (خازن کے حاشیہ پر)

[6] مطبوعہ دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن

آفتابِ نیم روز و ماہِ نیم ماہ سے بھی حق زیادہ نمایاں ہو اگر ان بیچارے سادہ الواح کے لئے جو محض لکیر کے فقیر ہی ہیں، چند تصریحاتِ احادیث و اقوالِ ائمہ و علماءِ تفسیر و حدیث تحریر کی جاتی ہیں۔

حضرتِ امام اجل جلال الدین سیوطی رضی اللہ تعالے عنہ نے الخصائص الکبرٰی[1] میں اس موضوع کے لئے مستقل باب مرتب فرمایا، فرماتے ہیں ص ۶۸ ج ۱، باب الآیۃ فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل یعنی باب اس شانِ نبوت کا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سایہ کے دکھائی نہ دینے میں ہے اور پھر اس باب میں حضرتِ حکیم ترمذی سے حضرتِ ذکوان رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل فرمائی حیث قال اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل فی شمس ولا قمر یعنی بے شک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے دھوپ میں سایہ نہیں دیکھا جاتا تھا اور نہ چاندنی میں اور پھر حضرتِ امام ابن سبع سے اس پر شہادت نقل فرماتے ہیں قال ابن سبع من خصائصہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان ظلہ کان لا یقع علی الارض و انہ کان نورا فکان اذا مشی فی الشمس او القمر لا ینظر لہ ظل یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل خاصہ سے ہے کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوا کرتا تھا اور بیشک آپ نور تھے تو جس وقت آپ دھوپ اور چاندنی میں چلتے تھے آپ کے لئے سایہ نہیں دیکھا جاتا تھا۔

نیز حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالے علیہ جو مسلّم امام ہیں شفاء شریف[2] ج ۱ ص ۲۴۳ میں فرماتے ہیں وما ذکر من انہ کان لا ظل لشخصہ فی شمس

---

[1] مطبوعہ مصر

و لا قمر لانہ کان نورا یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دلائلِ نبوت و رسالت سے ہے وہ بات جو مذکور ہوئی کہ بلا شبہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کے لئے دھوپ اور چاندنی میں سایہ نہ تھا اِس لئے کہ آپ نور تھے۔

حضرت محققِ برحق شاہ عبدالحق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ[1] ج ۲ ص ۲۱ میں فرماتے ہیں " نبود مر آنحضرت را سایہ نہ در آفتاب و نہ در قمر رواہ الحکیم الترمذی عن ذکوان فی نوادر الاصول الی ان قال " و نور یکے از اسماءِ آنحضرت است و نور را سایہ نمی باشد[2]"

نیز ج ۲ ص ۱۱۸ میں فرماتے ہیں " و نمی افتاد آنحضرت را سایہ بر زمین کہ محلِ کثافت و نجاست است و دیدہ نشد او را سایہ آفتاب[3] (الی ان قال) چوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عین نور باشد و نور را سایہ نمی باشد۔" یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اِس لئے کہ آپ نور ہیں اور نور کے لئے سایہ نہیں ہوتا۔"

تفسیر روح البیان ج ۶ ص ۱۲۵ میں امام فخر الدین رازی سے منقول و مقرر ہے ان ظل شخصہ الشریف کان لا یظھر فی شمس و لا قمر یعنی تحقیق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سایہ دھوپ اور چاندنی میں ظاہر نہ ہوتا تھا۔"

حضرت شیخ سلیمان جمل فتوحاتِ احمدیہ[4] ص ۵ میں ناقل انہ لم یکن لہ

---

[1] مطبوعہ مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ

[2] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ اسے حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں ذکوان سے روایت کیا۔ آپ کا ایک اسمِ گرامی نور بھی ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

[3] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر اس لئے نہیں پڑتا تھا کہ زمین پلیدی اور گندگی گرنے کی جگہ ہے اور سورج کی روشنی میں آپ کا سایہ نہ دیکھا جاتا تھا۔

[4] مطبوعہ قاہرہ، مصر

ظل یظھر فی شمس ولا قمر" یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے دھوپ اور چاندنی میں سایہ نہ تھا۔"

نیز حضرتِ امامِ ربّانی مجدّدِ الفِ ثانی علیہ الرحمہ مکتوبات[1] شریف ج۳ ص ۱۸۷ میں فرماتے ہیں: "ناچار اورا سایہ نہ بود" یعنی "ضرور آپ کا سایہ نہ تھا۔"

نیز شاہ عبدالعزیز محدّثِ دہلوی تفسیر[2] عزیزی ج۳ ص ۲۱۸ میں فرماتے ہیں: "وسایہ ایشاں برزمین نمے افتاد۔" اور ان کا سایہ زمین پر نہ گرتا تھا۔"

مجمع البحار ج۳ ص ۲۰۴ میں ہے من اسمائہٖ صلی اللہ علیہ وسلم النور قیل من خصائصہٖ انہ اذا مشٰی فی القمر والشمس لا یظھر لہ ظل یعنی "آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ سے ہے نور، فرمایا گیا کہ آپ کے فضائلِ خاصہ سے شمار کیا گیا ہے کہ آپ کے لئے چاندنی اور دھوپ میں سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔"

نیز تفسیر روح البیان ج۶ ص ۲۵ میں امام رازی کی کتاب الاشارات سے ہے و دخل علیہ عثمان فاستشارہ فقال یارسول اللہ اخذت براءۃ عائشۃ من ظلک لانی رأیت اللہ صان ظلک ان یقع علی الارض ای لان ظل شخصہ الشریف کان لا یظھر فی شمس ولا قمر لان لا یوطا بالاقدام یعنی حضرتِ ذی النورین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بلاشبہ میں یقین کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے ضرور محفوظ کیا آپ کے

---

[1] مطبوعہ مطبع نول کشور، لکھنؤ

[2] مطبوعہ مطبع محمدی، لاہور

سایہ کو زمین پر واقع ہونے سے یعنی آپ کا سایہ دھوپ اور چاندنی میں ظاہر نہ ہوتا تھا اسلئے کہ اس پر قدم نہ پڑیں۔

مدارج النبوہ ج ۲ ص ۱۶۱ میں ہے کہ "عثمان بن عفان گفت کہ سایۂ شریف تو بر زمین نے افتد کہ مبادا بر زمین نجس افتد" یعنی حضرتِ عثمان بن عفان نے عرض کی کہ حضور کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوتا کہ کبھی پلید زمین پر واقع نہ ہو جائے"

اور ان دو وجوہ میں کچھ تنافی نہیں بلکہ دونوں وجہیں وجیہ ہیں کہ راوی نے اختصاراً ایک ایک پر اکتفا کیا اور اصل ہیں دونوں ہیں چنانچہ معارج النبوۃ رکن چہارم ص ۱۲۰، ۱۲۱ میں حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ سے ہے: ذی النورین گفت بآں دلیل کہ خدائے تعالیٰ روانمی دارد کہ سایہ تو بر زمین افتد وسببِ او آنست کہ مبادا کہ زمین نجس باشد یا آنکہ کسے پائے قدم بر سایہ تو نہد؛ یعنی "حضرتِ ذی النورین نے عرض کی کہ خداوند تعالےٰ یہ جائز نہیں رکھتا کہ آپکا سایہ زمین پر واقع ہو اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ زمین پلید ہو یا کوئی آپ کے سایہ پر پاؤں رکھے

ان ارشاداتِ طیبات اور احادیث و اقوالِ ائمہ وعلماء قدیم وحدیث سے نہایت ہی نمایاں اور درخشاں ہوا کہ آنحضور پرنور محبوبِ خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اور سایہ نہ ہونے کے اسباب و وجوہ بھی بعض حضرات نے ذکر فرمائے۔ بعض نے نورانیتِ حضور پر نور کو دلیل ٹھہرایا جیسے پہلے بیان ہو چکا۔

خصائص سے امام ابن سبع علیہ الرحمہ کا ارشاد "انہ کان نورا" اور شفاء قاضی عیاض سے "لانہ کان نورا" اور مدارج النبوہ سے "نور را سایہ نباشد" سن چکے اور یہ وجہ بھی مذکور ہوئی کہ سایہ نہ ہونا نبوت کے علامات ونشانات سے ہے اور آپ کے فضائلِ خاصہ سے ہے چنانچہ الخصائص الکبریٰ اور شفاء شریف وغیرہما سے گزر چکا (باب الآیۃ وغیرہا) اور علاماتِ نبوت خارقۃ العادۃ ہی ہوتی ہیں اور بعض نے یہ وجہ ذکر فرمائی کہ پلید زمین پر واقع ہونے سے سایۂ اطہر کو بچانا مقصود

تھا چنانچہ شیخ علیہ الرحمہ سے قولاً ونقلاً سن چکے بہ "نمے افتاد آنحضرت را سایہ برزمین کہ محلِ نجاست و کثافت است، اور مبادا برزمینِ نجس افتد، اور بعض نے یہ سبب ذکر فرمایا کہ اس لئے سایہ شریف نہیں تھا کہ کسی کا پاؤں نہ آجائے چنانچہ سیدنا ذی النورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روح البیان اور معارج النبوۃ سے منقول ہوا لان لا یوطأ بالاقدام۔

اور ایک نہایت ہی زبردست، الطف و پُرکیف وہ علت ہے جسے حضرتِ مجددِ الفِ ثانی علیہ الرحمہ نے ذکر فرمایا یعنی "لطافت آں جانِ جاں و روحِ رواں و ایمان صلے اللہ علیہ وسلم" اور سنیے فرماتے ہیں مکتوبات شریف ج ۳ ص ۱۸۷ "نیز در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تراست وچوں لطیف تر از وے در عالم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد، علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات" یعنی جہانِ ظاہر میں ہر شخص کا سایہ اس سے زیادہ لطیف ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ لطیف جہان میں کچھ بھی نہیں تو آپ کے لئے سایہ کی کیا وجہ ہوسکتی ہے۔

نیز ص ۲۳۷ میں فرماتے ہیں "ہرگاہ محمد رسول اللہ را از لطافت ظل نبود خدائے محمد را چگونہ ظل باشد، صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم" یعنی جب محمد رسول اللہ کے لئے بسبب لطیف ہونے کے سایہ نہیں ہے تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خدا کے لئے سایہ کیسے ہوسکتا ہے؟

سبحان اللہ! آپ کی لطافت کا یہ عالم کیوں نہ ہو کہ آپ سراپا نور جانِ لطافت و سرور ہیں جس کا ثبوت اوّل میں کچھ بیان ہوا اور اب آخر میں ایک نہایت ہی ایمان افروز و اوہام سوز حدیث شریف ذکر کردوں جس میں محبوبِ اعظم صلے اللہ علیہ وسلم کی نورانیتِ کبریٰ کا تفصیلی بیان خود محبوبِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانِ فیض ترجمان سے ہے، سنئے اور دل کے کان کھول کر سنئے۔

صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۹۳۵ صحیح مسلم شریف ج ۱ ص ۲۶۰، ۲۶۱، سنن ترمذی ج ۲

ص ۱۸۲، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۲ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں بالفاظ متقاربہ ہے والنظم من الترمذی

اللّٰھم اجعل لی نورا فی قلبی و نورا فی قبری و نورا من بین یدی و نورا من خلفی و نورا عن یمینی و نورا عن شمالی و نورا من فوقی و نورا من تحتی و نورا فی سمعی و نورا فی بصری و نورا فی شعری و نورا فی بشری و نورا فی لحمی و نورا فی دمی و نورا فی عظامی اللّٰھم اعظم لی نورا واعطنی نورا و اجعل لی نورا۔ بخاری اور مسلم نے عصبی بھی ذکر فرمایا ہے اور مسلم نے و اجعل فی نفسی نورا کا اضافہ فرمایا ہے اور صحیح مسلم کی ایک روایت کے آخر میں بالجزم واجعلنی نورا وارد ہے یعنی الٰہی بنا دے میرے دل میں نور اور میری قبر میں نور اور میرے آگے نور اور میرے پیچھے نور اور میری دائیں جانب نور اور میری بائیں جانب نور اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور میرے کان میں نور اور میری آنکھ میں نور اور میرے بالوں میں نور اور میرے پوست میں نور اور میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں نور اور میری ہڈیوں میں نور، اے اللہ بڑا کر دے میرے لئے نور اور عطا کر مجھے نور اور بنا دے میرے لئے نور اور میرے عصب (پٹھے) میں نور اور بنا دے میری ذات میں نور اور بنا دے مجھ کو نور۔"

صورت تحدیث بالنعمۃ واستدامت و تواضع و تعلیم امت میں تو مدعا حاصل ہی ہے

ے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سراسر نور ہیں، اول ہی سے نور ہیں جیسے ثابت ہو چکا تو اس دعا سے مراد تحدیث نعمت و تواضع و استدامت و تعلیم امت کے احتمالات ہیں چنانچہ دعا آخر سورۃ البقرہ کے متعلق ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ تحدیث نعمت مراد ہے اور جیسے باوجود یکہ اولئك علی ھدی من ربھم[1] وارد ہر نماز میں تکرار اھدنا الصراط المستقیم[2] کی بغرض استدامت وغیرہ سے کی جاتی ہے اور ابن حجر علیہ الرحمہ نے خاص اس حدیث شریف کے متعلق تحدیث بالنعمۃ کی تصریح فرمائی اور ائمہ کرام ادعیہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے احتمالات مذکورہ کا نشان دیتے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ

[1] وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں پ ۱ القرآن الحکیم البقرہ آیۃ: ۵

[2] ہمیں سیدھے راستے (پر چلنے) کی ہدایت عطا فرما۔ القرآن الحکیم الفاتحہ آیت: ۵

(مرتب)

اور اگر بالفرض طلب غیر حاصل ہی مقصود ہو تب بھی مقصود حاصل کہ حدیث شریف میں وارد کل نبی یجاب[1] بلکہ قرآن کریم کا فرمانِ مبین قال ربکم ادعونی استجب لکم[2] اور اجیب دعوۃ الداع اذا دعان[3]

بہرحال ثابت ہوا کہ محبوبِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام اعضاءِ مبارکہ میں نور ہی نور تھا بلکہ خود حضور نور ہی تھے اور طرفہ یہ کہ آگے پیچھے، دائیں بائیں اوپر نیچے نور ہی نور تھا تو اس کیفیتِ مبارکہ کا تصور ہی صریح طور پر ثابت کر دیتا ہے کہ آپ کے لئے سایہ کی کوئی صورت ہی نہ تھی۔ انسان جو صحیح معنی میں انسان ہے، اگر دل سے مضمونِ حدیث ہٰذا کی تصدیق کرتے ہوئے نظر کرے تو آفتاب سے بھی زیادہ روشن پائے گا کہ اس آفتابِ ربانی کے لئے سایہ ہو ہی نہیں ہو سکتا۔

میں حیران ہوں کہ نفیِ سایہ میں کونسا استحالہ ہے کہ تسلیم نہ کیا جائے حالانکہ بہت سے اجسامِ لطیفہ کے لئے مشاہدہ ثابت و مسلم کہ سایہ نہیں جیسے سات آسمان اور ہوا، نار وغیرہ تو اس جانِ لطافت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے سایہ کا نہ ہونا کیونکر محال و مستبعد ہو سکتا ہے حالانکہ دلائلِ صریحہ کثیرہ ظاہرہ قاہرہ باہرہ سے نفیِ سایہ ثابت ہے اور سایہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں لہٰذا مانعین کے بعض معتمدین نے بھی بڑے صاف اور واضح الفاظ میں سایہ کا نہ ہونا ذکر کیا اور اس پر دلائل بھی قائم کئے ہیں۔

مدرسہ دیوبند کے بڑے خصوصی مفتیِ اعظم مولوی عزیز الرحمٰن صاحب جو مستقل دار الافتاء دیوبند کے اولین مفتی ہیں، ان کا فتویٰ فتاویٰ دیوبند[4] عزیز الفتاویٰ ج ۸ ص ۲۰۲ میں بایں الفاظ ہے:

---

[1] ہر نبی کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۲)

[2] تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ القرآن الحکیم، المومن، آیت ۶۰

[3] قبول کرتا ہوں دعا، دعا کرنے والے کی جب وہ دعا مانگتا ہے مجھ سے۔ القرآن الحکیم، البقرہ، آیت ۱۸۶

[4] دار الاشاعت دیوبند، ضلع سہارنپور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا

سوال : ۱۴۶۴ : وہ کونسی حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوتا تھا ؟

الجواب : امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر واقع نہ ہونے کے بارے میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یریٰ لہ ظل فی شمس ولا قمر اور تواریخِ حبیبِ الٰہ میں مولانا مفتی عنایت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ کا بدن نور تھا، اسی وجہ سے آپ کا سایہ نہ تھا۔

مولوی جامی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا سایہ نہ ہونے کا خوب نکتہ لکھا ہے اس قطعہ میں

قطعہ :
پیغمبرِ ماند اشت سایہ — تا شک بدل یقیں نیفتد
یعنی ہر کس کہ پیرو اوست — پیداست کہ بازمیں نیفتد

انتہیٰ فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ "

نیز مولانا نور محمد صاحب جوڑدی نے اپنی مشہور کتاب شہبازِ شریعت ص ۲۱۰، ۲۱۱ کے تیرہ شعروں میں سایہ نہ ہونے کی تیرہ دلیلیں بیان کی ہیں جن کی تفصیلی تقریر جناب حافظ محمد صاحب لکھی کی والے اس کے حاشیہ شیرِ طریقت میں بایں الفاظ ذکر فرماتے ہیں :

۱ : اوہ رحمت الخ خدا تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں سورۂ انبیاء کے آخر میں فرمایا وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین [1] یعنی اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمت واسطے جہانوں کے، پس گویا

---

[1] آیت : ۱۰۷

سایہ آنحضرت کا یہی ہے اِس لئے کہ جو شخص قابلِ رحمت ہے وہ اس کے سایہ کے نیچے آجاتا ہے
مصنف نے آنحضرت کے سایہ نہ ہونے کے بارے میں تیرہ وجوہ تیرہ بیتوں میں بیان کی ہیں ابتدا
ان تیرہ بیتوں کی اِس مصرعہ سے ہے ع

اس رحمت عالم سندا سایہ دھرتی مول نہ پوندا

اور آخری مصرعہ اِن تیرہ بیتوں کا یہ ہے ع

بس کر نور محمد کیوں کر سایہ سرور کھترا

تیرہ وجوہ ایک ایک کر کے بیان کرتے ہیں۔ اوّل یہ کہ کافر یا منافق اس سایہ پر پاؤں نہ رکھے۔ دوسرے یہ کہ سایہ تاریکی اور سیاہی سے خالی نہیں ہوتا اور آنحضرت کا جسم نورانی ہے تیسرے یہ کہ اس نے اپنا سایہ واسطے شفاعت دن حشر کے ذخیرہ کر رکھا ہے جیسا کہ اپنی دعا کو شفاعت کے لئے ذخیرہ کر رکھا ہے چنانچہ حدیث بخاری اور مسلم میں لکھا ہوا ہے۔ چوتھے یہ کہ سایہ اس کا رحمت ہے۔ پانچویں یہ کہ آنحضرت جہان کے پیشوا ہیں ایسا نہ ہو کہ سایہ اس کے آگے ہو۔ چھٹے یہ کہ سایہ ہر چیز کا اس کے نزدیک ہوتا ہے اور سایہ تاریک ہے اور آنحضرت تمام چیزوں سے زیادہ روشن ہیں پس مناسبت نہیں کہ تاریکی اس کی اس کے نزدیک آئے جو بہت روشن ہے۔ ساتویں یہ کہ سایہ کی دلیل آفتاب ہے اور سایہ ہر چیز کا بسبب بلند ہونے آفتاب کے کم ہو جاتا ہے اور مناسب نہ تھا کہ آفتاب آنحضرت کے سایہ کو کم کر دیوے۔ آٹھویں یہ کہ علمِ الٰہی میں لوگ دو گروہ ہیں فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر[1] یعنی ایک گروہ بہشتی اور ایک گروہ دوزخی پس مناسب نہ تھا کہ کوئی شخص اس کے سایہ کے نیچے آتے اور پھر دوزخی ہو جاتے۔ نانویں یہ کہ سایہ ہر شخص کا زمین پر سجدہ میں ہوتا ہے اور اکثر لوگ آپ ہی سجدہ سے محروم ہوتے ہیں اور آنحضرت

---

[1] القرآن الحکیم، الشوریٰ، آیت: ۷

رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے سردار تھے پس حاجت سجود سایہ کی نہ تھی۔ دسویں یہ کہ خدا تعالیٰ مومنوں کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور اگر آنحضرت کا سایہ ظاہر ہوتا تو اس کا عکس ہوتا۔ گیارہویں یہ کہ جوہر صافی کا سایہ بہت روشن ہوتا ہے اور آنحضرت سب سے زیادہ روشن تھے۔ بارہویں یہ کہ سایہ ہر ایک کا دوسرے کے سایہ سے مل جاتا ہے اور مناسب نہ تھا کہ آنحضرت کا سایہ دوسروں کے سایہ سے خلط ملط ہوتا۔ تیرہویں یہ کہ صاف چیز پر سایہ صاف دکھائی دیتا ہے اور ناپاک چیز پر سایہ بھی ناپاک نظر میں آتا ہے، پس مناسب نہ تھا کہ آنحضرت کا سایہ ناپاک دکھائی دیتا۔[1]

بہر حال اہلِ انصاف کے لئے شاہراہِ حق نہایت واضح ہے۔ دعا ہے کہ حضرت رب العالمین جل وعلا ہمیں صراطِ مستقیم پر ہی چلائے، حسد وضد اور عناد سے بچائے اور اپنے محبوبِ اکرم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی سچی اور صحیح محبت عطا فرماتے اور اپنے محبوبِ کریم کی رفعتِ شان سے باخبر بنائے۔

والحمد للہ رب العٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہٖ ونورہٖ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم فی کل وقت وحین آمین آمین یارب العٰلمین ویا ارحم الراحمین۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۶۶ھ

مسئلہ مرسلہ چک ۱۰۱ ۴ب

---

[1] شیرِ طریقت حاشیہ شہبازِ شریعت مطبوعہ رفاہِ عام پریس، لاہور

۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیب کا علم ہے یا نہیں؟ آیات وحدیث کی روشنی میں جواب دیا جائے۔

۲۔ کہ خرگوش کھانا بلوچ کے لئے اور سید کے لئے منع ہے یا نہیں؟ یہ کہتے ہیں کہ بلوچ اور سید خرگوش نہیں کھا سکتے، اِس لئے جو بھی حوالہ ہو پیش کریں تاکہ ان کو پتہ چل جائے کہ جائز ہے یا نہیں؟ اس میں بھی آیت اور حدیث کا بیان کریں۔

بلاشک وشبہ ورب حضرت رب العالمین نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب عطا فرمایا اور عالم ما کان وما یکون بنایا، قرآنِ کریم میں ہے و علمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما (ترجمہ) اور سکھلا دیا تم کو جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور رہے فضل اللہ تعالےٰ کا تم پر بڑا۔ پ۵ ع ۱۴۔ نیز قرآنِ کریم میں ہے و ما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبى من رسله من يشاء فامنوا بالله ورسله اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے، ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے، پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر۔ پ۴ ع ۹۔ نیز قرآنِ کریم میں ہے عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى

ے یعنی جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہو گا ایک ایک قطرہ اور ایک ایک ذرہ کے جاننے والا بنا دیا ۱۲ منہ

من رسول (ترجمہ) غیب کا جاننے والا، تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ پ ۲۹ ع ۱۲۔ نیز قرآنِ پاک میں ہے وماھو علی الغیب بضنین اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔ پ ۳۰ ع ۶۔

ان آیات سے واضح طور پر یہ مسئلہ ثابت ہو رہا ہے اور ان کے سوا متعدد آیات و احادیث بکثرت ہیں۔ اگر زیادہ تفصیل کی ضرورت ہو تو رسالہ الکلمۃ العلیا اور خالص الاعتقاد مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان اندرون دہلی دروازہ لاہور سے طلب کریں۔

خرگوش جس طرح دوسرے لوگوں پر حلال ہے اسی طرح بلوچوں اور سیّدوں پر بھی حلال ہے اور کھا سکتے ہیں۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۵ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے اسکے دو سُرین یا دو ران قبول فرمائے اور جس چیز کو حضور علیہ السلام قبول فرمائیں وہ سادات کو بخوشی قبول کرنا چاہیے قرآنِ کریم میں ہے ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال و ھٰذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاع قلیل ولھم عذاب الیم ۝ "اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام، کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے"۔ پ ۱۴ ع ۲۱۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۳۷۴ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام و بزرگانِ دین شرع محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ

سوال ۱: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب تھا؟ اگر غیب تھا بھی تو کُل تھا؟

سوال ۲: کیا حضور علیہ السلام خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مختارِ کل ہیں؟

سوال ۳: کیا حضور صلے اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں؟ امت کے ہر فعل کا مشاہدہ فرمارہے ہیں؟

سوال ۴: کیا حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات و ممات برابر ہے؟

سوال ۵: اگر امام مسجد مالی حالت میں کمزور ہو تو عقیقہ اور قربانی کی کھال اس کو دینی جائز ہے؟

سوال ۶: کیا قربانی یا عقیقہ کے بکرا کی کھال اس کے بنانے والے کو مزدوری میں دینی جائز ہے؟

کیا چار سوال جو پہلے درج ہیں ان سوالوں کا عقیدہ سے تعلق ہے اگر کوئی نفی کرتا ہو ان سوالوں کا تو شرع محمدی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم میں اسکو کیا کہنا چاہیے؟

السائل: حافظ بشیر احمد امام مسجد چک ۱۲/۷۷ ایل ڈاکخانہ خاص ضلع ساہیوال

جواب سوال ۱: ہاں بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو کلی علمِ غیب ہے قرآن کریم میں ہے وما ھو علی الغیب بضنین اور بھی کئی آیتیں اور کافی حدیثیں ہیں۔

جواب سوال ۲: ہاں قرآنِ کریم میں ہے انا اعطینٰک الکوثر[۱] کوثر میں سب کچھ آجاتا ہے کما فی فتح العزیز وغیرہ۔

جواب سوال ۳: ضرور قرآنِ کریم فرماتا ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم[۲]

جواب سوال ۴: ہاں برابر ہے، وہ اب بھی رسول ہیں اور انہی کا حکم نافذ و جاری ہے۔ قرآنِ کریم نے محمد رسول اللہ[۳] فرمایا ہے جو آج بھی اسی طرح حق ہے۔

جواب سوال ۵: امام مسجد مالی حالت میں کمزور ہو یا نہ ہو، کھالیں دینی جائز ہیں جبکہ بطورِ امداد ہوں اور تنخواہ میں نہ دی جائیں۔

جواب سوال ۶: قربانی کی کھال بنانے والے قصاب کو بطورِ مزدوری دینی جائز نہیں اور عقیقہ کا حکم بھی قربانی کی طرح ہے کما قالوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم۔

نفی کرنے والا بے علم ہے تو اسے سمجھایا جائے اور اگر بوجہ عناد انکار کرتا ہے تو اس کا وہی حکم ہے جو عنادیوں کا ہے۔

ان چار جوابوں کی تفصیل کے لئے خالص الاعتقاد، الدولۃ المکیہ، الامن والعلے وغیرہ اہلِ سنت کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ ۱۰-۱۰-۶۱

---

[۱] اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ الکوثر، آیت: ۱

[۲] بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر ناظر ہیں۔ المزمل، آیت: ۱۵

[۳] محمد اللہ کے رسول ہیں۔ الفتح، آیت: ۲۹

۱۳۸۱ھ ج ۳ ص ۲۸۶

الاستفتاء

مؤرخہ ۶۲-۱۲-۲۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرح اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآنِ پاک میں آرہا ہے ابراھیم لابیہ اٰزر آیا کہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ آزر ہے یا نہیں؟ اگر کوئی اور ہے تو اس کا نام لکھیں اور اچھی طرح وضاحت کر دینا، دوسری بات یہ ہے جب ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے آپ کا باپ زندہ تھا یا فوت ہو گیا تھا؟ مکمل جواب دیں۔

السائل: مولوی احمد دین نوری امام مسجد چک ۳۱/۱ ور آر ایل جھوک کوڑی ڈاکخانہ چک ۲۷/۴ ایل شاہ پور تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال

حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے والدِ ماجد کا نام تارخ ہے "خا" کے ساتھ یا "حا" کے ساتھ، دونوں طرح تفاسیر میں آیا ہے اور آزر آپ کا عم یعنی چچا یا تایا ہے اور ہر ملک اور قوم کا عام محاورہ ہے کہ تایا یا چچا کو بابا یا اَبّا کہا جاتا ہے بلکہ خود قرآنِ کریم میں پہلے پارہ کے آخر میں ہے نعبد الٰھک و الٰہ اٰبآئک ابرٰھیمؑ و اسمٰعیل و اسحٰق

سے ابراھیم اسمٰعیل کذا فی المصحف الشریف ۱۲ منہ غفرلہ

الٰھاً واحداً[1] تو حضرتِ اسماعیل کو جو حضرتِ یعقوب علیہ السلام کے نانا ہیں "اَب" فرمایا ہے

تو اسی طرح لابیہ اٰزر میں آزر کو جو ابراہیم علیہ السلام کا عم ہے "اَب" سے تعبیر فرمایا ہے

اس لئے کہ آزر حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں محققینِ کرام نے کافی دلائل قائم فرمائے ہیں۔

تفسیرِ مظہری ج ۳ ص ۲۸۶ میں ہے کان اٰزر علی الصحیح عما لابراھیم والعرب

یطلقون الاب علی العم[2] الخ نیز اسی میں ہے قال الزرقانی فی شرح المواھب

ان دلیل کون اٰزر عما لابراھیم ما قد صرح بہ الشہاب الھیتمی بان

اھل الکتابین والتاریخ اجمعوا ان اٰزر عم ابراھیم[3]

نیز ج ۳ ص ۲۸۷ میں ہے وقال السیوطی روینا بالاسانید عن ابن عباس

و مجاھد وابن جریر والسدی انھم قالوا لیس اٰزر ابا لابراھیم

انما ھو ابراھیم بن تارخ[4] نیز اسی میں ہے واما ابوہ فانہ تارح بالحاء

المھملۃ وقیل بالمعجمۃ[5]

نیز اس میں یہ دلیل ذکر کی ہے کہ بخاری شریف کی صحیح حدیث میں ہے بعثت

من خیر قرون بنی اٰدم قرنا فقرنا جس کا حاصل یہ کہ ہر زمانہ میں بنی آدم کی بہترین

جماعت میں سے حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بھیجے گئے (ج ۱ ص ۵۰۳)

اِس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سب

---

[1] ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم و اسماعیل و اسحاق کا ایک خدا۔ البقرہ، آیت: ۱۳۳

[2] صحیح یہ ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد نہ تھا بلکہ چچا تھا اور عرب چچے کو باپ کہہ کر پکارتے ہیں۔

[3] زرقانی شرح المواہب میں لکھتے ہیں کہ شہاب ہیتمی کی تصریح کے مطابق آزر کے ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مورخین اور یہود و نصاریٰ کا اجماع ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔

[4] امام سیوطی فرماتے ہیں ہم نے ابن عباس مجاہد ابن جریر سدی وغیرہ مفسرین سے باقاعدہ اسناد سے روایت کیا ہے کہ آزر ابراہیم کا باپ نہ تھا بلکہ تارخ باپ تھا۔

[5] ابراہیم علیہ السلام کے والد تارخ تھے حاء مہملہ سے تارح اور حاء معجمہ یعنی خاء سے تارخ بھی پڑھا گیا ہے۔ (مرتب)

باپ دادے ہر زمانہ میں بہترین جماعت میں سے تھے حالانکہ کافر بہترین نہیں ہو سکتا بلکہ بدترین ہوتا ہے، قرآنِ کریم فرماتا ہے ولعبد مؤمن خیر من مشرک [1] اور کافروں کے حق میں فرماتا ہے اولئک ھم شر البریۃ [2] تو معلوم ہوا کہ آزر جو بدترین تھا ہرگز ہرگز حضور پُرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا دادا نہیں بن سکتا اور یونہی فتوحاتِ احمدیہ شرح ہمزیہ کے صک میں ہے اور امام زرقانی نے مواہب اللدنیہ میں بڑی وضاحت فرمائی ہے دیکھئے ج ۱ ص ۱۷۶ - ۱۷۷ اور امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے تو اپنے مخصوص متعدد رسائل میں یہ مسئلہ بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا ہے خصوصاً مسالک الحنفاء کے **صفحات ۲۵، ۲۶، ۲۷ اور ۲۸** اور رسالہ الدرج المنیفہ کا صفحہ ۱۱ دیکھنے کے قابل ہیں اور مجددِ مائۃ حاضرہ امام اہلِ سنّت والجماعت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کا رسالہ مبارکہ شمول الاسلام جو مرکزی انجمن حزب الاحناف اندرون دہلی دروازہ لاہور سے ملتا ہے اس میں بھی بڑی تفصیل ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۵ شعبان المعظم ۸۲ھ   ۲-۱-۶۳

---

[1] اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے۔ سورۃ البقرہ، آیت: ۲۲۱

[2] وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔ سورۃ البینۃ، آیت: ۶

تعارف

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص کلمہ طیبہ پڑھ کر ایمان لے آئے اور اسی اعتقاد پر فوت ہو وہ خواہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو بالآخر عذاب سے نجات پاکر جنت میں داخل ہوگا۔ مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ۔ (متفق علیہ)

اس کے برعکس جس نے اس پاکیزہ کلمہ کو دل میں نہ اتارا بخشش ونجات کا دروازہ اپنے لئے بند رکھا اور نعمتِ ایمان سے محروم رہا وہ ہمیشہ ہمیشہ ذلت ورسوائی میں مبتلا ہوکر آخرت کے دائمی عذاب میں گرفتار رہے گا اور کبھی خلاصی نہیں پاسکے گا۔

جمہور کی اس رائے کے برعکس سیدنا محی الدین ابن عربی قدس سرہ (۶۳۸ھ) کی طرف ایک قول منسوب ہے کہ "کفار کے لئے دائمی عذاب نہیں بلکہ ایک وقت کے بعد وہ بھی نجات پاجائیں گے اور دوزخ کا عذاب ان کے لئے راحت وسکون کا باعث بن جائے گا۔"

یہ رسالہ سیدنا ابن عربی کی طرف منسوب اسی قول کے حوالے سے کئے گئے ایک استفتار کے جواب میں سیّدی فقیہِ اعظم قدس سرہ العزیز نے ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں تحریر فرمایا تھا جس میں آپ نے دلائل وبراہین کی روشنی میں کفار کے دائمی عذاب کے ثبوت اور حضرت ابن عربی کے اس قول پر مفصل بحث کی ہے۔

موضوع کی مناسبت سے یہ غیر مطبوعہ رسالہ فتاوٰی نوریہ کی کتاب العقائد میں شامل کیا جارہا ہے ——— اس رسالہ کی عربی عبارات کا ترجمہ استاذ العلمار حضرت مولانا ابوالضیار محمد باقر نوری رحمۃ اللہ علیہ نے وصال سے چند ماہ پہلے کیا تھا فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

(مرتب)

اَنارُ استمرار الکفّار فی اضرار النّار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ کفار کو بھی ہمیشہ کے لیے عذاب نہ ہوگا، ہوتا ہوتا بند ہو جائے گا بلکہ لذت بن جائے گا اور آگ کے جلانے سے لذت پائیں گے کہ عذاب عَذب سے مشتق ہے اور عذب راحت پر دال ہے اور فتوحاتِ مکیہ میں ہے کہ عذاب ہمیشہ نہ رہے گا تو ہم حضرتِ ابنِ عربی جو ایک زبردست صوفی گذرے ہیں، ان کا قول کس طرح رد کریں، آیا قولِ مذکور صحیح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

بینوا ماجورین من رب العٰلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ العزیز الحمید غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول ذی البطش الشدید السبوح القدوس الصادق فی الکلام و الوعد و الوعید فلا ینقلب نعیم المؤمنین عذابا ولا عذاب الکفرین نعیما ولو بعد امد بعید و تمت کلمت ربک صدقا و عدلا لا مبدل لکلمٰتہ و ھو السمیع العلیم و ان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن و ان ھم الا یخرصون و صلی اللہ علی الصادق المصدوق الامین المامون و علی اٰلہ و صحبہ المبلغین عنہ بالصدق المتین و سلم سلاما دائما فی کل وقت و حین۔

شخص مذکور کا قول مسطور محض لغزش و باطل و مطرود ہے نہ قولِ سیدی ابنِ عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مشہود، نہ آیاتِ الٰہی میں اِس کا اصل موجود بلکہ اس کا ردِّ صریح معلوم و معہود دلائلِ قاہرہ باہرہ ظاہرہ زاہرہ کے ایراد سے پہلے عذاب کا معنٰی سمجھنا ضروری ہے کہ تصویرِ جواب بآسانی ہوسکے۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر طبع مصر ج ۱ ص ۱۸۲، علامہ ابو السعود حنفی ارشاد العقل مصری ج ۱ ص ۹۳ میں عذاب کی تعریف یہ ارشاد فرماتے ہیں کل الم فادح یعنی ہر دردِ غالب۔

امام محی السنۃ بغوی علیہ الرحمہ معالم التنزیل مصری ج ا ص ۲۸ میں فرماتے ہیں والعذاب کل مایعنی الانسان و یشق علیہ قال الخلیل العذاب ما یمنع الانسان عن مرادہ یعنی عذاب ہر وہ چیز ہے جو تکلیف دے انسان کو اور سخت ہو اس پر، خلیل فرماتے ہیں کہ عذاب وہ چیز ہے جو انسان کو اس کی مراد سے روکے۔

امام علاؤالدین علی صوفی خازن لباب التاویل مصری ج ا ص ۲۸ میں فرماتے ہیں حقیقۃ العذاب ہو کل مایولم الانسان و یعیبہ[1] و یشق علیہ وقیل ہو الایجاع الشدید وقیل ہو ما یمنع الانسان من مرادہ یعنی حقیقت عذاب یہ ہے کہ وہ ایسی ہر چیز ہے کہ انسان کو درد پہنچائے اور عیب ناک بنائے اور مشکل ہو اس پر اور کہا گیا ہے کہ عذاب سخت درد دینے کا نام ہے اور کہا گیا ہے کہ عذاب وہ چیز ہے کہ روکے انسان کو اپنی مراد سے۔

صاوی علی الجلالین مصری ج ا ص ۹ میں ہے العذاب ہو ایصال الالام للحیوان علیٰ وجہ الہوان یعنی عذاب حیوان کو پہنچانا دردوں کو بطور ذلت ہے۔ تمام کا محصّل یہ کہ عذاب میں سخت درد کا ہونا ضروری ہے اور قرآن کریم میں عذاب کے اوصاف ایسے ذکر کئے گئے ہیں جن سے اس معنیٰ کی تاکید بداہۃً حاصل ہے جیسے عذابِ عظیم، عذابِ الیم، عذابِ مہین، غلیظ، اکبر، اخزیٰ، اشق، اشد وغیرہ بلکہ بالتخصیص ارشاد ہوا کہ ان عذابی ہو العذاب الالیم کہ بلاشبہ میرا ہی عذاب عذابِ دردناک ہے۔

تو جن آیاتِ مواعید میں کفار کے عذابِ دائمی کی خبر دی گئی ہے ان میں بھی یہ کہنا پڑے گا کہ عذاب سے وہی الم اشد مراد ہے جو عذاب کا معنٰے ہے نہ کہ عین ذاک الف بار

---

[1] ھکذا فی نسختی والمرئی ان یعذبہ من التعیین کما فی المعالم ۱۲ نور غفرلہ

کا مجموعہ اور اس عذاب کی صفت یہ ہے کہ مقیم ہوگا۔ پارہ ششم کے رکوع دہم میں ہے ولھم عذاب مقیم تو اگر عذاب کا معنٰی یعنی الم اشد نہ رہے بلکہ عذاب بن جائے تو مقیم نہ رہا بلکہ زائل ہوگیا حالانکہ عذاب دینے والا فرماتا ہے کہ مقیم ہے۔

نیز آیاتِ عذاب میں الم اشد مراد ہے یا عذب اگر عذب مراد ہے تو ہمیشہ ہی عذب ہونا چاہیے کہ اس کی صفت مقیم ہے نہ کہ پہلے الم اور پیچھے عذب اور اگر الم اشد مراد ہے تو ہمیشہ ہی الم اشد رہنا چاہیے، اس کی کیا دلیل کہ ایک مدت عذاب وارد فی الکتاب بمعنے الم اشد رہیگا اور بدل کر اس کا معنٰی راحت بن جائے گا، مولٰی سبوح و قدوس تو فرماتا ہے پ۲۶ ع ۱۶ ما یبدل القول لدی میرے یہاں بات بدلتی نہیں۔

ہزار ہا الفاظ مشترک ہیں بکثرت قبیلہ اضداد سے ہیں، بہت ایسے ہیں جو حقیقت و مجاز میں مستعمل ہوئے ہیں مگر یوں نہیں کہ ایک مدت تک ایک ہی کلام میں ایک معنٰی مراد ہے اور پھر بدل کر دوسرا ہو جائے بلکہ جو معنٰی مراد ہو وہی رہتا ہے کما لا یخفی علی خادم الاصول والعلوم اور اگر یہ مسلم نہیں تو اس قاعدۂ تبدل معنٰی کو مدنظر رکھ کر اگر کوئی زندیق کہے کہ صلوٰۃ کا معنٰی دعا، زکوٰۃ کا معنٰی نمو، حج کا معنٰی قصد، صوم کا معنٰی امساک لغتِ عرب میں ہے، پہلے زمانے میں شرعی معانی مراد رہے ہیں اور اب یہ لغوی معانی مراد ہو گئے ہیں لہٰذا میں انہیں پر کاربند ہوں گا تو کیوں نہیں کہہ سکتا بلکہ بہ نسبت عذب یہاں اقرب کہ یہ معانی لغوی ہیں اور لفظ بدلا بھی نہیں اور عذاب کا معنٰی لغوی عذب نہیں اور نہ ہی لفظ ایک ہے فافہم وتثبت۔

اور یہ کہنا کہ عذب سے عذاب مشتق ہے غیر صحیح ہے بلکہ عذاب سے عذب مشتق ہے[1]، کما صرح بہ الرازی فی کبیرہ ج ۱ ص ۱۸۲ و ابو السعود فی ارشادہ ج ۱ ص ۹۳ والخازن فی لبابہ ج ۱ ص ۲۸ والبغوی فی معالمہ ج ۱ ص ۲۸ ونصہ قال

---

[1] امام خلیل نے فرمایا عذاب وہ چیز ہے جو انسان کو اس کی مراد سے دور کر دے اور اسی لئے میٹھے پانی کو عذب کہتے ہیں کہ وہ پیاس کو دور کرتا ہے۔

التحلیل العذاب ما یمنع الانسان عن مرادہ ومنہ الماء العذب لانہ یمنع العطش فزال الاستدلال من اصلہ نیز اگر ذرہ بھر بصیرت والا تدبر سے صرف آیاتِ عذاب، کا ہی مطالعہ کرے تو اس پر روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ مفروض معنےٰ اصلاً نہیں ہو سکتا، ہو سکنا تو علیحدہ اس کا وہم بھی نہیں آسکتا، سنئے:

۱۔ ان الذین کفروا وماتوا وھم کفار اولئک علیہم لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین خلدین فیہا لا یخفف عنہم العذاب ولا ھم ینظرون[1] پ ۲ ع ۳۔

۲۔ اولئک جزاؤھم ان علیہم لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین خلدین فیہا لا یخفف عنہم العذاب ولا ھم ینظرون[2] پ ۳ ع ۱۶۔

جس پر لعنۃ اللہ ہے وہ رحمۃ اللہ سے دور ہے تو اسے راحت کیسے مل سکتی ہے جب اصلاً تخفیف نہیں ہوگی تو انتفاء کس طرح ہوگا اور جب عذاب سے مہلت نہیں ملتی تو راحت کس وقت میں پائیں گے؟

تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۹ میں ہے والحاصل[3] ان ھذہ الصفات الثلثۃ التی ذکرھا اللہ تعالیٰ للعقاب فی ھذہ الاٰیۃ دلت علی یاس الکافر من الانقطاع والتخفیف والتاخیر نیز اسی میں ج ۲ ص ۴۹۱ میں ہے فالمعنی[4]

---

[1] بیشک وہ جنہوں نے کفر کیا اور کافر ہی مرے ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی۔ ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ ان پر عذاب ہلکا ہو گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ البقرہ، آیت ۱۶۱-۱۶۲۔

[2] ان کا بدلہ یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں کی سب کی، ہمیشہ اس میں رہیں نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو اور نہ انہیں مہلت دی جائے۔ آل عمران، آیت: ۸۷-۸۸۔

[3] حاصل یہ ہے کہ اس آیت میں عذاب کی یہ تینوں صفات جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائی ہیں، عذاب کے ختم ہونے ہلکا ہونے اور مؤخر ہونے سے کفار کی مایوسی اور ناامیدی پر دلالت کرتی ہیں۔

[4] تو معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو کفار کے عذاب کو ہلکا کرے گا اور نہ ہی ایک وقت سے دوسرے وقت تک مؤخر کرے گا اور یہی تحقیق ہے متکلمین کرام کے قول کی کہ کافر کا عذاب خالص ضرر ہے جس میں کسی فائدہ کی آمیزش نہیں، دائمی ضرر جسمیں کبھی انقطاع نہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔

ان لا یجعل عذابہم اخف ولا یؤخر العقاب من وقت الی وقت وهذا تحقیق قول المتکلمین ان العذاب الملحق بالکافر مضرة خالصة عن شوائب المنافع دائمة غیر منقطعة نعوذ باللہ منہ

۳۔ واذا رأ الذین ظلموا العذاب فلا یخفف عنہم ولا ہم ینظرون[۱۸]

توجس وقت ان کو عذاب نظر آئے گا، اس وقت سے لے کر آگے ان کے لئے تخفیف نہ ہوگی اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے۔

تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۴۳ میں و تحقیقہ[۱] ما یقول المتکلمون من ان العذاب یجب ان یکون خالصا عن شوائب النفع وهو المراد من قولہ لا یخفف عنہم العذاب و یجب ان یکون العذاب دائما وهو المراد من قولہ ولا ہم ینظرون۔

دیکھا کہ نصوص صریحہ سے بیّن طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ عذاب بمعنے الم اشد ہی ہوگا۔ عذاب سے لفظِ عذاب مراد ہے یا معنی، اگر معنے مراد ہے تو وہ عذب نہیں الم اشدّ ہے اور اس میں تخفیف ہو نہیں سکتی بحکم لا یخفف تو الم اشد الم اشد ہی رہے گا اور اگر لفظِ عذب مراد ہے تو بحکم لا یخفف اس میں بھی تخفیف نہ ہوگی تو عذب کیسے بنے گا کہ عذب مخففِ عذاب ہے نیز اگر لفظِ عذاب مراد ہے تو یہ کہنا کہ عذاب سے مراد عذب ہے غلط کہ مراد و معنی متساوی ہیں اور اگر عذب مراد لیں تو تب بھی مُدّعا سے قائل حاصل نہیں کہ عذب سے مراد معنی عذاب ہوگا یا لفظِ عذب، معنی عذب تو ہو نہیں سکتا کہ محض تحکم کہ عذابِ منصوص کا معنی غیر مراد اور عذبِ مفتری کا معنی

---

[۱] تحقیق اس کی وہی ہے جو متکلمین فرماتے ہیں کہ کافر کے عذاب میں لازم ہے کہ ذرہ بھر نفع کی ملاوٹ نہ ہو اور یہی مراد ہے آیت لا یخفف عنہم العذاب سے اور ضروری ہے کہ وہ عذاب دوامی ہو اور اللہ تعالےٰ کے فرمان ولا ہم ینظرون سے یہی مراد ہے۔

مراد ہوا اور اگر لفظِ عذب مراد ہو تو اس میں بہ نسبت لفظِ عذاب کوئی مفادِ راحت نہیں اور در حقیقت عذاب بمعنیٰ عذب لینا خود عذاب سے ہی انکار کرنا ہے کہ جیسے یہ عذاب سمجھ رہا ہے وہ عذاب نہیں اور جو عذاب ہے عذب نہیں ہے

شیر بے پا و سر و اشکم کہ دید
ایں چنیں شیرے خدا خود نافرید

اور سنیئے، ارشادِ والا ہے :-

۴- ان الذین کفروا بایٰتنا سوف نصلیہم نارا کلما نضجت جلودھم بدلنٰہم جلودا غیرھا لیذوقوا العذاب ان اللہ کان عزیزا حکیما ہ پ۵ ع۵ [1]

کلما لغتِ عرب میں عمومِ افعال کے لیے ہے جس کے شاہدِ عدل نصوصِ فتاویٰ امام اجل قاضی خان ج۱ ص ۲۲۰، ہدایہ ج۲ ص ۳۶۶، فتح القدیر ج۳ ص ۴۵۰، بحر الرائق ج۴ ص ۱۶، فتاوٰی عالمگیری ج۱ ص ۸۲ (ضمناً)، در المختار ج۱ ص ۶۸۸ (طبع مع شرح)، رد المحتار ج۲ ص ۶۸۸، نور الانوار ص ۷۶، اتقان ج۱ ص ۱۶۹ وغیرہا میں ہے، کلماتِ ہدایہ ج۲ ص ۳۶۶ میں یوں ہدایت کی گئی فانہا تقتضی تعمیم الافعال قال اللہ تعالیٰ کلما نضجت جلودھم الایۃ ومن ضرورۃ التعمیم التکرار [2] تو حاصلِ معنیٰ یہ ہوا کہ ان کو آگ میں داخل کر کے بھونا جائے گا اور جب کبھی کھالیں پک جائیں گی بدلائی جائیں گی اور کھالوں سے تاکہ نئی کھالوں سے عذاب چکھیں اور

[1] جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے، جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ لیں، بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ النساء، آیت: ۵۶

[2] کلمہ کلما تعمیمِ افعال کا مقتضی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کلما نضجت جلودھم الآیۃ۔ اور تعمیمِ افعال تکرارِ افعال کا مستلزم ہے۔

عذاب میں کمی نہ آئے، بیشک اللہ تعالیٰ قادر و غالب ہے کہ انسان کو ابدالآباد آگ میں جلا بھی سکتا ہے اور جلا بھی سکتا ہے، حکمت والا ہے، اس کے ہر کام میں حکمت ضرور ہوتی ہے تو اس تعذیب ابدی میں بھی ضرور حکمتِ خاصہ مضمر ہو گی۔

خازن ج ا ص ۴۵۶ میں ہے نصلیہم نارا[1] ای ندخلہم نارا نشویہم فیہا ومثلہ فی الکبیر۔ خازن ج ا ص ۴۵۷ میں ہے قولہ تعالیٰ لیذوقوا العذاب ای انما فعلنا ذلک لیجدوا الم العذاب وکربہ وشدتہ[2]۔ کبیر ج ۳ ص ۲۳۹ میں ہے قولہ تعالیٰ لیذوقوا العذاب ای لیدوم لہم ذوقہ ولا ینقطع کقولک للمعزوز اعزک اللہ ای ادامک علی العز وزادک[3] فیہ ومثلہ فی الارشاد، ج ۳ ص ۱۹۷۔ نیز کبیر میں ہے وایضا[4] المراد لیذوقوا بہذہ الحالۃ الجدیدۃ العذاب والا فہم ذائقون مستمرون علیہ۔ ارشاد ص ۱۹۷ میں ہے والتعبیر[5] من ادراک العذاب بالذوق لیس لبیان قلتہ بل لبیان ان احساسہم بالعذاب فی کل مرۃ کاحساس الذائق بالمذوق من حیث انہ لا یدخلہ نقصان بدوام الملابسۃ ومثلہ فی الخازن والکبیر، آگے

---

[1] یعنی ہم انہیں آگ میں داخل کریں گے، آگ میں بھونیں گے اور اسی طرح تفسیر کبیر میں ہے۔

[2] یعنی ہم صرف اس لئے ایسا کریں گے کہ وہ عذاب کا درد، پریشانی اور سختی پاتے رہیں۔

[3] یعنی تاکہ انہیں عذاب کا احساس و ذوق ہمیشہ ہوتا رہے اور کبھی ختم نہ ہو مثل قول تیرے کے عزت والے کو اعزک اللہ یعنی اللہ تعالیٰ تجھے ہمیشہ عزت پر رکھے اور اس میں تجھے زیادتی عطا کرے۔

[4] نیز مراد ہے کہ وہ اس نئی حالت میں عذاب چکھیں ورنہ عذاب تو ہمیشہ اور بالدوام پاتے رہیں گے۔

[5] عذاب پانے کو عذاب چکھنے سے تعبیر کرنے کا مطلب اس کی قلت کا بیان نہیں بلکہ شدتِ عذاب کے بیان کے لئے جس طرح پہلی مرتبہ کسی چیز کو چکھنے سے اس کی مٹھاس یا کڑواہٹ کا احساس شدید ہوتا ہے لیکن بعد میں کم ہو جاتا ہے مگر عذاب کی شدت میں کمی نہ ہو گی بلکہ ہمیشگی کے باوجود شدت بدستور قائم و دائم رہے گی۔

ارشادِ ارشاد ہے او للاشعار[1] بمرارۃ العذاب مع ایلامہ او للتنبیہ علی شدۃ تاثیرہ من حیث ان القوۃ الذائقۃ اشد الحواس تاثرا او علی سرایتہ للباطن۔ کبیر میں ہے ثم قال تعالیٰ ان اللہ کان عزیزا حکیما والمراد[2] من العزیز القادر الغالب ومن الحکیم الذی لا یفعل الا الصواب وذکرھما فی ھٰذا الموضع فی غایۃ الحسن لانہ یقع فی القلب التعجب من انہ کیف یمکن بقاء الانسان فی النار الشدیدۃ ابد الاٰباد فقیل ھٰذا لیس بعجیب الخ

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ بدلیاں کتنی دیر کے بعد ہوتی ہیں۔ معالم وخازن وارشاد میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ ایک ساعت میں سو بار تبدیل ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سنکر فرمایا ھٰکذا سمعت[3] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول

۱؎ یا اس کے سخت درد کے ساتھ اس کی کڑواہٹ کی خبر دینے کے لئے یا یہ بتانے کے لئے کہ اس عذاب کی تاثیر سخت ہوگی اس لئے کہ قوتِ ذائقہ بہ نسبت دیگر حواس کے شدید ترین متاثر ہوتی ہے یا اس لئے کہ وہ عذاب جسم کی گہرائیوں تک سرایت کرجائے گا۔

۲؎ عزیز سے مراد غالب قدرت والا اور حکیم سے مراد وہ کہ جو کام بھی کرتا ہے، درست اور صحیح کرتا ہے اور اس جگہ پر ان دو ناموں کا ذکر نہایت حسین ومناسب ہے کہ یہاں یہ وہم ہوسکتا تھا کہ اتنی سخت ترین آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انسان کی زندگی کیسے ممکن ہے؟ تو یہ اس وہم کا ازالہ ہے کہ وہ عزیز وحکیم ہے، وہ جو چاہے کرسکتا ہے، یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

۳؎ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے سنا۔

معالم وارشاد میں حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہ فرمودہ ہے کہ تأکلھم النار کل یوم سبعین الف مرۃ کلما اکلتھم قیل لھم عودوا فیعودون کما کانوا ومثلہ فی الخازن۔

سبحان اللہ! قدوۃ اہل التصوف سے ثابت ہوا کہ اتنا سخت عذاب ابدالآباد کفار کے لئے ہوتا ہی رہے گا۔[1] نیز ارشاد میں ہے لعل السر فی تبدیل الجلود مع قدرتہ تعالٰی علی ابقاء ادراک العذاب وذوقہ بحالہ مع الاحتراق او مع ابقاء ابدانھم علی حالھا مصونۃ عن الاحتراق ان النفس ربما تتوھم زوال الادراک بالاحتراق ولا تستبعد کل الاستبعاد ان تکون مصونۃ عن التألم والعذاب صیانۃ بدنھا عن الاحتراق[2]

سبحان اللہ! خالق الارواح والنفوس کو معلوم تھا کہ ایسے توہمات فاسدہ کاسدہ سد راہ ہوں گے پہلے سے ہی ازالہ فرما دیا۔ اور سنئے:

۵۔ واما الذین فسقوا فماوٰھم النار کلما ارادوا ان یخرجوا منھا اعیدوا فیھا وقیل لھم ذوقوا عذاب النار الذی کنتم بہ

---

[1] انہیں ہر روز ستر ہزار مرتبہ آگ جلائے گی۔ ہر گاہ آگ جلائے گی فوراً ان کے جسم پہلی حالت میں لوٹا دئے جائیں گے اور وہ پہلے کی طرح تازہ بنتے رہیں گے۔

[2] باوجودیکہ اللہ تعالٰی قادر ہے کہ ان کو احتراق کی حالت میں ہی عذاب دیتا رہے یا اتنی شدید آگ میں ان کے جسم جلنے نہ دے کہ عذاب اسی حال میں پاتے رہیں مگر شاید کہ اس تبدیلِ اجسام میں راز یہ ہے کہ کوئی یہ وہم کر سکتا تھا کہ احتراق کے بعد عذاب زائل ہو جائے گا یا ان کے ابدان کو آگ نہیں جلائے گی اور درد و عذاب سے محفوظ ہو جائیں گے تو اس وہم کا ابتداءً ہی ازالہ کر دیا۔ (ارشاد العقل ص ۱۸)

تکذبون پ۲۱ ع ۱۵۔ یعنی کفار کا ٹھکانا آگ ہے، جب کبھی نکلنا چاہیں گے اس میں سے پھیر دئے جائیں گے اس میں اور فرمایا جائے گا ان سے چکھو اس آگ کا عذاب جسے تم جھٹلاتے تھے۔

مدعٰی بالکل واضح ہے، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۵۶۴ میں اس آیت کے تحت اسی آیہ سے ایک وہم کا ازالہ بتلایا ہے اور وہی وہم قائل کو دامنگیر ہوا لہٰذا وہ عبارتِ کبیر لعینہا لکھی جاتی ہے اور پہلے بھی اسی قسم کے ازالے تفاسیر سے منقول ہو چکے ہیں، فرماتے ہیں:

وقولہ[1] تعالٰی کلما ارادوا ان یخرجوا منہا اعیدوا فیہا وقیل لھم ذوقوا اشارۃ الٰی معنی حکمی وھو ان المولم اذا تمکن و الالم اذا امتد لم یبق بہ شعور تام ولھٰذا قال الاطباء ان حرارۃ حمی الدق

---

[1] اس میں ایک حکمی معنٰے کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ درد دہ چیز جس وقت ٹھکانہ پکڑ لے اور درد ممتد ہو جائے یعنی طویل ہو جائے تو اس کا پورا شعور نہیں رہتا یعنی طبیعت کے ساتھ مل جاتا ہے اسی لئے طبیب کہتے ہیں کہ تپ دق کی حرارت تپ بلغمی کی حرارت سے اس قدر زیادہ ہے کہ جیسے آگ کی حرارت گرم پانی کی حرارت سے مگر اس کے باوجود تپ دق کی حرارت کو آدمی اتنا محسوس نہیں کرتا جتنا تپ بلغمی کی حرارت کو محسوس کرتا ہے اور یہ تپ دق کے جسم میں مدتِ دراز تک رہنے اور جاگزیں ہو جانے کے باعث ہے اور بلغمی بخار چونکہ نیا آتا ہے اس لئے اس کی حرارت ظاہر اور احساس زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر انسان سرد پانی میں ہاتھ ڈالے تو پہلے سردی کا بہت زیادہ احساس ہوتا ہے لیکن اگر کچھ عرصہ صبر کرے تو حاسہ کمزور ہو جائے گی اور برودت کی تکلیف اور درد خفیف بلکہ ختم ہو جائے گا۔ جب یہ بات جان لی تو اب سمجھیں کہ اللہ تعالٰے کے فرمان کلما ارادوا الآیۃ میں اس طرف اشارہ ہے اور اس وہم واشتباہ کا رد و ازالہ ہے کہ کفار کا عذاب ایسا نہیں ہو گا کہ مدت کے بعد طبیعت کے ساتھ مل کر رک جائے گا بلکہ ہر حال میں ان پر نیا دردناک عذاب اترتا رہیگا اور فرمانِ باری تعالٰے ذوقوا الآیۃ۔ اسی معنی کی تائید کرتا ہے۔

بالنسبۃ الی حرارۃ الحمی البلغمیۃ نسبۃ النار الی الماء المسخن

ثم ان المدقوق لا یحس من الحرارۃ بما یحس بہ من بہ الحمی

البلغمیۃ لتمکن الدق وقرب العہد بظہور حرارۃ الحمی البلغمیۃ

وکذلک الانسان اذا وضع یدہ فی ماء بارد یتألم یدہ

من البرد فاذا اصبر زمانا طویلا تثلج یدہ ویبطل عنہ ذلک الالم

الشدید مع فساد مزاجہ۔ اذا علمت ھذا فقولہ تعالٰی کلما ارادوا

ان یخرجوا منہا اعیدوا فیہا اشارۃ الی ان الالم لا یسکن عنہم بل یرد

علیہم فی کل حال امرمولم یجدد وقولہ ذوقوا عذاب النار

الذی کنتم بہ تکذبون یقرر ما ذکرنا۔

اور نکلنا چاہیں گے کیوں؟ اس کا جواب دوسری آیت میں موجود ہے، سنیئے:

فالذین کفروا .... لھم مقامع من حدید کلما ارادوا

ان یخرجوا منہا من غم اعیدوا فیہا وذوقوا عذاب الحریق [1]

معالم وخازن میں ہے یعنی کلما حاولوا الخروج من النار لما یلحقہم

من الغم والکرب الذی یاخذ بانفاسہم [2]

اور نکلنا چاہیں گے، کب؟ اس کا جواب خازن ومعالم وکبیر ج ۶ ص ۱۵۲، ارشاد ج ۷

---

[1] ترجمہ: کافر ہیں ان کے لئے لوہے کے گرز ہیں جب گھٹن کے سبب اس میں سے نکلنا چاہیں گے پھر اسی میں لوٹا دئے جائیں گے اور حکم ہوگا چکھو آگ کا عذاب۔ الحج، آیت: ۱۹ تا ۲۲

[2] یعنی غم وپریشانی جو ان کے سانس بند کر دے گی، کے سبب جب کبھی بھی جہنم سے نکلنے کا ارادہ کریں گے واپس لوٹا دئے جائیں گے۔ (ج ۵، ص ۹)

ص ۲۲ وغیرہا میں ہے، امام فخرالدین رازی کے الفاظ امام الطائفہ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے جو بہت بڑے صوفی بلکہ امام الصوفیا ہیں، یہ ہیں :-

ان النار تضربہم بلهبہا فترفعہم حتی اذا کانوا فی اعلاھا ضربوا بالمقامع فھووا فیہا سبعین خریفا [2]

ارشاد ج ۷ ص ۴۲۷ میں ہے یروی ان یضربھم لھب النار فیرتفعون الی طبقاتھا حتی اذا قربوا من بابھا و ارادوا ان یخرجوا منھا یضربھم اللھب فیھوون الی قعرھا وھکذا یفعل بھم ابدا الخ [3] حریق کا معنےٰ ارشاد و کبیر وغیرہا میں یہ ہے والنظم للامام والحریق الغلیظ من النار العظیم الاھلاک [4]

نکلنا تو چاہیں گے مگر نکل نہیں سکیں گے کہ قرآنِ کریم میں ہے :

۶- یریدون ان یخرجوا من النار وما ھم بخارجین منھا ولھم عذاب مقیم [5] پ ۶ ۔

ارشاد ج ۳ ص ۴۱۸ میں ہے قولہ عز وجل و ما ھم بخارجین منھا اما حال من فاعل یریدون او اعتراض و ایا ما کان فایثار الجملۃ الاسمیۃ

---

[1] طلبوا الخروج منھا کما فی الخازن ج ۲ ص ۳۹ تحت الکریمۃ الآیۃ والکبیر ج ۳ ص ۳۴ والارشاد ج ۳ ص ۴۱۸ ۔ نور غفرلہ

[2] بے شک آگ کے شعلے ان کو لگیں گے تو وہ شعلے ان کو اوپر اٹھائیں گے جس وقت بالائی طبقۂ نار میں پہنچیں گے تو فرشتے لوہے کی گُرزیں مار مار کر ستر سال کی گہرائی و پستی میں گرادیں گے۔ (تفسیر کبیر طبع جدید ج ۲۳ ص ۲۲)

[3] روایت کیا گیا ہے کہ آگ کا بھبوکا ان کو لگے گا تو وہ اوپر طبقاتِ نار کی طرف چڑھیں گے حتیٰ کہ جس وقت دروازۂ نار کے قریب ہوں گے اور نکلنے کا ارادہ کریںگے تو ان کو پھر نار کا شعلہ پڑے گا جس سے وہ پھر قعرِ نار میں جا گریں گے اور ان کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ اسی طرح کیا جاتا رہے گا۔

[4] حریق کا معنےٰ سخت آگ بہت ہلاک کرنے والی۔

[5] دوزخ سے نکلنا چاہیں گے اور وہ اس سے نہ نکلیں گے اور ان کو دوامی سزا ہے۔ المائدہ، آیت : ۳۷

على الفعلية مصدرة بما في الحجازية الدالة بما في خبره من ... على تاكيد النفي لبيان كمال سوء حالهم باستمرار عدم خروجهم منها فان الجملة الاسمية الايجابية كما تفيد بمعونة المقام دوام الثبوت تفيد السلبية ايضا بمعونة المقام دوام النفي لا نفي الدوام كما مر في قوله تعالى ما انا بباسط الخ وقرئ ان يخرجوا على بناء المفعول من الاخراج ولهم عذاب مقيم تصريح بما اشير اليه انفا من عدم تناهي مدته بعد بيان شدته [1]

نیز ظاہر کہ یہ عذاب جزائے کفر ہے چنانچہ صراحۃً بہت آیات سے ثابت ہے صرف ایک آیت پر اکتفار کیا جاتا ہے:

۷۔ ثم قیل للذین ظلموا ذوقوا عذاب الخلد هل تجزون الا بما کنتم تکسبون [2]

کبیر ج ۴ ص ۵۸۱ میں ہے واما قوله تعالیٰ هل تجزون الا بما کنتم تکسبون ففیه ثلث مسائل المسئلة الاولی انه تعالیٰ اینما

---

[1] قوله ماهم بخرجین منها یا تو یریدون کے فاعل سے حال ہے یا جملہ اعتراضیہ ہے جو بھی ہو جملہ فعلیہ پر جملہ اسمیہ کا اختیار جس پر ما نافیہ اور اس کی خبر پر بازائدہ جو تاکیدِ نفی پر دلالت کر رہا ہے ان کی پوری بدحالی اور آگ سے عدمِ خروج کی ہمیشگی کے بیان کے لئے ہے اس لئے کہ جس طرح جملہ اسمیہ مثبتہ قرائن کی مدد سے دوامی ثبوت کا فائدہ دیتا ہے، اسی طرح جملہ اسمیہ منفیہ مقامی معاونت سے نفی کے دوام کا فائدہ دیتا ہے، دوام کی نفی نہیں کرتا، جس طرح اللہ تعالیٰ کے قول ما انا بباسط کے بیان میں بیان ہوچکا ہے اور ان یخرجوا، اخراج مصدر سے مضارع مجہول بھی پڑھا گیا ہے و لهم عذاب مقیم میں بیانِ شدتِ عذاب کے بعد مدتِ عذاب کے غیر متناہی ہونے کی تصریح ہے جیسا کہ ابھی پہلے اشارہ کیا گیا۔

[2] پھر ظالموں سے کہا جائیگا ہمیشہ کا عذاب چکھو تمہیں کچھ اور بدلہ نہ ملے گا مگر وہی جو کماتے تھے۔ یونس، آیت: ۵۲

ذکر العقاب والعذاب ذکر ھٰذہ العلۃ کان سائلاً یسال، و یقول یارب العزۃ انت الغنی عن الکل فکیف یلیق برحمتک ھٰذا التشدید والوعید فھو تعالیٰ یقول انما عاملتہ بھٰذہ المعاملۃ ابتداء بل ھٰذا وصل الیہ جزاء علی عملہ الباطل [1]

پس جزائے کفر میں یہ کیونکر متصور کہ عذب و آرام ہو کہ کفر اعظم جنایات ہے، اس کی جزا بھی جزاء اعظم ہوگی نیز عذابِ کفار ایسے اندازوں میں بیان فرمایا گیا ہے کہ جن میں تاویلِ مؤولین چل ہی نہیں سکتی چنانچہ مذکور ہوا اور ہوتا ہے، سنئے :

۸۔ من اعرض عنہ فانہ یحمل یوم القیٰمۃ وزرا خٰلدین فیھا وساء لھم یوم القیٰمۃ حملا [2] (پ ۱۶ ع ۱۴)

وزر کا معنٰے بوجھ اور اس سے مراد عذاب ہے۔ اب کہئے کہ یہ بھی عذب ہو سکتا ہے؟

کبیر ج ۶ ص ۱۷، ارشاد ج ۷ ص ۵۵ والنظم من ھٰھنا وزرا ای عقوبۃ ثقیلۃ

---

[1] اللہ تعالیٰ کا قول ھل تجزون الا بما کنتم تکسبون اس میں تین مسائل ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس جگہ بھی عذاب وعقاب کا ذکر کیا، اس کی علت وسبب بھی بیان کیا (یعنی انسان کا اپنا کسبِ عمل) گویا کہ کوئی سوال کرتا ہے۔ اے رب العزت تو کُل عالم و مافیہ سے بے نیاز ہے تو یہ اتنی سختی اور وعیدِ شدید تیری رحمت کے کس طرح لائق ہے؟ تو اس کا جواب بیان کیا کہ اس کے ساتھ یہ معاملہ میں نے ابتداءً اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ یہ اس کے اپنے عملِ باطل وشنیع کی جزاء اور اپنے ہی کردار کی سزا ہے۔

[2] جو اس سے منہ پھیرے تو بیشک وہ قیامت کے دن ایک بوجھ اٹھائے گا وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ قیامت کے دن ان کے حق میں کیا ہی بُرا بوجھ ہوگا۔ طٰہٰ، آیت : ۱۰۰ تا ۱۰۱۔

فادحة علی کفرہ وسائر ذنوبہ وتسمیتہا وزرا التشبیہہا فی ثقلہا علی المعاقب وصعوبۃ احتمالہا بالحمل الذی یفدح الحامل وینقض ظہرہ او لانہا جزاء الوزر وھو الاثم والاول ھو الانسب بما سیأتی من تسمیتہا حملا [1]

عذاب کا عذب ہونا ورکنار اتنی شدت ہوگی کہ کفار صرف ایک دن ہی کی تخفیف کے متمنی ہوں گے۔ التجائیں کریں گے مگر وہ بھی نہ سنی جائیں گی اور ایک دن سے زائد کی تخفیف تو ان کی نظر میں بھی اس قدر مستحیل وغیر ممکن ہوگی کہ اس کی آرزو بھی نہ کر سکیں گے۔ سنیئے:

۹۔ وقال الذین فی النار لخزنۃ جہنم ادعوا ربکم یخفف عنا یوما من العذاب [2] (ر ۲۴ع ۱۰)

ارشاد ج ۷ ص ۶۲۹ میں ہے واقتصارھم فی الاستدعاء علی ما ذکر من تخفیف قدر یسیر من العذاب فی مقدار قصیر من الزمان دون رفعہ رأسا او تخفیف قدر کثیر منہ فی زمان مدید لان ذلک عندہم مما لیس فی حیز الامکان ولا یدخل تحت امانیہم [3]

---

[1] وزر کا معنے سخت بھاری سزا اس کے کفر اور باقی تمام گناہوں پر مشقت ڈالنے والی اس عقوبت کا نام وزر رکھنے میں تشبیہ ہے اسکے ناقابل برداشت بوجھ اور سختی کی اس بوجھ کے ساتھ جو اٹھانے والی پر بھاری ہو اور پیٹھ توڑ دے یا اس لئے کہ یہ اس وزر یعنی گناہ کی سزا ہے اور پہلی وجہ زیادہ مناسب ہے جیسے آگے اس کا نام حمل آتا ہے۔

[2] اور جو آگ میں ہیں اس کے داروغوں سے بولے اپنے رب سے دعا کرو ہم پر عذاب کا ایک دن ہلکا کر دے المؤمن آیت ۴۹

[3] اور کفار کا عذاب میں تھوڑی سی تخفیف تھوڑے سے وقت کے لئے مانگنے پر اقتصار کرنا اور عذاب سے خلاصی یا زمانہ طویل تک تخفیف کا طلب نہ کرنا اس لئے کہ عذاب سے رہائی یا عرصہ دراز تک تخفیف ان کے نزدیک ناممکن اور انکی تمناؤں اور امیدوں کے تحت داخل ہی نہیں ہوگی۔

عذاب سے اتنے تنگ آئیں گے کہ مرنا پسند کرینگے، استدعائیں کریں گے، ارشادِ اعلیٰ ہے :۔

۱۰۔ ان المجرمین فی عذاب جھنم خٰلدون لا یفتر عنھم وھم فیہ مبلسون وما ظلمنٰھم ولکن کانوا ھم الظٰلمین ونادوا یٰملک لیقض علینا ربک قال انکم مٰکثون ۔ ۱؎ ۲۵ ع ۱۳۔

دنیا کا عذاب گو کتنا ہی بڑا ہو اور سخت ہو اس سے آخر نجات ہو جاتی ہے کہ معذب یا مر جاتا ہے اور یا جھیلتا جھیلتا عادی فاسد المزاج ہو جاتا ہے، تکلیف محسوس نہیں کرتا یا رونے چیخنے سے عذاب دینے والا عذاب اٹھالیتا ہے یا عذر و استدعا کرنے سے چھوڑ دیتا ہے یا کوئی حمایتی سفارشی چھڑالیتا ہے مگر عذاب آخرت میں کفار کے لیئے کوئی امیدِ رہائی بلکہ کمی عذاب متصور ہی نہیں چہ جائیکہ عذاب عذب ہو جائے سبوح و قدوس فرماتا ہے :۔

۱۱۔ والذین کفروا لھم نار جھنم لا یقضی علیھم فیموتوا ولا یخفف عنھم من عذابھا کذٰلک نجزی کل کفور وھم یصطرخون فیھا ربنا اخرجنا نعمل صالحا غیر الذی کنا نعمل اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاءکم

۱؎ بے شک مجرم جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ کبھی ان پر سے ہلکا نہ پڑیگا اور وہ اس میں بے آس رہیں گے اور ہم نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا ہاں وہ خود ہی ظالم تھے اور وہ پکاریں گے اے مالک تیرا رب ہمیں تمام کر چکے (یعنی موت دیدے) وہ فرمائے گا تمہیں تو ٹھہرنا ہے۔

الزخرف، آیت ۷۴ تا ۷۷

الذین کفروا لہم نار جہنم لا یقضی علیہم فیموتوا ولا یخفف عنہم من عذابہا کذٰلک نجزی کل کفور وہم یصطرخون فیہا ربنا اخرجنا نعمل صالحا غیر الذی کنا نعمل اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر فذوقوا فما للظلمین من نصیر [1]

کبیر ج ۷ ص ۲۸ میں ہے وفیہ لطائف، الاولیٰ ان العذاب فی الدنیا ان دام کثیرا یقتل فان لم یقتل یعتادہ البدن ویصیر مزاجا فاسدا متمکنا لا یحس بہ المعذب فقال عذاب نار الاخرۃ لیس کعذاب الدنیا اما ان یفنی واما ان یالفہ البدن بل ھو فی کل زمان شدید والمعذب فیہ دائم الثانیۃ راعی الترتیب علی احسن وجہ وذٰلک لان الترتیب ان لا ینقطع العذاب ولا یفتر فقال لا ینقطع ولا باقوی الاسباب وھو الموت حتی یتمنون الموت ولا یجابون کما قال تعالیٰ ونادوا یٰملک لیقض علینا ربک ای بالموت [2]

---

[1] اور جنہوں نے کفر کیا ان کے لئے جہنم کی آگ ہے، نہ ان کی قضا آئے کہ مر جائیں اور نہ ان پر اس کا عذاب کچھ ہلکا کیا جائے ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ہر بڑے ناشکرے کو اور وہ اس میں چلاتے ہوں گے اے ہمارے رب ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا تو اب چکھو، ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ فاطر، آیت: ۳۶، ۳۷۔

[2] اس میں کئی لطائف ہیں، پہلا یہ کہ دنیا میں عذاب اگر لمبا ہو جائے تو انسان کو قتل کر دیتا ہے اور قتل نہ کرے تو مزاج فاسد ہو کر اس کا عادی ہو جاتا ہے اور پھر اس کا احساس ختم ہو جاتا ہے تو فرمایا کہ آخرت کا عذاب ایسا نہیں کہ فنا کر دے یا بدن اس کا عادی ہو جائے بلکہ وہ ہر وقت سخت اور انسان کافر اس میں ہمیشہ عذاب دیا گیا ہوگا، دوسرا لطیفہ نہایت حسین ترتیب کی رعایت کی کہ عذاب نہ منقطع ہوگا اور نہ سست ہوگا اور نہ سب سے قوی سبب انقطاع عذاب سے جو موت ہے حتیٰ کہ موت کی آرزو کریں گے تو جواب ہی نہ دیا جائے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اور وہ پکاریں گے اے مالک تیرا رب ہمیں تمام کر چکے یعنی موت دے دے۔

باری تعالیٰ کا ارشاد سن چکے کہ کافروں کے لئے خلاصی و تخفیفِ عذاب نہیں حضرت مالک کا جواب پڑھ چکے کہ انکم ماکثون ۔ خزنۂ جہنم فرمائیں گے فادعوا و ما دعوٴ الکفرین الا فی ضلل [1] ۔۴۳

عباد الرحمن بھی اس کے مقر ہیں ان عذابہا کان غراما [2] ۔۴۶ ۔ خود کفار اس کا اقرار کریں گے سواء علینا اجزعنا ام صبرنا مالنا من محیص [3] نصوص ماضیہ کے علاوہ بکثرت نصوصِ قرآن کریم موجود احادیث جلیلہ جزیلۃ التعداد باحسن الوجوہ یہی فرما رہی ہیں ۔ اقوالِ مفسرین و ائمۂ دین و علمائے ربانیین بے شمار ہیں ۔ اس پر اجماع جمیع مسلمین ہے ۔ مواقف [ع] و شرح مواقف میں ہے (ج ۸ ص ۸ ـ ۳۰۷) اجمع المسلمون علی ان الکفار مخلدون فی النار ابدا لا ینقطع عذابہم سواء بالغوا فی الاجتہاد والنظر فی معجزۃ الانبیاء و لم یہتدوا او علموا نبوتہم و عاندوا او تکاسلوا وانکرہ ای تخلیدہم فی النار طائفۃ خارجۃ عن الملۃ الاسلامیۃ الی ان قال لا یخرب معہا بنیۃ بالنار مع کونہ متاذیا بہا الی ان قال ہو اعلم ان الکتب والسنۃ والاجماع المنعقد قبل ظہور المخالفین یبطل ذلک بل نقول و ہو مخالف لما علم

---

[1] تو تمہیں دعا کرو اور کافروں کی دعا نہیں مگر بھٹکتے پھرنے کو ۔"
المؤمن ، آیت : ۵۰

[ع] کتاب المواقف از قاضی عضد الدین عبد الرحمن بن احمد و شرحہ تالیف سید شریف علی بن محمد الجرجانی (م ۸۱۶ھ) مطبعۃ السعادۃ مصر

[2] بیشک اس کا عذاب لازم جدا نہ ہونے والا ہے ۔ الفرقان ، آیت ۶۵

[3] ہم پر ایک سا ہے چاہے بے قراری کریں یا صبر سے رہیں ہمیں کہیں پناہ نہیں (ابراہیم ، آیت ۲۱)

من الدین ضرورۃ ؎۱

شفا ج ۲ ص ۲۵۱ میں ہے وکذلک من انکر الجنۃ او النار او البعث او الحساب او القیامۃ فھو کافر باجماع للنص علیہ واجماع الامۃ علی صحۃ نقلہ متواترا وکذلک من اعترف بذلک ولکنہ قال ان المراد بالجنۃ والنار والحشر والنشر والثواب والعقاب معنی غیر ظاھرہ وانھا لذات روحانیۃ ومعان باطنۃ ؎۲ **اور ایلامِ عذاب کا ثبوت ایلامِ نار کا ثبوت ہے کہ وہ عذابِ نار وغیرہا ہی سے ہے بلکہ نار کے ایسے اوصاف علیحدہ بھی آیات واحادیث میں مذکور کہ یہ تاویل متصور**

؎۱ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ کفار آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور انکا عذاب کبھی بھی منقطع نہ ہوگا، برابر ہے کہ کفار نے انبیاء کے معجزات میں غور کیا اور سمجھنے کی کوشش کی اور ہدایت نہ پائی کافر ہی رہ گئے یا ان کی نبوت کو جان لیا اور عناد و تکاسل کے سبب ایمان سے محروم رہے ہوں اور ملتِ اسلامیہ سے نکلا ہوا ایک گروہ کفار کے ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا منکر ہے لیکن ہم ان کے شبہ کے ازالہ میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی قادر ہے اس پر کہ ان کے جسموں کو باقی رکھے اور وہ آگ میں خراب نہ ہوں اور عذاب کی اذیت پاتے ہیں (آگے فرمایا) یقین کیجئے کہ کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماعِ امت جو منکرین کے وجود و ظہور سے قبل منعقد اور قائم ہو چکا ہے۔ منکرین کے زعمِ فاسد و غلط کو باطل کرتا ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ منکرین کا گمان ایسے حکم کے خلاف ہے جس کا حکم وامر دین سے ہونا بالضرورۃ معلوم ہو چکا ہے۔

؎۲ اور اسی طرح جو شخص جنت و دوزخ، حشر و نشر، حساب اور قیامت کا انکار کرے تو وہ بھی کافر ہے بالاجماع کہ یہ چیزیں نص کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہیں اور اسکی نقل صحت کے ساتھ ہم تک تواتر سے پہنچی ہے اور اسی طرح وہ بھی کافر ہے جو ان چیزوں کو مانتا اور اقرار تو کرتا ہے مگر جنت و دوزخ، حشر و نشر اور ثواب و عقاب کے ظاہری مرادی معانی کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ان سے روحانی لذتیں اور باطنی معانی مراد ہیں۔

ہو ہی نہیں سکتی چنانچہ بعض نصوصِ آیات وتفاسیر واعلام گزر چکیں اور ان کے علاوہ بکثرت موجود توامس وشمس کی طرح واضح ولائح ہوا کہ انکارِ ایلامِ عذاب ونار کی طرف اصلا کوئی سبیل نہیں، مسلم من حیث ہو مسلم اس کا تصور ہی نہیں کر سکتا۔

باقی رہا وہ قول جو منسوب بسیدنا ابنِ عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا ہے وہ ہرگز ہرگز اس قابل نہیں کہ اس پر اعتماد کر کے انکارِ ایلامِ مذکور ہوسکے، اوّلاً تو یوں کہ اگر بفرضِ غلط وہ سیدنا ابنِ عربی کا قول ہو تو قرآنِ عربی ورسولِ عربی کے فرامین غیر قابل التاویل کے سامنے محض مضمحل وغیر مسموع ہوگا نہ کہ الٹا فرامین المحکمہ کو مضمحل وغیر مسموع بنادے کہ عذاب ونار کے لفظ خاص اور خاص افادہ معنیٰ میں قطعی ہوتا ہے حتّٰے کہ خاص قرآن کے مقابل ایسی خبرِ واحد جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو بلکہ خود رب العزت تبارک وتعالےٰ کی بارگاہِ والا کی جانب منسوب ہو اور خاص قرآن کے ساتھ اس کی توفیق نہ ہوسکے تو اسے چھوڑا جائے گا نہ کہ خاص میں تاویلیں کی جائیں تو خبرِ واحد منسوب بہ ابنِ عربی جو کامل خبرِ واحد ہی نہیں، کس طرح معتمد ہوسکے؟ منار ونور الانوار (کانپوری) ص ۱۵، تنقیح ۹۷ وتوضیح ۹۸ وتلویح ۹۹ (مطبوعہ دار الاشاعت) وغیرہا میں ہے والنظم لسعد الملۃ والدین ان الخاص یتناول مدلولہ قطعا ویقینا[1] بلکہ نصوصِ عذابِ کفار محکمہ[3] ہیں کہ ان کا نسخ جائز ہی نہیں نیز اخبار ہیں اور اخبار میں نسخ جاری نہیں ہوسکتی، اتقان ج ۲ ص ۲۱ میں ہے اما الخبر الذی لیس بمعنی الطلب فلا یدخلہ النسخ ومنہ الوعد والوعید[2] الخ۔

---

[1] بیشک خاص اپنے مدلول کو یقینی اور قطعی طور پر شامل ہوتا ہے۔

[2] ایسی خبر جس میں معنی طلب نہ ہو وہ منسوخ نہیں ہوسکتی اور وعدۂ ثواب اور وعیدِ عقاب اسی قبیلہ سے ہے۔

[3] چنانچہ قرات مرویہ بروایۃ آحاد ۱۲ نور غفرلہ صے تنقیح ص ۴۰ ۳ توضیح وحسامی ص ۸ ومنار ص ۸۷ میں ہے واللفظ من هنا اما المحکم فما احکم المراد بہ عن احتمال النسخ والتبدیل[3] ۱۲ نور غفرلہ۔

حسامی ص ۸۰ (مطبوعہ سعیدی) میں ہے ومحلہ حکم یکون فی نفسہ محتملا للوجود والعدم ومثلہ فی المنار[1]۔ تلویح ص ۳۴۲ میں ہے لان اخبار اللہ تعالٰی لایحتمل النسخ لتعالیہ عن الکذب و الغلط[2] نصوص مذکورہ مؤیدہ ہیں اور مؤبد منسوخ نہیں ہوسکتا۔ حسامی ص ۸۱-۸۰ میں ہے ولم یلتحق بہ ما ینافی النسخ من توقیت او تابید ثبت نصا کما فی قولہ تعالٰی خٰلدین فیہا ابدا و مثلہ فی المنار والتلویح[3] خصوصاً محکم[4] کے مقابلہ ظاہر، نص، مفسر مرجوح ہیں۔ حسامی ص ۹، تنقیح ص ۳۴۳، تلویح ص ۳۴۴۔ منار و نور الانوار ص ۸۸ میں ہے واللفظ لسعد الملۃ والدین فیقدم النص علی الظاہر و المفسر علیہما والمحکم علی الکل[5] الخ تو ایک قول سے کیسے منسوخ ہوسکیں گی اور یہ کہنا کہ تاویل کریں گے، محض غلط کہ محکم میں تاویل بھی نہیں ہوسکتی۔ تنقیح و تلویح ص ۳۴۲ حسامی ص ۸، منار و نور الانوار ص ۸۷ میں ہے واللفظ منہما وحکمہ وجوب العمل بہ من غیر احتمال لاحتمال التاویل والتخصیص فہو اتم القطعیات فی افادۃ الیقین[6] اور اس سے قطع نظر کرکے بھی تاویلِ عذب نہیں بن سکتی کہ تاویل ہی تعکیس

---

[1] نسخ کا محل (جگہ) ایسا حکم ہے جو وجود و عدم دونوں کا احتمال رکھتا ہو، منار میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔
[2] اس لئے کہ اللہ تعالٰی کی خبریں منسوخ ہونے کا احتمال نہیں رکھتیں کہ وہ جھوٹ اور غلطی سے پاک ہے۔
[3] یعنی وہ حکم منسوخ ہوسکتا ہے جس کے ساتھ نص سے ثابت نسخ کے منافی قید لاحق نہ ہو جیسے تعیین وقت یا ہمیشگی کی قید جیسے اللہ تعالٰی کے قول خٰلدین فیہا ابدًا میں۔ منار اور تلویح میں بھی اسی طرح ہے۔
[4] محکم وہ ہے جس سے مراد پختہ ہو کہ نسخ و تبدیل کا احتمال باقی نہ رہے۔
[5] ظاہر سے نص مقدم اور مفسر ان دونوں پر مقدم اور محکم سب پر مقدم ہے۔
[6] محکم کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل لازم ہوتا ہے اور اس میں کسی تاویل و تخصیص کی گنجائش نہیں تو یہ تمام قطعی نصوص سے یقین کا فائدہ دینے میں کامل و قوی ترین ہے۔

مراد نہیں ہوتی بلکہ اس میں موافقت اوّل و آخر آیت و کتاب و سنت ضروری ہے ورنہ اسے تاویل حق نہیں کہہ سکتے۔ خازن ج۱ ص۶ و معالم ج۱ ص۱۲ و اتقان ج۲ ص ۱۸۰ میں ہے والنظم للسیوطی علیہ الرحمۃ و قال البغوی والکواشی و غیرھما التاویل صرف الاٰیۃ الی معنی موافق لما قبلھا و ما بعدھا تحتملہ الاٰیۃ غیر مخالف للکتٰب والسنۃ من طریق الاستنباط[1]۔

اب نظرِ انصاف سے دیکھنا کہ عذب اول و آخر و نفس آیات عذاب و کتاب و سنت کے مخالف ہے کما یتبین مما ذکرت بادنیٰ تامل تو اس کا نام تاویل حق نہیں ہو سکتا اور جو مخالف ہو اس کے متعلق فرماتے ہیں و اما التاویل المخالف للاٰیۃ والشرع فمحظور لانہ تاویل الجاھلین[2] الخ

ایسی تاویلوں کے متعلق شفاء شریف ج۲ ص ۲۴۵، ۲۴۶، العقائد النسفی ص ۱۹، اتقان ج۲ ص ۱۸۴ میں ہے و النظم للسیوطی قال النسفی فی عقائدہ النصوص علی ظاھرھا والعدول الی معان یدعیھا اھل[3] الباطن الحاد[4]۔ ثانیا یہ

---

[1] یعنی تاویل کا معنی کسی آیت کو ظاہری معنی سے بطریقِ استنباط ایسے معنی کی طرف پھیرنا جو آیت کے اول و آخر کے موافق ہو اور آیت اس کا احتمال رکھتی ہو اور وہ معنی کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو۔

[2] البتہ ایسی تاویل جو آیت و شرع کے خلاف ہو وہ منع اور ناجائز ہے کہ ایسی تاویل جاہلوں کی تاویل مردود ہے۔

[3] ان نصوص کے ظاہری معانی ہی حق و معتبر ہیں اور ظاہری معانی چھوڑ کر جو جھوٹے اہلِ باطن بننے والے معانی بیان کرتے ہیں وہ الحاد اور بے دینی ہے۔

سہ المراد من اھل الباطن المدعون الکذابون لا اھل الباطن فی نفس الامر[3] ۱۲ نور غفرلہ۔

[4] اس سے وہ لوگ مراد نہیں جو واقعی اہلِ باطن میں سے ہیں، بلکہ اہلِ باطن ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے مراد ہیں ۱۲

کیسے متیقن ہوا کہ یہ مقولہ سیدنا محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کا ہے، اس کا یقین نہیں ہو سکتا کہ یقیناً ان کی کتابوں میں یہود نے اپنے مفتریاتِ باطلہ داخل کر دیے ہیں۔ در المختار ج۳ ص۴۰۶ مطبوع مع الشامی[عـہ] میں ہے فیہ[للعـہ] کلمات تباین الشریعۃ و تکلف بعض المتصلفین لارجاعھا الی الشرع لکنا تیقنا ان بعض الیھود افتراھا علی الشیخ قدس سرہ[1]۔ انہار الانوار[صـہ] ص۲ میں ہے کہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لواقح الانوار میں فرماتے ہیں قدم علینا الاخ العالم الشریف شمس الدین السید محمد بن السید ابی الطیب المدنی المتوفی ۹۵۵ھ خمس وخمسین وتسع مائۃ فاخرج الی نسخۃ من الفتوحات التی قابلھا علی النسخۃ التی علیھا خط الشیخ محی الدین نفسہ بقونیۃ فلم ار فیھا شیئا مما توقفت فیہ وحذفتہ فعلمت ان النسخ التی فی مصر الأن کلھا کتبت من النسخۃ التی دسوا علی الشیخ فیھا ما یخالف عقائد اھل السنۃ[2] والجماعۃ کما وقع لہ ذلک فی کتاب الفصوص وغیرہ الخ تو کیا عجب کہ قولِ مذکور بھی افترائے یہود ہو بلکہ اگر یاں

---

[1] یعنی فصوص الحکم میں ایسے کلمات ہیں جو شریعت کے خلاف ہیں، بعض تکلف کرنے والوں نے ان کو شریعت کے مطابق بنانے کی کوشش کی ہے لیکن ہمیں یقین ہو چکا ہے کہ بعض یہودیوں نے شیخ ابن عربی علیہ الرحمہ پر افترا کیا ہے اور انکی کتابوں میں تحریف کی ہے

للعـہ ای فصوص الحکم ۱۲ منہ غفر لہ عـہ مصری، ج۴

صـہ یہ رسالہ فتاوٰی رضویہ جلد سوم کے ص ۵۲۰ تا ۵۴۹ میں بھی موجود ہے۔ (مرتب)

[2] امام شعرانی فرماتے ہیں میرے پاس سید محمد بن سید ابو الطیب مدنی تشریف لائے اور انہوں نے فتوحاتِ مکیہ کا ایسا نسخہ دکھایا جو خود شیخ ابنِ عربی کا لکھا ہوا تھا، اس میں میں نے وہ کوئی بات نہ دیکھی جس میں میں نے توقف کیا اور اس کو حذف کر دیا تھا۔ اس پر مجھے یقین ہو گیا کہ جو نسخے مصر میں اب موجود ہیں وہ اسی نسخہ سے نقل کیے گئے ہیں جس میں مخالفین نے تحریف کی تھی جو عقائدِ اہلِ سنّت و جماعت کے خلاف ہے۔

معنٰے ہے تو ضرور افترا، یہود ہی ہوگا کہ موافق عقیدۂ باطلۂ یہود ہے، قرآنِ کریم میں ہے وقالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودات[1] پ۱ ع۹ اور اس کا رد خود قرآنِ کریم میں موجود ہے کہ قل اتخذتم عند اللّٰہ عھدا فلن یخلف اللّٰہ عھدہ ام تقولون علی اللّٰہ ما لا تعلمون بلٰی من کسب سیئۃ واحاطت بہ خطیئتہ فاولٰئک اصحٰب النار ھم فیھا خٰلدون[2]۔ تو واجب کہ اس قول کو دیکھا ہی نہ جائے چہ جائیکہ آیات سے ٹکرائے۔

اسی درالمختار میں ہے فیجب الاحتیاط بترک مطالعۃ تلک الکلمات وقد صدر امر سلطانی بالنھی فیجب الاجتناب من کل وجہ[3] انتھٰی فلیحفظ۔

ثالثاً متیقن کہ قولِ مذکور بایں معنٰے ہرگز ہرگز سیدنا ابنِ عربی رضی اللّٰہ تعالٰے عنہ و امدنا ببرکاتہ کا قول نہیں کہ آپ یقیناً ولی اور ولی کا عقیدہ یقیناً مخالفِ شرع نہیں ہوسکتا اور یہ مخالفِ شرع۔ خود سیدنا محی الدین ابنِ عربی رضی اللّٰہ تعالٰے عنہ فتوحاتِ مکیہ میں فرماتے ہیں اعلم ان میزان الشرع الموضوعۃ فی الارض ھی بایدی العلماء

---

[1] اور بولے ہمیں تو آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن۔ البقرہ، آیت ۸۰

[2] تم فرماؤ کیا خدا سے تم نے کوئی عہد لے رکھا ہے جب تو اللّٰہ تعالٰے ہرگز اپنا عہد خلاف نہ کرے گا یا خدا پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہاں کیوں نہیں جو گناہ کمائے اور اسکی خطا اسے گھیر لے وہ دوزخ والوں میں ہے، انہیں ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔ البقرہ، آیت ۸۰-۸۱

[3] لہٰذا احتیاط کرنا واجب کہ ان کی کتابوں کا مطالعہ نہ کیا جائے حالانکہ منع کا شاہی حکم وارد ہوچکا ہے تو ہر وجہ سے بچنا ضروری ہے۔

من الشریعۃ فما خرج ولی عن میزان الشرع المذکور مع وجود عقل التکلیف وجب الانکار علیہ[1] (از مقال العرفاء ص ۳۴)

حجۃ الاسلام امام غزالی احیاء العلوم شریف قلمی ص ۲۲۴ میں فرماتے ہیں وکذا لابد من تصحیح ظاھر الشریعۃ اولا و اٰخرا[2]۔ حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب شریف ص ۱۲ میں فرماتے ہیں: پس معرفت بے پذیرفت شریعت درست نیاید[3]۔ حضرت سیدنا محی الدین غوث الاعظم صلے اللہ تعالےٰ علیٰ جدہ الکریم وعلیہ وسلم فتوح الغیب شریف ص ۷۶ میں فرماتے ہیں کل حقیقۃ ردتہا الشریعۃ فھی زندیقۃ[4]۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اس ارشاد والا کا ترجمہ وشرح یوں فرماتے ہیں: یعنی اگر یکے را خلافِ حکمِ شریعت چیزے کشف شود ودعوٰی امر بداں کند باطل است واگر اعتقاد بداں کند کافر و زندیق گردد نعوذ باللہ من ذٰلک[5]۔ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمہ اللہ تعالےٰ کے ملفوظات

---

[1] یقین کیجئے شریعت کا ترازو جو زمین پر اتارا اور رکھا گیا ہے وہی ہے جو علمائے شریعت کے ہاتھوں میں ہے تو جو ولی عقلِ تکلیفی کے باوجود اس میزانِ شریعت سے باہر نکلے اس کا رد اور انکار واجب ہے۔

[2] اور یوں ہی اول وآخر ظاہر شریعت کو صحیح ماننا ضروری ہے۔

[3] لہٰذا ایسی معرفت جس کو شریعت قبول نہ کرے درست اور صحیح نہیں۔

[4] ہر وہ حقیقت جس کو شریعت رد کرے بے دینی ہے۔

[5] اگر کسی کو خلافِ حکمِ شریعت کشف ہو اور وہ اس کا دعوٰی کرے باطل ہے اور اگر اس کے صحیح ہونے کا اعتقاد کرے تو کافر و زندیق ہو جائے گا۔

مبارکات ص ۱۲۸ میں ہے: یک فعلِ غیر مشروع بندہ را از مرتبۂ ولایت بیفگند۔[1] نور الانوار میں ہے الہام الاولیاء حجۃ فی حق انفسہم ان وافق الشریعۃ۔[2]

رابعاً صوفیاء کرام نے اپنے مصطلحات مقرر کیے ہوئے ہیں کہ ان کے معانی الفاظِ متعارفہ کے معانی سے غیر ہیں تو جو ان کو معانی متعارفہ پر محمول سمجھ کر اعتقاد کرے کافر ہو جاتا ہے، اور وہ شبیہ بالمتشابہ ہیں مثل افعال سیدنا خضر صلی اللہ علیٰ نبینا وعلیہ وسلم۔ شامی ج ۳ ص ۴۰۶ میں ہے ان الصوفیۃ تواطؤا علی الفاظ اصطلحوا علیہا وارادوا بہا معانی غیر المعانی المتعارفۃ منہا بین الفقہاء فمن حملہا علی معانیہا المتعارفۃ کفر نص علی ذلک الغزالی فی بعض کتبہ وقال انہ شبیہ بالمتشابہ فی القرآن والسنۃ کالوجہ والید والعین والاستواء۔[3] لہٰذا خود سیدنا ابنِ عربی رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم ایسی قوم ہیں کہ ہماری کتابوں میں نظر کرنا حرام ہے۔ وہیں شامی میں ہے فقد نقل عنہ انہ قال نحن قوم یحرم النظر فی کتبنا۔ تو بالجملہ جب ہمیں کسی کتاب منسوب الیہ میں کوئی کلمہ خلافِ شرع ملے تو سب سے پہلے یہ تصفیہ ضروری ہے کہ آیا یہ نسبت کتاب صحیح ہے؟ ہو سکتا ہے کہ آپ کی نہ ہو اور پھر

---

[1] خلافِ شرع ایک معمولی کام بھی بندہ کو رتبۂ ولایت سے گرا دیتا ہے۔

[2] اولیاء کرام کا الہام خود ان کے اپنے حق میں حجت ہے بشرطیکہ شریعت کے موافق ہو۔

[3] صوفیاء کرام کچھ الفاظ کے بارے میں اپنی اصطلاح پر موافقت کرتے ہوئے فقہاء کے درمیان متعارف معانی کے سوا دیگر معانی مراد لیتے ہیں تو جو شخص ان الفاظ کے صوفیاء کی عبارات میں بھی وہی متعارف معانی سمجھے اور درست کہے کافر ہو جائیگا۔ امام غزالی نے اِس پر نص کی ہے اور فرمایا کہ یہ الفاظ قرآن وسنت کے متشابہ کلمات وجہ، ید، عین، استواء کی طرح ہیں جن کے معانی اور مرادات وہی جانتے ہیں ان تک ہماری عقل کی رسائی نہیں۔

اس کلمۂ مخالفہ کی تحقیق کرنی ضروری ہے کہ آیا یہ کلمہ بھی ان کا ہے، ہو سکتا ہے کہ کسی بے دین بدمذہب نے اس کتاب میں دھنسا دیا ہو اور جب یہ ثبوت بھی مل جائے تو پھر یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ انہوں نے وہ معنی مخالفِ شرع ارادہ کیا ہے چہ جائیکہ اسے یقینی سمجھا جائے۔

وہیں شامی میں ہے واذا ثبت اصل الکتب عنہ فلابد من ثبوت کل کلمۃ لاحتمال ان یدس فیہ مالیس منہ من عدو او ملحد او زندیق و ثبوت انہ قصد بھذہ الکلمۃ المعنی المتعارف وھذا لاسبیل الیہ ومن ادعاہ کفر لانہ من امور القلب التی لایطلع علیہا الا اللہ تعالیٰ [1] لہٰذا اس قول و امثالہ کے متعلق صاوی علی الجلالین ج ۲ ص ۱۹۴ میں ہے وھذہ الاقوال باطلۃ ونسبتہا لمحی الدین ابن العربی کذب وعلی فرض صحتہا یجب تاویلہا [2]

بالجملہ یہ قول بایں معنے یقیناً حضرت سیدنا ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نہیں ہو سکتا اور اگر وہ حضرت اپنے خاص مصطلحات شبیہ متشابہات میں کچھ فرما گئے ہیں تو وہ فرمود یقیناً کوئی اور

---

[1] جس وقت یہ ثابت ہو جائے کہ یہ کتاب فی الواقع اسی مصنف کی ہے جس طرف نسبت کی گئی ہے تو یہ ثبوت بھی ضروری ہے کہ اس کی ہر عبارت کا ہر کلمہ اسی کا ہے کہ کسی بد عقیدہ مخالف نے ادل بدل نہ کر لیا ہو پھر یہ ثبوت بھی ضروری کہ مصنف نے اس کلمہ سے وہی معنیٰ متعارف مراد لیا ہے جو خلافِ شرع ہے مگر یہ ثبوت ناممکن ہے جو اس کا دعویٰ کرے کافر ہوگا اس لئے کہ قصد و ارادہ امورِ قلبیہ سے ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اطلاع نہیں پا سکتا۔

[2] یہ اقوال باطل ہیں اور ان کی نسبت محی الدین ابنِ عربی علیہ الرحمہ کی طرف جھوٹ ہے اور اگر بالفرض یہ واقعی انکے اقوال ہیں تو پھر ان کی تاویل ضروری ہے۔

معنی رکھتا ہے یہ جو ہندی میں اس کا ترجمہ کرتے ہیں غلطی میں ہیں کہ اس متشابہ کا یہ معنی نہیں، متشابہ میں سکوت لازم، نہ کہ ترجمہ کیا جائے اور معنی مخالف شرع مراد لیا جائے۔ شامی علیہ الرحمہ ج ۳ ص ۷۰۴ میں فرماتے ہیں وللمحقق ابن کمال باشا فتوی قال فیہا بعد ما ابدأ فی مدحہ ولہ مصنفات کثیرۃ منہا فصوص حکمیۃ و فتوحات مکیۃ بعض مسائلہا مفہوم النص والمعنی ون موافق للامر الالٰہی والشرع النبوی وبعضہا خفی عن ادراک اہل الظاہر دون اہل الکشف والباطن ومن لم یطلع علی المعنی المرام یجب علیہ السکوت فی ہٰذا المقام لقولہ تعالٰی ولا تقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولاً[1] اور اس کشف سے مراد کشفِ صحیح مطابقِ شرع ہے ورنہ خود کشف ہی معتبر نہیں کما متقرر و روزِ روشن کی طرح ظاہر و متبین ہوا کہ یہ عقیدہ و استدلال جو سوال میں مذکور ہوا ہرگز صحیح و ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ صراحۃً اس کا خلاف مبین بالتحقیق والیقین ثابت و مبرم ہے اہلِ اسلام پر اس سے اجتناب و احتراز جلاتی آگ سے بھی ازید لازم۔ اللہ عزوجل اپنے حبیب محترم سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں اہلِ اسلام کو توفیقِ عدل و انصاف عطا فرمائے اور وبائے تفریق و اختلاف سے بچائے، تمام کو جادۂ مستقیم صراط الذین انعمت علیہم پر چلائے ان

---

[1] محقق ابن کمال پاشا نے ایک فتویٰ میں فرمایا ـــــ کہ فتوحات میں بعض ایسے مسائل ہیں جن کے معانی و مطالب واضح اور امرِ خداوندی اور شریعت نبوی کے موافق ہیں اور بعض مسائل خفی اور اہلِ ظاہر کے ادراک سے پوشیدہ ہیں اہلِ کشفِ صادق اور اہلِ باطن ہی جانتے ہیں تو جس کو معنی مراد پر اطلاع نہیں اس پر لازم کہ سکوت اختیار کرے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل سب سے سوال ہونا ہے۔ الاسراء، آیت ۳۶

بعض الظن اثم کی طرف ملتفت فرماتے۔

مقصود صرف تحریر مسئلہ تھا جو بہ نہایت اختصار ہو چکا و لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم و حسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولی و نعم النصیر و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین و الصلوٰۃ و السلام علی سیدنا و سندنا و معتمدنا محمد و اٰلہٖ و صحبہٖ و ابنہ الغوث الاعظم و بارک و سلم۔ اٰمین۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

اوّل جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۶۱ھ

جناب مولوی صاحب

ایک مسئلے کی ضرورت ہے، کسی معتبر کتاب سے دیکھ کر تحریر فرمائیں۔
جب محشر کے لوگ قبروں سے نکلیں گے، سب ننگے ہوں گے، وہ کون کون لوگ ہونگے جو پردے میں ہوں گے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

(مولوی) عبد الکریم، حجرہ

مخدومی و محترمی جناب الحاج مولوی عبد الکریم صاحب زادت عنایتہٗ

وعلیکم السلام ثم السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ؛ مزاجِ گرامی!

مرسلہ ملفوف موصول ہوا اور آپ کے اشعار باعثِ فرح وسرور بنے۔ دعا ہے کہ حضرت رب العالمین جل وعلا محض اپنے فضل وکرم سے بصدقۂ حضور پرنور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم آپ کی سب تکلیفیں دور فرمائے اور حیاتِ طیّبہ سے بہرہ ور بنائے۔ حج کے متعلق خبر مبارک۔ مجھے بھی ایک دو تکلیفیں رہتی ہیں، دعائے صحت فرمائیں، جب منظور ہوا تو ملاقات ہوگی۔

۱۔ حدیثِ پاک میں ہے انکم تحشرون حفاۃ عراۃ غرلا رواہ البخاری وغیرہ "بیشک تم لوگ حشر کئے جاؤ گے پاؤں اور جسم سے ننگے بے ختنہ کئے"۔ (بخاری ج۲، ص ۹۶۶)

یہ خطاب امت کو ہے جس کا ظاہر یہ ہے کہ حضراتِ انبیاء کرام سب مستثنےٰ ہیں اور وہ سب بفضلہٖ تعالےٰ لباس میں ہونگے ہاں تشریفی خلعتیں بھی علیٰ حسب المدارج ان حضرات کے لئے وارد ہیں (علیہم الصلوٰۃ والسلام) بہرحال اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ امّتی ننگے ہونگے۔

۲۔ نیز حدیثِ مرفوع ہے کہ ان المیت یبعث فی ثیابہ التی یموت فیہا یعنی بے شک میت اپنے ان کپڑوں میں جن میں فوت ہوتا ہے، اٹھایا جائے گا کما فی فتح الباری شرح البخاری ج۱۱ ص ۳۲۲ والبدور السافرۃ ص ۳۰ والتفسیر المظھری ج۳ ص ۳۸۶ والزرقانی شرح المواھب اللدنیۃ والمواھب ج۸ ص ۳۵۱ والنظم من البدور اخرج ابوداؤد والحاکم وصححہ ابن حبان والبیھقی وعن ابی سعید الخدری انہ لما احتضر دعا بثیاب جدد فلبسھا ثم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان المیت یبعث فی ثیابہ التی یموت فیہا۔

۳۔ نیز احادیثِ مرفوعہ وموقوفہ میں یہ بھی وارد کہ اموات اپنے کفنوں میں اٹھائے جائیں گے کما فی الفتح والمظھری والزرقانی والبدور۔ فاروقِ اعظم سیّدنا عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ

کے لفظ یہ ہیں احسنوا اکفان موتاکم فانہم یبعثون فیہا یوم القیامۃ (کما فی البدور عن سنن سعید بن منصور۔

بظاہر پچھلی حدیثیں پہلی حدیث کے معارض ہیں مگر حقیقۃً کوئی معارضہ نہیں۔ امام بیہقی توفیق و تطبیق میں فرماتے ہیں کہ بعض کا حشر برہنگی میں ہوگا اور بعض کا لباس میں تو دونوں قسم کی حدیثیں ان دو گروہوں پر وارد ہیں و مدارہ علی ان لیس فی الاحادیث کلمات الحصر کما تری یا یوں کہ قبروں سے اپنے لباس (یا اکفان) میں نکلیں گے اور پھر لباس گر جائیں گے اور حشر ننگے کیے جائیں گے فالمدار علی ان الحدیث الاول فی الحشر والاحادیث الاخر فی البعث وان عبر فی البعض بالحشر مجازا او البعث قبل الحشر یقینا۔ عہ

کتب مذکورہ اور عینی علی البخاری ج ۱۰ ص ۱۵۸ میں ہے والنظم من المظھری قال البیھقی یجمع الاحادیث بان بعضہم یبعث عاریا و بعضھم بثیاب وقال بعضھم یخرجون من قبورھم بثیابھم ثم تتناثر عنھم عند ابتداء المحشر فیحشرون عراۃ اور اکثر علماء تطبیق میں دوسرے قسم کی حدیثوں کو شہیدوں پر محمول کرتے ہیں، کتب مذکورہ میں ہے والنظم من البدور والاکثر حملوا ھذہ عللعہ علی الشھید الذی امر ان یدفن بثیابہ التی قتل فیہا و بہا الدم وان ابا سعید سمع الحدیث فی الشھید فحملہ علی العموم اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ثیاب سے مراد عمل ہے، فتح الباری، بدور سافرہ، تفسیر مظہری میں ہے والنظم من الفتح وحملہ بعض اھل

عہ ای البیھقی ایضا۔ منہ غفرلہ

للعہ ای ھذہ الاحادیث۔ منہ غفرلہ عہ کما فی البدور منہ (ترتیب)

العلم على العمل واطلاق الثياب على العمل وقع فى مثل قوله تعالىٰ ولباس التقوىٰ ذٰلك خير الأية۔

اس کا مفاد یہ کہ سب حدیثیں اپنے عموم پر ہیں، بہرحال جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ شہداء ننگے نہیں ہونگے اور انبیاءِ کرام صلے اللہ تعالےٰ علی حبیبہٖ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم وعلیہم وبارک وسلم تو مستثنےٰ ہی ہیں خصوصاً حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم امتیازی شان رکھتے ہیں۔

میں آپ کی تحریر سے یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کا سوال دوسرے لوگوں کے متعلق ہے لہٰذا مختصراً یہ لکھا گیا کہ انبیاءِ کرام مستثنےٰ ہیں اور اگر آپ کا روئے سخن انبیاءِ کرام کی طرف ہے اور اس تحریر سے تسلی نہیں ہوئی تو اپنا اشکال دوبارہ لکھیں کہ بفضلہٖ وکرمہٖ تفصیلی جواب دیا جاسکے۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی حبیبہٖ وآلہٖ واصحابہٖ وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۹۶۲ء

الاستفتاء

ازجہلم ۸۲-۴-۲۳

من چہ گویم در جمالِ کبریائے حضرتت
آفریں باد آفریں باد ہر چہ گویم برتری

واقفِ فروع واصول حاوی معقول ومنقول خاص حاجی بیت اللہ مولوی نوراللہ سلمکم اللہ دائماً

بعد سلامِ سنّتِ خیر الانام!

واضح رائے عالی ہو آپ نے مسئلہ محشر کے لوگ سبھی ننگے ہونگے، آپ نے یہ مسئلہ بہت اچھی وضاحت سے تحریر فرمایا، میں خوش ہو گیا۔ باقی ایک خدشہ میرے دل میں باقی ہے۔ کیا صحابہ کرام و اولیاء عظام انبیاء کی طرح مستثنےٰ ہیں یا امتوں کے ساتھ ہوں گے؟

دوسرا مسئلہ ارواحوں کے بارے میں مسلمانوں اور کافروں کے ایک جگہ رہتے ہیں یا مختلف اور جو لوگ مر گئے ہیں اور جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے ان کے روح کہاں رہتے ہیں اور حیوانات کے روحوں کی کیا کیفیت ہے، ایک جیسے ہیں یا چھوٹے بڑے؟ مثلاً ہاتھی کا روح یا چیونٹی کا؟ اور حیوانات کے روحوں کے قبض کرنے والے کا نام کیا ہے؟ اور روح کیا کام کرتے ہیں؟ اللہ کا ذکر کرتے ہیں یا اور کام بھی یا میری طرح سوتے ہی رہتے ہیں؟

یہ مسئلہ روحوں کا کسی معتبر کتاب سے تحریر فرماویں، عین نوازش ہو گی اور اپنی خیریت سے بھی مطلع فرمائیں۔

خیر اندیش قدیم: عبدالکریم، حجرہ شاہ مقیم   محکم دین بقلم خود

کراں دعائیں یار ربا ئیں دل دیاں نال رضائیں

حاجی مولوی نور اللہ دیتائیں خوشی ہمیشہ دکھائیں

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

آیاتِ متکاثرہ اور احادیثِ متواترہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضراتِ صحابہ کرام اور اولیائے عظام رضی اللہ عنہم کا حشر بھی لباس میں ہوگا کہ یہ سب حضرات منعم علیہم ہیں اور ان کے لئے حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی معیت و رفاقتِ خاصہ بحکمِ قرآنِ کریم صراحۃً ثابت ہے۔ پ۵ ع۶ میں ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولٓئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء والصّٰلحین وحسن اولٓئک رفیقا ہ تو اس انعام و معیت و رفاقت سے ہی واضح ہو رہا ہے کہ وہ بھی انبیاء کرام کی معیت میں لباس میں ہوں گے بالخصوص جبکہ یہ حضرات ہیں ہی صدیقین یا شہداء سے یا صالحین حالانکہ پہلے فتوے میں ثابت ہوچکا کہ شہداء لباس میں ہونگے اور چونکہ صدیقین شہداء سے بھی اعلیٰ ہیں تو ان کے لئے لباس بالاولیٰ ثابت ہوگا اور صالحین بھی حکماً ملحق بالشہداء ہی ہیں کہ شہداء مقتولین سیفِ اعداء ہیں تو یہ حضرات بھی سیفِ محبت کے مقتول ہیں اور بحکم موتوا قبل ان تموتوا مقامِ فناء پر فائز ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ تذکرۃ الموتیٰ ص۱۳۱ میں فرماتے ہیں، واولیاء ہم در حکمِ شہداء اند کہ جہاد بالنفس کردہ اند کہ جہادِ اکبر است۔ شرح الصدور ص۱۰۷ میں ہے وامّا الشھداء المحبۃ فاجسادھم اسواح بلکہ خود قرآنِ کریم فرما رہا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں صدّیق اور شہداء اپنے رب کے نزدیک۔ پ۲۷ ع۱۸ میں ہے والذین اٰمنوا باللہ و رسلہ اولٓئک

سه کتاب الروح ص۲۳ اور شرح الصدور ص۸۵ میں ہے وھذہ المعیۃ ثابتۃ فی الدنیا وفی دار البرزخ وفی دار الجزاء والمرء مع من احب فی ھذہ الدور الثلاثۃ یعنی یہ معیت دنیا و برزخ میں اور قیامت میں ثابت ہے اور ان تینوں گھروں میں مرد اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت رکھتا ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ

ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم۔

اس آیتِ پاک کے تحت مفسرین کرام نے کافی احادیثِ مرفوعہ اور موقوفہ سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ ہر کامل ایمان دار شہید ہے چنانچہ تفسیر درِ المنثور ج ۶ ص ۱۷۶ میں حدیثِ مرفوع میں ہے مؤمنوا امتی شھداء پھر حضرتِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ کا قول تحریر فرمایا کہ ان الرجل لیموت علٰی فراشہ وھو شھید ثم تلا الخ کہ بیشک مرد اپنے بستر پر مرتا ہے حالانکہ وہ شہید ہوتا ہے۔ اِس پر یہ آیت پڑھی الخ۔

حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی آیت کے لحاظ سے فرمایا کلکم صدیق و شھید کہ تم سب صدیق و شہید ہو۔ نیز وہی حضرت فرماتے ہیں انما الشھید الذی مات علٰی فراشہ پھر اس کی توضیح میں ہے یعنی الذی یموت علٰی فراشہ ولا ذنب لہ کہ جز ایں نیست شہید وہ شخص ہے کہ اگر اپنے بستر پر مر جائے تو بہشت میں داخل ہو جائے، یعنی وہ جو بستر پر اس حال میں مرے کہ اس کا کوئی گناہ نہ ہو (سرے سے گناہ کیا ہی نہ ہو یا کیا ہو مگر تائب ہو گیا ہو یا مغفرت ہو گئی) اور یونہی شرح الصدور ص ۱۰۵ وغیرہ میں ہے۔

نیز درِ المنثور میں حدیثِ مجاہد تابعی سے اور شرح الصدور ص ۱۰۵ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے اسی آیت کی روشنی میں ہے کل مؤمن صدیق و شھید بہرحال کامل الایمان ضرور حکماً شہید ہیں تو ان کے لئے بھی لباس ہو گا اور یہی حکم ہے ان احادیثِ مرفوعہ و موقوفہ کا جو پہلے فتوے میں درج ہوئیں جن میں میت کا اپنے لباس بوقتِ موت یا کفن میں مبعوث ہونا مذکور ہے نیز قرآن کریم و احادیثِ شریفہ سے روشن کی طرح ثابت کہ صالحین اور متقین کا حشر بڑے ہی اعزاز و اکرام سے ہو گا، نوری فرشتے ان کے استقبال کو آئیں گے، بشارتیں دیں گے اور بہشتی بے نظیر اونٹنیاں جن کے کجاوے سونے کے اور مہاریں زبرجد کی ان کی سواری کے لئے لائی جائینگی

اور سب سے بڑی گھبراہٹ بھی ان کو غمناک نہیں کرے گی چہ جائیکہ چھوٹی موٹی، قرآن کریم میں ہے
لا یحزنہم الفزع الاکبر و تتلقٰہم الملٰئکۃ ھٰذا یومکم الذی
کنتم توعدون پ۱۷ ع ۷۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ قبروں سے نکلتے وقت کا حال ہے نیز پ۱۶ ع ۹ میں ہے
یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا (ترجمہ) جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن
کی طرف لے جائیں گے حالانکہ وہ سوار ہونگے۔

تفسیر الدر المنثور ج۴ ص ۲۸۵، ابن کثیر ج ۳ ص ۱۳۷ وغیرہما میں احادیث شریفہ
سے ہے کہ جب قبروں سے نکلیں گے تو ان کے لئے جنتی بے نظیر اونٹنیاں، سونے کے کجاوے
اور زبرجد کی مہار والی لائی جائیں گی اور اُن کی جوتیوں کے تسمے نور کے ہوں گے۔ ان کے سبب
ایک ایک قدم انتہائے بصر تک جگمگا اُٹھے گا تو وہ ارحم الراحمین جو اپنے پیارے بندوں کو اپنے
برگزیدہ رسولوں کا اور اپنے حبیب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم کا ساتھ عطا فرمائے گا اور استقبال
کے لئے نوری فرشتے بھیجے گا جو خوشخبریاں دے رہے ہونگے اور ان کو غناکیوں سے پناہ دیگا
اور سواری کے لئے سونے کے کجاوے اور زبرجد کی مہار والیاں اونٹنیاں بھیجے گا اور ایسے
جوتے پہنائے گا جن کے نوری تسمے انتہائے بصر تک جگمگاہٹ پھیلائیں گے تو کیا وہ اپنے ان
پیارے بندوں کے لئے ایسا لباس مہیا نہ فرمائے گا جس سے سترِ بدن کرسکیں حالانکہ ستر بدن
سواری وغیرہ کی نسبت نہایت ہی اہم ہے بلکہ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۹۸ میں مرفوعاً حدیث شریف
میں ہے کہ جب مومن قبر میں منکر نکیر کو صحیح جواب دیتا ہے تو حکم دیا جاتا ہے ان صدق
عبدی فافرشوہ من الجنۃ والبسوہ من الجنۃ کہ میرے بندے نے
سچ کہا تو اسے بہشت سے بستر بچھا دو اور بہشت سے لباس پہنا دو۔ تو جب قبر ہی میں
یہ انعام ہوتے ہیں حالانکہ وہاں خلوت ہوتی ہے تو جلوت میں کیونکر نہ ایسا انعام ہو؟ تو واضح ہوا

کہ سب صحابہ کرام اور اولیاءِ عظام بھی لباس میں ہوں گے اور یہ اس حدیثِ پاک کے مخالف نہیں جس میں جسم اور پاؤں سے برہنگی میں حشر کا ذکر ہے کہ گو بظاہر وہ حدیث عام ہے مگر اس میں کوئی حصر کا لفظ نہیں اور دوسری احادیث سے اس کی تخصیص ثابت ہے۔

ہمارے پیارے حبیبِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بشیر ہیں اور نذیر بھی ہیں تو پہلی حدیث نذیر کی حیثیت سے ارشاد فرمائی اور مقامِ انذار کا انذار عموماً یہی ہے کہ بظاہر لفظ عام ہی ہوتے ہیں مگر مخلصین پر حیثیتِ بشیر کا خصوصی جلوہ ہی اپنی جگہ نمایاں ہوتا ہے، اسکی ایک مثال بڑی واضح یہ ہے کہ جب آیت وانذر عشیرتک الاقربین پ۱۹ ع۱۵ (ترجمہ) اور اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ" نازل ہوئی تو سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے قبائلِ قریش کو بلا کر جو خطاب فرمایا، وہی خطاب اپنی لختِ جگر نورِ نظر سیّدہ طاہرہ طیّبہ فاطمۃ الزہرا کو بھی فرمایا۔

مسلم ج۱ ص ۱۱۴ وغیرہ میں ہے یافاطمۃ انقذی نفسک من النار (ترجمہ) اے فاطمہ! اپنی جان آگ سے چھڑا لے۔ یافاطمۃ بنت محمد سلینی ماشئت لا اغنی عنک من اللہ شیئا اے فاطمہ محمد کی لڑکی صلی اللہ تعالے علیہ وعلیہما وسلم میرے مال سے جو چاہتی ہے مجھ سے مانگ لے، نہیں دفع کر سکتا میں تم سے اللہ کی گرفت سے کچھ۔

ایسی حدیثوں کو بعض مدعیانِ توحید بندوں پر چلّا چلّا کر پڑھا کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ کوئی کسی کو نفع نہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی کسی کو نسب فائدہ پہنچا سکتی ہے حالانکہ ہمارے رءوف رحیم، بشیر رسول منبر شریف پر رونق افروز ہو کر خود فرماتے ہیں ما بال رجال یقولون ان رحم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنفع قومہ بلٰی واللہ ان رحمی موصولۃ فی الدنیا والاٰخرۃ وانی ایہا الناس

فرط لکم (ترجمہ) کیا حال ہے ایسے مردوں کا (یعنی ان کا کوئی حال نہیں بلکہ بے حال اور بدحال ہیں) جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت ان کی قوم کو نفع نہیں دیتی کیوں نہیں؟ اللہ کی قسم بے شک میری قرابت دنیا اور آخرت میں موصولہ ہے اور بیشک میں اے لوگو! تمہارے لئے آگے جا کر انتظام کرنے والا ہوں (یعنی جب اور ایمانداروں کے لئے انتظام کرنے والے ہیں تو اپنی قرابت اور آل کے لئے کیونکر انتظام نہ فرمائینگے؟

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل[1] نے حضرتِ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے نیز حضرات ائمہ کرام احمد[2] اور طبرانی اور حاکم اور بیہقی نے ص ۶۴ ج ۷ میں (ج ۳ ص ۱۵۸ مع افادۃ التصحیح وتقریر الذہبی ایضاً ۱۲) مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ[3] الانساب یوم القیٰمۃ تنقطع غیر سببی ونسبی (وبیہقی ایضاً ج ۷ ص ۶۴) نیز ائمہ بزاز، طبرانی، ابو نعیم، حاکم (ج ۳ ص ۱۴۲ مع افادۃ التصحیح وعدم تقریر الذہبی) اور ضیاء حضرتِ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرما رہے ہیں کل سبب ونسب منقطع یوم القیٰمۃ الا سببی ونسبی اور حضرت ابن عساکر حضرتِ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل نسب[4] وصهر ينقطع يوم القيٰمة الا نسبي وصهري۔ ان سب حدیثوں کا حاصل یہی ہے کہ حضور پاک کی پاک نسب قیامت کو بھی نافع ہے۔

---

[1] مسند امام احمد ج ۳ ص ۱۸

[2] مسند امام احمد ج ۴ ص ۳۲۳

[3] مذکور کتب میں یہی الفاظ ہیں جبکہ ذہبی اور شوکانی نے یہ حدیث یوں نقل کی ہے ان الانساب تنقطع یوم القیٰمۃ (مرتب) [4] ج ۲ ص ۳۴۔

للعہ قد ذکرہ السیوطی علیہ الرحمہ فی الجامع الصغیر وقال صح وقال العزیزی فی شرحہ السراج المنیر ج ۳ ص ۹۰ قال الشیخ حدیث صحیح ۱۲ منہ غفرلہ

اِن تمام احادیث کو باقاعدہ حوالوں سے غیر مقلدین کے مسلّم امام قاضی شوکانی نے بھی اپنی تفسیر فتح القدیر کے ج ۳ ص ۴۸۶ میں ذکر کیا ہے۔

جب آخرت میں عام گناہ گار ایماندار حضور صلے اللہ علیہ وسلم بلکہ حضور کے غلاموں کی شفاعت سے بھی نفع اٹھائیں گے تو حضور کے اہلِ بیت خصوصاً لختِ جگر کیوں نہ نفع اٹھائیں؟ بلکہ قرآنِ کریم پ۱۳ ع ۹ اور پ۲۴ ع ۶ کی آیتوں سے صراحۃً ثابت ہے کہ مخلصین اہلِ ایمان کی نسب کا فائدہ آخرت میں ان کے باپوں اور بیویوں اور بچوں کو پہنچیگا اور پ۲۷ ع ۳ کی آیت سے بھی ثابت ہے کہ مومنین کی اولاد کو ان کے سبب نفع پہنچے گا۔ تفسیر جلالین، صاوی، جمل، درِ منثور، ابنِ کثیر وغیرہا میں بڑی وضاحت سے مذکور ہے بلکہ وہی قاضی شوکانی بھی اپنی تفسیر کے ج ۵ ص ۹۵ میں تیسری آیت والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم الاٰیۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں و معنی ھذہ الاٰیۃ ان اللہ سبحٰنہ یرفع ذریۃ المؤمن الیہ و ان کان دونہ فی العمل لتقر عینہ و تطیب نفسہ الخ یعنی اس آیت کا معنے یہ ہے بے شک اللہ سبحانہٗ ایماندار کی اولاد کو بلند کر کے ایماندار کے درجہ کو پہنچا دے گا اگرچہ اولاد باپ سے عمل میں کم ہو تاکہ باپ کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور اس کا دل خوش ہو جبکہ بالغ اولاد ایمان رکھتی ہو۔

تو جب امتیوں کے دل خوش کرنے کے لئے ان کی اولاد کو بلند درجے عطا کئے جائیں گے تو خود امت والے شفیع المذنبین صلے اللہ علیہ وسلم کے دلِ اقدس کو خوش کرنے کے لئے ان کی آلِ اطہار بالخصوص حضرت قرۃ العین سیدۃ نساء الجنۃ رضی اللہ

مہ وقد ذکر السیوطی علیہ الرحمہ فی الدر المنثور وابن کثیر ایضاً فی تفسیرہ بعضہا او کلہا ۱۲ منہ عفی عنہ

تعالیٰ عنہم وعنہا کو حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل کیوں نہ درجاتِ رفیعہ عطا کئے جائیں گے؟ واللہ! باللہ! ضرور بالضرور حضور پُر نور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم دنیا و آخرت میں رحمۃ للعالمین ہیں اور بالخصوص مؤمنین کے لئے رؤف و رحیم ہی ہیں اور نافع ہیں، اُن کی آلِ پاک اور ذرّیّتِ طیبہ طاہرہ بالخصوص اس رحمت سے بے انتہا نفع اندوز ہیں، اِس میں ذرہ بھر بھی شک و شبہ نہیں ہو سکتا حالانکہ وہ پہلی حدیث بھی صحیح ہے تو اِس حدیث کا معنےٰ علمائے کرام یہ بیان کرتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کچھ نہیں کر سکتے، اللہ تبارک و تعالیٰ کے مالک بنانے سے سب کچھ کرتے ہیں تو وہ بیگانوں کو نفع پہنچائینگے تو اپنوں کو کیسے بھلائیں گے؟

فتاوٰی شامی ج ۱ ص ۸۰۳ وغیرہا میں ہے والنظم منہ واما حدیث لا اغنی عنکم من اللہ شیئا ای انہ لا یملک ذٰلک الا ان ملکہ اللہ تعالیٰ فانہ ینفع الاجانب بشفاعتہ لھم باذن اللہ تعالیٰ فکذا الاقارب وتمام الکلام علیٰ ذٰلک فی رسالتنا العلم الظاہر فی نفع النسب الطاہر۔

اور دوسری واضح مثال یہ کہ قیامت کا دن قرآنِ کریم کی نص سے ثابت ہے کہ ہزار سال کے برابر ہوگا بلکہ دوسری آیت نے پچاس ہزار سال کے برابر بتایا مگر حدیثِ پاک سے ثابت کہ ایماندار کے لئے بہت مختصر ہوگا حتّٰی کہ دنیا میں ایک فرض نماز سے بھی ہلکا ہوگا کما فی الحدیث المرفوع عند البغوی فی المعالم وغیرہ وصرح بہ الخازن والدر المنثور و تفسیر ابن کثیر و ابن جریر وغیرہ و نیشاپوری ج ۲۹ ص ۴۲ میں ہے والاصح ان ھٰذا الطول انما یکون للکافر لما روی عن ابی سعید الخدری

انہ قیل لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما اطول ھٰذا الیوم قال والذی نفسی بیدہ انہ لیخفف علی المؤمن حتی اخف علیہ من صلوٰۃ مکتوبۃ فی الدنیا حالانکہ آیت میں ہزار اور پچاس ہزار کا ذکر ہے تو یہ انذار ہے اور وہ تبشیر ہے اور یونہی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں تو لباس کے متعلق بھی پہلی حدیث اور اس کی ہم معنیٰ اور حدیثیں شانِ انداز سے متعلق ہیں جن سے ثابت ہو رہا ہے کہ لوگوں کا حشر اس حال میں ہوگا کہ پاؤں اور جسم ننگے ہونگے اور پیادہ ہونگے کما فی حدیث مسلم ج ۲ ص ۳۸۴ وغیرہ عن ابن عباس مرفوعا مشاۃ حفاۃ عراۃ مگر شانِ بشارت واضح فرما رہا ہے کہ خواص مومنین لباس میں ہونگے اور ان کے پاؤں میں نوری تسموں والے جوتے ہونگے اور خصوصی سواریوں پر سوار ہونگے تو یہ بھی صحیح اور حق ہے اور اس کے منافی نہیں کہ لوگوں کا حشر وہ ہو جو اوپر بیان ہوا کہ فساق اور کفار اور فجار لوگ ہی تو ہیں بلکہ یہ حقیقت بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ بعض کے حال یا قال کو محاورات میں ایسے لفظوں میں بیان کیا جاتا ہے جو بظاہر سب کو عام ہوتے ہیں، اس کی صدہا نظیریں قرآنِ کریم اور احادیث شریفہ میں موجود ہیں، بطورِ مثال صرف ایک ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے و اذ نجینکم من اٰل فرعون یسومونکم سوء العذاب یذبحون ابناءکم ویستحیون نساءکم پ ۱ع ۶ اور یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات بخشی کہ تم پر بڑا عذاب کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔

اِس ایک ہی آیت میں کئی نظیریں ہیں کہ یہ خطاب بنی اسرائیل کو عام ہے مگر نجات صرف ان لوگوں کے ساتھ ہے جو فرعون کے وقت موجود تھے یا ارحام و اصلاب میں تھے اور بُرا عذاب چکھانا اور ان کے لڑکوں کو ذبح کرنا اور لڑکیوں کو زندہ رکھنا

صرف ان لوگوں کے ساتھ حقیقۃً خاص ہے جو اس وقت موجود تھے یا لڑکوں اور لڑکیوں والے تھے اور یونہی ابناءکم اور نساءکم دونوں عام ہیں مگر مراد وہ لڑکے لڑکیاں جو اس وقت تازہ پیدا ہوتے تھے مگر وہ بھی سب مراد نہیں کہ حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کے علاوہ بھی سب ذبح نہ کئے گئے کما صرح بہ المفسرون ذبحھم فی عام دون عام اور یونہی یسومون یذبحون، یستحیون کے صیغے عام ہیں مگر یہ فعل محض ان کے ہی ہیں بالغ اور عقلاء تھے تو جس طرح یہاں صیغے بظاہر عام ہیں اور خطاب بھی عام ہے مگر اہلِ لغت جانتے ہیں کہ باوجود تخصیصاتِ مذکورہ کے یہ ارشادات بالکل صحیح اور حق محاوراتِ عرب وغیرہ اقوام عالم کے مطابق ہیں اور یونہی پہلے قسم کی حدیثیں جن میں مشاۃ، حفاۃ، عراۃ وارد ہے انکے کلمات بظاہر عام ہیں مگر فی الحقیقت تخصیصات ہیں فلا منافاۃ ولا تخالف و لا تعارض۔

ھٰذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و اٰلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مسائلِ ارواح

روح سب کے زندہ رہتے ہیں، موت، روح و جسم کی مفارقت کا نام ہے، بعد ازموت مؤمنین و کفار کے ارواح الگ الگ رہتے ہیں اور اس میں کافی اقوال ہیں کہ کہاں کہاں رہتے ہیں۔ ان اقوال کی تفصیل کتاب الروح کے ص ۱۴۴ سے ص ۱۸۷ تک اور شرح الصدور میں ص ۹۶ سے ص ۱۰۹ تک اور بشری الکئیب میں ص ۱۰۴ سے ۱۳۵ تک ہے اور یونہی کئی اور کتابوں میں ہے۔

اہلِ ایمان کے ارواح جنابِ الٰہی میں بہشت میں، جنت الماوٰی میں، برزخ میں، ساتویں آسمان کی ایک ایسی حویلی میں جس کا نام بیضار ہے، علیین میں، آدم علیہ السلام کی دائیں طرف، حضرتِ جبریل کی کفالت میں، فرشتہ رمائیل کی کفالت میں، حضرتِ میکائیل کے پاس، عرشِ معلی کے زیرِ سایہ، ایک مخصوص زمین میں، جابیہ میں، چاہِ زمزم شریف میں، اریحا میں، برزخ میں جہاں جہاں خلقِ اجسام سے پہلے رہا کرتے تھے، آزاد ہیں کوئی خاص مکان نہیں جہاں چاہیں آئیں جائیں، اپنی قبروں میں۔

ان اقوال کے قائلین نے اپنے اپنے اقوال پر دلائل ذکر فرمائے ہیں، بغرضِ اختصار صرف ان حضرات ہی کے چند دلائل ذکر کئے جاتے ہیں جن کے نزدیک کامل ایمانداروں کے روح بہشت میں رہتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ شرح الصدور ص ۹۹ میں فرماتے ہیں قد قیل ان ارواح المؤمنین کلھم فی الجنۃ الشھداء وغیرھم اذا لم تحبسھم کبیرۃ لظاھر حدیث کعب وام ھانیؓ وام بشر وابی سعید وضمرۃ ونحوھا ولقولہ تعالٰی فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنۃ نعیم (الٰی ان قال) وقال تعالٰی یایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الٰی ربک الٰی قولہ وادخلی جنتی۔ قال جماعۃ من الصحابۃ والتابعین انہ یقال لھا ذٰلک عند خروجھا من الدنیا علٰی لسان الملک بشارۃ اور یونہی کتاب الروح، تذکرۃ الموتٰی وغیرہ میں ہے۔

اس کا خلاصہ یہ کہ سب ایسے ایماندار جنہیں کوئی کبیرہ گناہ دین وغیرہ سے نہ روکے تو ان کے روح جنت میں ہیں شہید اور غیر شہید سب حضرتِ کعب، امِ ہانی، امِ بشر، ابو سعید اصحاب اور ضمرہ وغیرہ تابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کی حدیثوں سے ظاہر یہی ہے اور اللہ

تبارک وتعالیٰ کے اس قول فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنت نعیم (سورۃ الواقعہ) اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد یایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی سے بھی یہی ظاہر ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت فرماتی ہے کہ نفس مطمئنہ کو یہ دنیا سے نکلتے وقت خوشخبری کے طور پر فرمایا جاتا ہے۔

تبرکاً صرف ایک حدیث بھی ذکر کی جاتی ہے۔ شرح الصدور ص ۹۶ میں ہے

واخرج مالک فی الموطا واحمد والنسائی بسند صحیح عن کعب بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انما نسمۃ المؤمن طائر تعلق فی شجرۃ الجنۃ حتی یرجعہ اللہ تعالیٰ الیٰ جسدہ یوم القیٰمۃ۔

(ترجمہ) حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام نسائی نے حضرت کعب بن مالک صحابی رضی اللہ عنہ سے صحیح سندوں کے ساتھ ذکر کیا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جزایں نیست کہ ایماندار کی جان پرندہ ہوتی ہے جو بہشت کے درختوں میں میوے کھاتی ہے حتی کہ اسے اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اس کے جسم کی طرف واپس فرمائیگا۔

یہ اور اس کی ہم معنیٰ بہت حدیثیں شرح الصدور، کتاب الروح، بشری الکئیب تفسیر درمنثور، تفسیر ابن کثیر اور کتب حدیث شریف میں کافی ہیں محققین فرماتے ہیں کہ ان مختلف اقوال میں حقیقۃً کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ لوگوں کے درجے کافی مختلف ہیں اہل سعادت کے بھی کئی درجے ہیں اور اہل شقاوت کے بھی تو بعض ارواح جو سعادت کے اعلیٰ درجات والوں کے ہیں اعلیٰ علیین میں رہتے ہیں اور بعض سبز پرندوں میں یا پرندوں

کی طرح بہشت میں کھاتے اور بعض بہشت کے دروازے پر ہوتے ہیں، بعض قبر میں رہتے ہیں اور اہلِ کمال کے ارواح اتنے طاقتور ہوتے ہیں کہ جہاں چاہیں فوراً آتے جاتے ہیں، نہ ان کے لئے بُعدِ مسافت مانع ہے اور نہ کسی مکان کی رفعت اور پھر جہاں بھی ہوں جسم کے ساتھ تعلق ضرور رہتا ہے حتّٰی کہ زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور باقاعدہ گفتگو سنتے ہیں تو اس لحاظ سے وہ زمزم شریف بھی پہنچ سکتے ہیں اور دوسرے مقاماتِ متبرکہ پر بھی۔

شرح الصدور ص ۱۰۱ وغیرہ میں ہے الصحیح ان الارواح متفاوتۃ فی مستقرھا فی البرزخ اعظم تفاوت ولاتعارض بین الادلۃ فان کلا منہا وارد علی فریق من الناس بحسب درجاتہم فی السعادۃ او الشقاوۃ۔

نیز اسی میں ہے وکلہا علی اختلاف محالہا وتباین مقارھا لہا اتصال باجسادھا فی قبورھا لیحصل لہ من النعیم والعذاب

اور یہیں سے یہ بھی واضح ہوا کہ ارواحِ کفار کے متعلق جو اقوال ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں طرف یا جہاں پہلے تھے یا برزخ میں برہوت میں جو حضرموت میں ہے یا سجّین میں ہیں۔

ان اقوال میں بھی حقیقۃً کوئی تعارض نہیں، سیّدی سیّد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ مصری جو جلیل القدر اصحابِ کشف سے ہیں، ان کی نظر میں برزخ کی عظیم وسعت کے علاوہ برزخ سے بکثرت ایسی شاخیں نکلتی ہیں جو جہنم تک پہنچی ہوئی ہیں اور وہ شاخیں بھی ہیں جو جنت تک پہنچی ہوئی ہیں تو جہاں بھی ارواح ہوں برزخ ہی میں ہیں (ابریز شریف ص ۳۱۹) واللہ تعالٰی اعلم اور جو لوگ ابھی پیدا ہی نہیں ہوتے ان کے ارواح برزخ میں

ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

حیوانات کے روحوں کے چھوٹے بڑے ہونے کے متعلق یہ ہے، ذات کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں کہ روح جوہرِ فرد ہے، بسیط ہے مرکب نہیں کہ اس میں طول یا عرض یا عمق جسم کی طرح ہوسکے بلکہ جوہرِ فرد اور بسیط ہے کہ کمیّت اور مقدار کو قبول ہی نہیں کرتا ہاں تعلق اور تاثیر کے لحاظ سے ضرور فرق ہے۔ سمجھنے کے لئے اس کی مثال یہ ہے کہ چراغ اگر بڑے کمرہ میں رکھا جائے تو اس کی تاثیر اور روشنی پھیلاؤ کے لحاظ سے بڑی ہوتی ہے اور چھوٹے کمرہ میں رکھا جائے تو چھوٹی حالانکہ چراغ کی اصلیت وہی ہے جو پہلے تھی۔

فتوحاتِ مکیہ ج ۲ ص ۶۹۰ اور الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۱۳۸ میں ہے

والنظم من الفتوحات الروح ليس له كمية فيقبل الزيادة في جوهر ذاته بل هو جوهر فرد لا يجوز ان يكون مركبا (الى ان قال) فاذا كان هكذا فلا يقبل الزيادة ولا النقصان كما يقبله الجسم لعدم التركيب۔

اس مسئلہ میں اور بھی کئی اقوال ہیں واللہ تعالیٰ اعلم، جو روح گرفتارِ عذاب نہیں وہ بہت کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہیں، نماز بھی پڑھتے ہیں، اہلِ علم علمی شغل بھی رکھتے ہیں، ایک دوسرے کی ملاقات وزیارت کرتے ہیں، آسمانوں اور بہشتوں میں یا زمین کے کسی متبرک مکان یا جہاں چاہیں آتے اور جاتے ہیں اور آناً فاناً آتے اور جاتے ہیں، دنیا کی بہ نسبت طاقت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ جسمانی تعلقات وقیود سے آزاد ہو جاتے ہیں۔

روح کی صفت بڑی عجیب ہے اس کو جسم پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور زیادہ یونہی لوگوں کو غلط فہمی لگتی ہے کہ جسم پر قیاس کر لیتے ہیں، ہاں قبر پر آنے جانے والوں

کو دیکھتے رہتے ہیں، ان کے کلام سنتے رہتے ہیں، جواب دیتے ہیں، پہچانتے ہیں، اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور دشمنوں کو برباد کرتے ہیں، بیداری یا خواب میں اِس دنیا والوں کو بھی مل سکتے ہیں، پیغام یا نصیحت وغیرہ بھی کر جاتے ہیں۔ یہ اور ان کے سوا اور بہت سے کام کیا کرتے ہیں اپنے اپنے مدارج اور قربِ بارگاہِ رب العالمین کے لحاظ سے۔

یہ قرآنِ کریم اور بکثرت احادیثِ شریفہ سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے جس کا ذکر محققین کرام نے بڑی تفصیل سے فرمایا ہے حتّٰی کہ غیر مقلدین حضرات کے بھی مسلّم امام ابوعبداللہ ابنِ قیم نے اپنی مایہ ناز ضخیم کتاب کتاب الروح میں باقاعدہ مانتے ہوئے بڑے تفصیل سے روحوں کے افعال واشغال بیان کیے ہیں تفصیل کے لئے امام جلال الدین سیوطی کی تصانیف بالخصوص شرح الصدور بشرح حال الموتٰی والقبور اور بشری الکئیب بلقاء الحبیب اور قاضی ثناء اللہ کا تذکرۃ الموتٰی والقبور اور ابنِ قیم کی کتاب الروح دیکھنے کے قابل ہیں، اتنی تفصیل ہے کہ اِس مختصر سے جواب میں سما نہیں سکتی۔

کتاب الروح ص ۲۳ میں ہے الارواح المنعمة المرسلة غیر المحبوسة تتلاقی و تتزاور و تتذاکر ما کان منها فی الدنیا و ما یکون من اهل الدنیا۔ ص ۱۹۱ پر ہے انما یغلط اکثر الناس فی هذا الموضع حیث یعتقد ان الروح من جنس ما یعهد من الاجسام التی اذا شغلت مکانا لم یمکن ان تکون فی غیره و هذا غلط محض نیز ص ۱۶۵ میں ہے فهذه لها بعد مفارقة البدن شان اخر و فعل اخر (الی ان قال) من هزيمة الجيوش الكثيرة بالواحد و الاثنين والعدد القليل و نحو ذلك

وکم قد رؤی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومعہ ابوبکر وعمر قد ھزمت ارواحھم عساکر الکفر والظلم اور اس سے پہلے ص ۱۶۴ میں ہے ان ما ذکرناہ من شان الروح یختلف بحسب حال الارواح من القوۃ والضعف الخ

تذکرۃ الموتی ص ۳۱ میں ہے: ارواحِ ایشاں در زمین وآسمان وبہشت ہر جا کہ خواہند میروند ودوستہاں ومعتقداں را در دنیا وآخرت مددگاری میفرمایند ودشمناں را ہلاک مینمایند۔ نیز اسی میں ہے: در قبور نماز ے خوانند وذکر میکنند وقرآن میخوانند۔

اشعۃ اللمعات ج ا ص ۷۱۶ میں ہے: قومے میگویند کہ امدادِ حیّ قوی تر است و من میگویم کہ امدادِ میت قوی تر است۔ پھر فرماتے ہیں، نقل دریں معنٰے ازیں طائفہ بیشتر ازاں است کہ حصر واحصار کردہ شود۔

بہر حال ان نقول سے یہ چیز بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ کاملین اہلِ قبور سے ان کی اس حیثیت کے لحاظ سے کہ وہ مقبولانِ بارگاہِ رب العالمین ہیں ان سے مدد مانگ سکتے ہیں رہا یہ مسئلہ کہ حیوانات کے روحوں کے قبض کرنے والے کا نام کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ شرح الصدور ص ۲۱ میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اٰجال البھائم وخشاش الارض کلھا فی التسبیح فاذا انقضی تسبیحھا قبض اللہ ارواحھا۔ اس کا خلاصہ یہ کہ بہائم وحشرات الارض سب کے سب جب ان کی تسبیح پوری ہو جائے (یعنی جتنی جتنی تسبیح ان کے حق میں مقدر تھی وہ سب کر چکیں) تو اللہ تعالیٰ ان کی جانوں کو قبض فرما لیتا ہے اور ان میں سے کوئی ایک چیز بھی ملک الموت کے سپرد نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ و

اصحٰبہٖ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ ، ۳-۱۱-۶۲

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں کہ زید وبکر کا ایک مسئلہ میں نزاع ہوا تو زید نے کہا کہ ہر ایک نیکی وبدی کا حساب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ اور نیز آیت میں ہے وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ اور ایسا ہی احادیث سے ثابت ہے، تو بکر نے جواب میں کہا نہ کوئی حساب ہے نہ کتاب اور نہ میں ان آیتوں اور حدیثوں کو تسلیم کرتا ہوں، یہ سب کچھ جرح ہے تو زید نے جواباً کہا جو آیات واحادیث کا انکار کرے وہ مسلمان نہیں رہتا تو بکر نے کہا تو مجھے کافر کہتا ہے اور آیات واحادیث کے متعلق بکر نے سخت ملعون کلمہ بکا، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

بکر نے واقعی اگر یہ بیہودہ بکواس کیے ہیں تو وہ باجماع امت محمد مصطفےٰ صلی اللہ

علیہ وسلم اسلام و ایمان سے علیحدہ و دور رہوا کہ امورِ مذکورہ بالا ضروریاتِ دین سے ہیں اور ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہے، حساب کا روشن ثبوت تو انہیں دو آیتوں میں موجود ہے جو زید نے پڑھی ہیں اور ان کے علاوہ اور بہت سی آیات و احادیث سے بھی ثابت ہے اور اس کا کتاب کا انکار، اگر اس کتاب سے نامۂ اعمال مراد ہے تو اس کا ثبوت بھی آیات و احادیث میں بکثرت موجود، قرآنِ کریم میں موجود ہے کل شیئ فعلوہ فی الزبر[1] آیات و احادیث کو نہ تسلیم کرنا اور جھٹلانا اور ان کے متعلق ناشائستہ کلمات استعمال کرنا ایذاء اللہ المتعال جل جلالہٗ وعم نوالہٗ و ایذاء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کے متعلق قرآنی فتویٰ یہ ہے ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذابا مھینا[2] اور ایسے ہی بہت آیات و احادیث سے اس کا خسرانِ مبین ثابت ہے۔

شفاء شریف جزء ثانی ص ۲۵۱ میں ہے وکذلک من انکر الجنۃ او النار او البعث او الحساب او القیامۃ فھو کافر باجماع الخ

نیز اسی کے ۲۶۳ میں ہے والمسلمان استخف بالقرآن او المصحف او بشیئ منہ او سبھما او جحدہ او حرفا منہ او اٰیۃ او کذب بہ او بشیئ منہ او کذب بشیئ مما صرح بہ فیہ من حکم او خبر الی ان قال، فھو کافر عند اھل العلم باجماع الخ

اہلِ اسلام پر واجب کہ جب تک بکر از سرِ نو مسلمان نہ ہو، توبہ نہ کرے اس سے بائیکاٹ کریں اگرچہ ان کا کتنا ہی قریبی ہو، قرآنِ کریم میں ہے لاتجد قوما یؤمنون باللہ

---

[1] القمر آیت ۵۲

[2] الاحزاب آیت ۵۷

والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللّٰہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم[1] الاٰیۃ اور اس کی عورت اس سے جدا ہو گئی نکاح نہ رہا کہ اللّٰہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے لا ھن حل لھم و لا ھم یحلون لھن[2]۔

واللّٰہ و رسولہ اعلم وعلمھما اتم واحکم جل جلالہ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللّٰہ النعیمی غفرلہ
بانی و مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور
۱۸ شوال ۱۳۵۹ھ

ماہِ صیام کے آخری عشرہ میں تین تین راتوں میں قرآنِ کریم نوافل تراویح میں ختم کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اِس سلسلہ میں ایک مجلس کی جانب سے ایک اشتہار بعنوان "صحیفۂ آسمانی کی ضیاء پاشیاں" جاری ہوا ہے۔ بعض افراد کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ قرآنِ کریم پر صحیفۂ آسمانی کا اطلاق درست نہیں، ان کا کہنا ہے کہ مصحف عثمانی یا دیگر متبادل عنوان ہونا چاہیئے۔

مطلوب فقط یہ ہے کہ قرآنِ کریم پر صحیفۂ آسمانی کا اطلاق درست ہے یا نہیں؟

---

[1] المجادلہ، آیت ۲۲
[2] الممتحنہ، آیت ۱۰

بینوا توجروا۔

سائل: مرکزی دار التجوید والقرات
باہتمام انجمن حمایت القرآن (رجسٹرڈ) چوک شاہ عالم گیٹ لاہور (پاکستان)

ہاں درست ہے۔ قرآن کریم اور لغت عرب سے روزِ روشن کی طرح واضح کہ کتاب کو صحیفہ کہا جاتا ہے (سورۂ طٰہٰ میں ہے ما فی الصحف الاولی اور النجم میں ہے ما فی صحف موسیٰ الآیۃ الی غیر ذلک من الآیات) اور یہ بھی حقیقت ہے کہ قرآنِ کریم آسمانی کتاب ہے تو اس پر صحیفۂ آسمانی کا اطلاق کیوں درست نہیں؟ صحیفہ تو لفظِ مفرد ہے۔ قرآنِ کریم میں تو قرآنِ کریم پر صُحُف بصیغۂ جمع کا اطلاق بھی ہوا ہے۔

سورۂ لم یکن میں ہے یتلوا صحفا مطھرۃ یعنی ہمارے پیارے رسول پاک صحیفوں کی تلاوت کرتے ہیں۔

جمہور مفسرین کے نزدیک اِس تلاوت سے مراد تلاوتِ قرآنِ کریم ہے تفسیرِ حسینی میں فرمایا "یعنی قرآن و آنرا صحف گفت برائے تعظیم یا آنکہ جامع اسرار جمیع صحف ست" یعنی صحف جمع تعظیمی ہے اور یا اِس لئے جمع سے تعبیر فرمایا کہ وہ ان سب اسرار و رموز کا جامع ہے جو تمام کتبِ انبیاءِ کرام متفرق طور پر آئے اور بعض دوسری تفاسیر کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے

کہا یا اس لئے مصحف فرمایا کہ اس کے نسخے بکثرت پائے جائیں گے حالانکہ وہ کتاب پاک ایک ہی ہے کہ ہر نسخہ کتاب ہی کہلاتا ہے اور یا جمع باعتبار ان کاغذوں کے ہے جن پر لکھا جاتا ہے کہ ہر کاغذ کو بھی صحیفہ کہہ سکتے ہیں۔

بہر حال صحیفۂ آسمانی کا اطلاق بلاشبہہ روا ہے اور یونہی مصحفِ پاک یا مصحفِ ربّانی یا کوئی اور متبادل عنوان مگر مصحفِ عثمانی کہنا محلِ اعتراض اور واجب الاحتراز ہے کہ کسی اور معنے کی غمازی کرتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ واصحابہ وبارک وسلم۔

(نوٹ) سائل نے صحیفہ کا تکرار تین مرتبہ کیا مگر ۱ و ۳ کو غلطی سے صحفیہ لکھا۔ جو محض سبقتِ قلم ہی ہے۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۹ ذی القعدۃ المبارکہ ۷۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین صورتِ ذیل میں کہ اگر کوئی شخص برملا کہے کہ میں صحابۂ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت کا سرے سے منکر ہوں اور ان کی صحابیت کا قائل نہیں تو ایسا شخص مسلمان ہے یا کافر؟ اور اس کے ساتھ اہلِ سنّت حنفی افراد کی قربانی جائز ہے

یا نہیں مفصل اور مدلل بیان فرمایا جاوے۔

منجانب : اہالیانِ دیہہ جلوانہ شریف

یہ مسائل علمائے اہلِ حق نے آفتاب سے بھی زیادہ واضح فرمادئے ہیں۔ خلافت کا سرے سے انکار آفتابِ نصف النہار کا انکار ہے اور ان کی صحابیت کا قائل نہ ہونا ایمان بالقرآن سے فرار ہے، ایسے کے ساتھ قربانی محض بے کار ہے۔ رسالہ مبارکہ" رد الرفضہ "نوری کتب خانہ لاہور نزد داتا دربار سے خرید کر دلائل ملاحظہ کریں اور یونہی "مقیاسِ خلافت" مولانا اچھری علیہ الرحمہ کا مطالعہ کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وجمیع الصحابۃ اولی الکرم وآلہ الاکرم وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

از دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

۲۹ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۹۱ھ

بمطابق ۷۲-۲-۱۵

نوٹ: درج ذیل فتوے پر حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی تائید و تصدیق صفحہ ۱۵۳ پر ملاحظہ کریں۔ (مرتب)

مسئلہ افضلیت ملائکہ میں فتویٰ تکفیر غلط ہے

الاستفتاء

رضائے مصطفٰے میں ایک فتویٰ شائع ہوا جو لف ہٰذا ہے جس میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام سے افضل کہنے والے کو نہ صرف گمراہ بلکہ کافر کہا گیا ہے، تجدید نکاح و تجدید ایمان کے آخری احکام بھی صادر فرمائے ہیں اس طرح کہ جو شک کرے وہ بھی کافر سے کم نہیں، کیا یہ فتوٰے درست ہے ورنہ مکفّر کا حکم کیا ہے؟

السائل: عبدالکریم

الجواب ھوالموفق للصواب

مرسلہ فتوٰی کی بنیاد تین قسم کے امور پر ہے۔ اوّل حضرت جبریل علیہ السلام نبی کے مترادف رسول ہیں۔ دوم ان کی فضیلت اجماع قطعی سے ثابت ہے، سوم یہ مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہے حالانکہ یہ تینوں امور اہلِ علم حضرات کے نزدیک ثابت

نہیں ہیں اور اس فتوے کی بنیاد فاسد علی الفاسد ہے اور عقائدِ اہلِ سنت سے بے خبری اور مسلکِ حقہ سے محرومی ہے۔ بلاشبہ حضرت جبریل علیہ السلام کی شان و شوکت، جاہ وعظمت، طاقت وعصمت قرآنِ کریم سے ثابت ہے لیکن نبوت و رسالت لسانِ شرع اور اسلامی اصطلاح میں صرف انسان کے ساتھ اور فرشتوں کو لغوی معنے سے رسول کہا گیا ہے۔

شرح عقائد میں رسول کی تعریف اِس طرح کی ہے الرسول انسان بعثہ اللہ تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام وقد یشترط فیہ الکتاب بخلاف النبی۔ نبی اور رسول کو مترادف قرار دینا جمہور معتزلہ کا مذہب ہے چنانچہ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ شرح عقائد کے حاشیہ میں فرماتے ہیں فقال بعضہم انہما متساویان وھذا مذھب جمہور المعتزلۃ والیہ ذھب الشارح وقال بعضہم ان الرسول اما صاحب کتاب وشریعۃ متجددۃ بخلاف النبی کما بینہ المحشی وھذا مذھب اھل السنۃ۔

رسول کی تعریف میں علامہ ملا عصام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے و تعریف الرسول من انسان لانہ المقصود بالبیان او الرسول مختص فی لسان الشرع بانسان بل اطلاقات الواقعۃ علی الملک فی القرآن وغیرہ اطلاق لغوی والانسان جنس لمفہوم الرسول۔

اسی طرح عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بخلاف النبی فانہ منحصر بانسان۔ اِس سے واضح ہوا کہ کوئی فرشتہ نبی نہیں البتہ لفظِ رسول کا اطلاق فرشتہ پر بمعنے لغوی ہوا ہے۔

بہر حال ملائکہ کی نفسِ رسالت حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی شانِ رسالت کے برابر ارفع واعلیٰ نہیں، شرح عقائد کی عبارت فما نقل عن بعض الکرامیۃ من جواز الولی افضل من النبی کفر وضلال کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہاں نبی سے مراد شرعی اور اصطلاحی نبی ہے نیز حضرت جبریل علیہ السلام کو معصومیت کی وجہ سے افضل بتانا بھی غلط ہے کیونکہ دوسرے فرشتے بھی تو معصوم ہیں لہٰذا وہ بھی افضل ہونے چاہئیں۔

اس فتوے کفر کی دوسری بنیاد اجماع کے دعویٰ پر ہے، غالباً اجماع کی بحث کبھی پڑھی نہیں ورنہ ان کو معلوم ہوتا کہ ہر اجماع کا انکار کفر نہیں۔ اہلِ علم کے نزدیک اجماع قطعی بھی ہوتا ہے اور ظنی بھی، مرآت الاصول شرح مرقات الوصول میں امام ابوالفضل محی الدین قیدلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ان الاجماع اما بالتواتر او الشھرۃ او الاحاد ھکذا فی جمیع کتب الاصول فقط لاخلاف عند اھل السنۃ اس سے اجماع کا قطعی ہونا ثابت نہیں ہوتا من ادعی فعلیہ البیان۔

بالفرض قطعی بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی تکفیر نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اجماع قطعی کے انکار پر اس وقت تکفیر کی جائے گی جبکہ منکر اجماعِ قطعی کا اعتراف کرتا ہو اور اگر اجماع کا انکار جہالت اور عدمِ واقفیت پر مبنی ہو تو تکفیر نہیں، علامہ بحر العلوم شرح مسلّم الثبوت میں تحریر فرماتے ہیں اما انکار المجمع علیہ وان کان انکار جبلی و نشا من سفاھۃ ولکن لیس انکارا مع اعترافھم انہ مجمع علیہ بل ینکرون کونہ کذلک لشبھۃ نشأت لھم وان کانت طاغیۃ فی نفس الامر وانما الکفر انکار المجمع علیہ مع اعترافہ انہ مجمع علیہ من غیر تاویل۔

۳۔ مسئلہ کو ضروریاتِ دین سے کہنا بھی اپنی حد سے گزرنا ہے جس کو فتوے دینے کا شوق ہو

تو اس پر لازم ہے کہ اچھی طرح سمجھے اور مسئلہ کو متعدد کتابوں سے مطالعہ کرے، پھر ایسا فتویٰ جس میں کسی مسلمان کے ایمان کا فیصلہ کرنا ہو تو اس میں تو بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہیئے شرح عقائد میں بل بالضرورۃ کے لفظ سے اس مسئلہ کو ضروریات دین سے بتانا درست نہیں بالضرورۃ کے معنی بالبداھۃ بھی آتے ہیں۔

سیّدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اکبر کی شرح اکبر میں مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں و التقیید بالناس لان خواص الملائکۃ کجبریل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام وحملۃ العرش والمقربین افضل من عوام الناس وان کانوا دون الانبیاء والمرسلین علی الاصح من اقوال المجتہدین مع انہ لا ضرورۃ الی ھٰذہ المسئلۃ فی امر الدین علی وجہ الیقین۔

اب واضح ہوا کہ اس مسئلہ کا ضروریاتِ دین سے ہونا ثابت نہیں لہٰذا فتویٰ کفر بھی غلط ہے۔ اتنا سخت فتویٰ دینے والے کو توبہ کا اعلان کرنا چاہیئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

العبد: محمد حسین نعیمی، مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور

نوٹ: یہ فتوےٰ بمع تصدیقات علماء کرام "سوادِ اعظم لاہور" ۳ رجب المرجب ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۳ دسمبر ۱۹۶۰ء میں طبع ہوا۔ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کا تصدیقی مضمون آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں (مرتب)

الحمد للہ الذی ارسل الصادق المصدوق المصدق

وصلی اللہ علیہ وعلی آلہ ومن صدق وسلم التسلیم المحقق لمصدقیہ وصدیقہ وآلہ وسلم تسلیما۔

اما بعد فاضل محتشم ذوالمجد والکرم حضرت مولانا علامہ مفتی محمد حسین صاحب نعیمی مدظلہم العالی کا رسالہ فتوی برائے تصدیق وتائید آیا، ماشاء اللہ اوہام باطلہ واستدلالات عاطلہ کا خوب قلع قمع فرمایا۔ واقعی رسالتِ ملائکہ رسالتِ خلفاء اللہ تعالٰی (صلی اللہ تعالٰی علیہم وسلم) کے قطعاً مترادف نہیں، اسی توہمِ ترادف کی بناء پر تو معتزلہ نے کہا کہ ملائکہ انبیاء ورسل سے افضل ہیں کہ تمام انبیاء ورسل رسلِ ملائکہ اور جبریل کے لئے بمنزلہ امت ہیں اور رسول اپنی امت سے افضل ہوتا ہے مگر جمہور اہل السنت والجماعت کے نزدیک ان کا یہ عقیدہ باطل ہے کہ ملائکہ کی رسالت رسالتِ انبیاءِ کرام کے مترادف نہیں بلکہ تبلیغ ووساطت کے ہم معنٰی ہے۔

مواقف وشرح مواقف ج ۸ ص ۲۸۸، مطالع شرح طوالع ص ۲۱۳، تفسیر کبیر ج ا ص ۲۸۶، تفسیر نیشاپوری ج ا ص ۲۴۳، غنیۃ المستملی ص ۲۸۸ وغیرہا میں ہے والنظم للحلبی علیہ الرحمہ ان مطلق الرسالۃ لاتقتضی افضلیۃ الرسول وانما ذلک فی ما اذا کان الرسول للتشریع والتعلیم وانقاذ الضلال والدعاء الی اللہ واما اذا کان لمجرد تبلیغ الخبر من المرسل الی المرسل الیہ فلا الاتری ان السلطان قد یرسل الخبر مع بوابہ الی وزیرہ ولایقتضی ان البواب اقرب وافضل عند السلطان من الوزیر وھکذا حال الملائکۃ مع الانبیاء انما ھم رسل الیہم فی تبلیغ الخبر فقط اور یونہی کریمہ جاعل الملائکۃ رسلا اولی اجنحۃ کے تحت بیضاوی، ابوالسعود، جمل وصاوی

علی الجلالین، مظہری وغیرہا میں رسلاً کی تفسیر وسائط سے کی گئی ہے تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ ان کی رسالت رسالتِ انبیاء کرام کے ہم مرتبہ ہرگز ہرگز نہیں تو مفتی "رضائے مصطفےٰ" کا استدلال ہباءً منثورًا بنا اور یونہی ان کا اجماع کی بناء پر بھی تکفیر محض بے جا ہے کہ مسئلہ زیر بحث میں اجماعِ قطعی قطعاً نہیں بلکہ محض ظنی ہے حالانکہ اجماع ظنی کا منکر کافر نہیں بلکہ صرف اسی اجماع کا منکر کافر ہے جو تمام صحابہ کرام کا اجماع قولی قطعی بطریقِ تواتر ثابت ہو۔

شامی ج۲ ص ۲۹۳ میں ہے اذا لم تکن الاٰیۃ او الخبر المتواتر قطعی الدلالۃ او لم یکن الخبر متواترا او کان قطعیا لکن فیہ شبھۃ او لم یکن الاجماع اجماع الجمیع او کان ولم یکن اجماع الصحابۃ او کان ولم یکن اجماع جمیع الصحابۃ او کان اجماع جمیع الصحابۃ ولم یکن قطعیا بان لم یثبت بطریق التواتر او کان قطعیا لکن کان اجماعا سکوتیا ففی کل من ھٰذہ الصور لا یکون الجحود کفرا یظھر ذٰلک لمن نظر فی کتب الاصول فاحفظ ھٰذا الاصل فانہ ینفعک۔

جسے اس بیانِ فیض ترجمان میں شک ہو تو تنقیح و توضیح و تلویح ص ۵۳۴ و ۵۳۵، منار اور شروح منار نور الانوار ص ۲۲۳، شرح ابنِ مالک و شرح ابنِ علینی ص ۲۵۸، ۲۵۹، افاضۃ الانوار نسمات الاسحار ص ۱۴۶، مسلم الثبوت مع شرح بحر العلوم ص ۵۲۰ و ۵۲۱، تحریر و شرح تیسیر التحریر ج ۳ ص ۲۶۰، شرح قاضی عضد ج ۸ ص ۳۴۴ حسامی مع شرح غایۃ التحقیق ص ۲۱۳ کو غور سے دیکھے اور پھر دیکھے کہ اس مسئلہ میں تمام صحابہ کرام کا قولی اجماع بطور تواتر ہرگز ہرگز ثابت نہیں طرفہ تو یہ کہ اجماعِ قطعی کا منکر اس وقت کافر کہا جاتا ہے جب اسے اجماع کا علم بھی ہو اور واقف ہو ورنہ نہیں۔ شرح بحر العلوم ص ۷، مسایرہ ص ۱۷۵، شامی ج ۳ ص ۲۹۲ میں ہے

و النظم للشامی و کذا مخالفۃ او انکار ما اجمع علیہ بعد العلم بہ۔ حالانکہ مستدل سائل کو جاہل و ناواقف بتاتا ہے تو تکفیر کیسی؟ اور یونہی یہ مسئلہ ضروریاتِ دین سے بھی نہیں، ملّا علی قاری علیہ الرحمہ نے فقہ اکبر شریف کی شرح ختم کرنے کے بعد ایسے مسائل کا ذکر بطور الحاق کیا جو اختلافی مسائل ہیں۔ ص ۱۰۲ میں فرمایا و ھنا مسائل ملحقات لابد من ذکرھا فی بیان الاعتقادیات و لو کان من امور الخلافیات اور پھر اسی صفحہ میں تصریح فرمائی کہ ان مسائل سے ناواقفی مضر نہیں اور انہیں مسائل ملحقہ سے یہ مسئلہ زیر بحث بھی ذکر فرمایا ص ۱۰۷ میں فرمایا و منہا تفضیل الملائکۃ فخواصھم افضل بعد الانبیاء علیہم السلام من عموم الاولیاء و العلماء (الی ان قال) قلت فلتکن المسئلۃ ظنیۃ لا قطعیۃ وھو کذالک بلا شبھۃ نیز ص ۶۰ میں فرمایا لا ضرر و ما الی ھذہ المسئلۃ فی امر الدین علی وجہ الیقین۔ شامی ج ۱ ص ۴۹۳ میں ہے المسئلۃ خلافیۃ و ھی ظنیۃ۔

تکمیل الایمان ص ۷۳ میں ہے "و بعضے گفتہ اند کہ ظاہر دراں آنست کہ مسئلہ تفضیل در ہر جا کہ باشد ہمیں حکم داشتہ باشد و مآلِ کلام اختلافِ حیثیات و تعددِ جہات است" تو امس و شمس کی طرح واضح ہوا کہ یہ مسئلہ ظنّیہ و خلافیہ ہے اور ضروریاتِ دین سے نہیں تو اس بنا پر بھی کافر بتانا سخت زیادتی و ناروا ہے، ہاں ہمارے نزدیک تفضیلِ جبریلِ امین ہی مختار ہے مگر یہ نہیں کہ ہمارے ہر مختار کا انکار کفر بنے اور تفضیل کا ایک پہلو تعددِ جہات و اختلافِ حیثیات کی بنا پر بھی واقع ہوا کرتا ہے جس کی طرف حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ نے اشارہ فرمایا جسے علماء فضلِ جزئی سے تعبیر کیا کرتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ زید نے کسی فضلِ جزئی کی بنا پر حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل کہا ہو مثلاً اس حیثیت سے کہ انہیں حضور پُر نور محبوب

رب العالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی دائمی حاضری حاصل ہے اور جبریل امین کے لئے بالدوام حاصل نہیں اور فرطِ اشتیاق میں وما نتنزل الا بامر ربک عرض کرتے ہیں تو زید کو کیوں کافر کہا جائے حالانکہ مشائخ عظام فرماتے ہیں کہ جب مسئلہ میں تکفیر کے کئی پہلو ہوں اور ایک پہلو مانعِ تکفیر ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ پہلوئے مانع کی طرف میلان کرے کہ مسلمان کے ساتھ اچھا گمان کرے کما فی جامع الفصولین[1] والبحر[2] والشامی[3] عن الخلاصۃ والبزازیۃ بلکہ فرماتے ہیں کہ مسلمان کی کلام جب کسی اچھے محمل پر محمول ہو سکے تو کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے کما فی البحر[4] والشامیۃ[5] وغیرہما بلکہ فرماتے ہیں یجب حمل احوال المسلمین علی الصلاح کما فی الھندیۃ والشامیۃ وغیرہما اور قرآنِ پاک نے فرمایا ان بعض الظن اثم۔

افسوس کہ بعض حضرات رضوی ہونے کے باوجود امامِ اہل السنت والجماعت اعلحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اتباع نہیں کرتے، وہ تو الکوکبۃ الشہابیہ کے آخر میں فرماتے ہیں "ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیمروز کی طرح ظاہر و زاہر کہ اِس فرقۂ متفرقہ اور اس کے امامِ نافرجام پر جزماً قطعاً یقیناً اجمالاً بوجوہ کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہہ جماہیر فقہاءِ کرام واصحابِ فتویٰ اکابر و اعلام کی تصریحاتِ واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر باجماع ائمہ،، مگر ساتھ ہی فرماتے ہیں" اگرچہ ہمارے نزدیک مقامِ احتیاط میں اِکفار سے کفِ لسان ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب" اور یونہی سل السیوف اور سبحان السبوح میں فرمایا۔

---

[1] ج ۲ ص ۲۱۶ [2] ج ۵ ص ۱۲۵

[3] ج ۳ ص ۳۹۳ [4] ج ۵ ص ۱۲۵

[5] ج ۳ ص ۳۹۳

(مرتب)

تو آفتابِ نیمروز و ماہِ نیم ماہ کی طرح واضح ہوا کہ یہ فتوائے تکفیر صحیح نہیں تو مفتی پر لازم کہ توبہ کا اعلان کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ و واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

مبسملا محمدلا مصلیا مسلما

حضرت محترم جناب مولانا صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: مزاجِ عالی۔

جوابِ باصواب ملا۔ الحمدللہ کہ آنجناب کے جوابات فقیر پُرتقصیر کے جوابات سے مل گئے ہیں اور ناچیز کو تائید حاصل ہوئی ہے۔ جناب کی تکلیف فرمائی اور نیز جلدی جواب دینے کا بہت بہت شکریہ جزاکم اللہ تعالیٰ فی الدارین خیرا۔ چند اور مسائل درپیش ہیں، امید ہے کہ جوابِ باصواب سے نوازیں گے۔

۱۔ حضرتِ امام حسن بن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے صاحبزادے حضرتِ حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ معرکہ کربلا سے کیسے بچے تھے، کسی معتبر تاریخ کا حوالہ ہو تاکہ شیعہ کو جواب دیا جاسکے اور حضرتِ غوث پاک رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا سیّد ہونا اور اتصالِ نسب ہونے کے، اگر اہلِ تشیع

کی کتب اور اہلِ تشیع اور اہلِ سنت دونوں کی کتب کا حوالہ ہو سکے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

۲۔ کیا شہید پر جو حقوق العباد تھے وہ بھی معاف ہو جاتے ہیں؟

۳۔ کیا دفاعی فنڈ میں زکوٰۃ لگ سکتی ہے؟

(نوٹ) اِس تیسرے سوال کے جواب کی ذرا فوری ضرورت ہے۔

غلام محمود غفرلہٗ از دارالعلوم اہلِ سنت جہلم
۷ رجب المرجب ۸۵ھ

نوٹ: اس پر سیّدی فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے درج ذیل مکتوب اور جواب استفتاء تحریر فرمایا۔ (مرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والحمد للہ تعالیٰ وصلی اللہ علیٰ حبیبہ الانور وآلہٖ وصحبہٖ وسلم تسلیماً کثیرا۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ: مزاجِ گرامی۔

چند روز ہوئے ملفوفِ محبت ملا، جو کچھ لکھا اپنے فرائض کی ادائیگی کی، اِس میں شکریہ ادا کرنے کی کیا ضرورت؟ پھر آپ نے پسند فرمایا اور اپنی تحقیق کے مطابق پایا اور اطلاع بھی دی بغیر کسی استفسار کے' اِس پر فقیر کا شکریہ قبول فرمائیں، ہاں اگر یہ وضاحت فرما دیں کہ آپ کس دار العلوم کے مستند ہیں اور کس پیرِ طریقت سے انتساب ہے تو کرم ہوگا، نیز فقیر کے مشاغل کافی ہیں اور کچھ امراض بھی لاحق ہیں لہٰذا جواب میں تاخیر ہو جایا کرتی ہے اور انہی امور کے پیشِ نظر استفتاء میں سوال زیادہ نہ ہوتے پسند کرتا ہوں۔ اب بھی تکلیف میں ہی لکھ رہا ہوں۔

۱۔ حضرت امام حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ معرکۂ کربلا میں ہرگز شہید نہیں ہوئے بلکہ اس کے تقریباً ۳۷ سال بعد ان کا وصال ہوا اور آپ کی زوجہ پاک جو حضرتِ سیّد الشہداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں ایک سال تک آپ کی قبرِ انور پر خیمہ لگا کر مقیم رہیں۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۷ میں ہے ولما مات الحسن بن الحسن بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین ضربت امرأته القبة علی قبره سنة۔

شروحِ بخاری کرمانی ج ۷ ص ۱۱۲، فتح الباری ج ۳ ص ۱۵۶، عینی ج ۴ ص ۱۴۸، قسطلانی ج ۲ ص ۴۸۶ میں بالفاظِ متقاربہ ہے وکانت وفاته سنة سبع وتسعین۔

طبقاتِ ابنِ سعد ج ۵ ص ۳۱۹ میں آپ کی اولاد چھ لڑکے اور چھ لڑکیاں بالتفصیل مذکور ہے ونصه حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ھاشم الخ

تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۶۳ میں بھی آپ کی اولاد کا ذکر ہے نصه وعنه اولاده ابراھیم وعبد اللہ والحسن الخ مرآۃ الزمان ج ۳ ص ۴۵۱ میں عبد اللہ المحض بن الحسن المثنی بن امیر المؤمنین ابی محمد الحسن بن امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور یونہی بکثرت کتبِ تواریخ ومناقب حضور سیّدنا الغوث الاعظم

رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور کے نسبِ اطہر میں حضرت عبداللہ بن الحسن بن الحسن رضی اللہ تعالٰی عنہم کا صریح ذکر موجود ہے جو آفتابِ نیم روز اور ماہِ نیم ماہ سے بھی واضح وعیاں ہے تو نسبِ اطہر بلا شک ثابت ہے۔

رہی یہ بات کہ کربلا میں کیسے بچے تو کیف باتعین کے علم پر بچنا موقوف نہیں۔ بہرحال آپ اس معرکہ کے کافی زمانہ بعد تک زندہ رہے، یہ یقیناً ثابت ہے اور اس کیف کا بیان بھی مشائخ کرام نے فرما دیا ہے۔ تہذیب التہذیب کے صفحہ مذکورہ میں ہے وحضر مع عمہ کربلاء فحماہ اسماء بن خارجۃ الفزاری لانہ ابن عم امہ۔ میرے پاس زیادہ کتبِ شیعہ نہیں۔

۲۔ حدیثِ پاک میں الا الدین کی تصریح ہے رواہ مسلم وغیرہ۔

۳۔ ہاں بحیلۃ التملیک الشرعی من الفقیر ثم ھو یعطی کما فی الدر والشامی وغیرھما من اسفار المذھب المھذب فان التملیک لابد منہ۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ وآلہ واصحٰبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۱۹ رجب المرجب ۱۳۸۵ھ
۱۴/۱۱/۶۵

ذیل کے فتوے پر حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کا جواب صفحہ ۱۶۴ پر ملاحظہ فرمائیں (مرتب)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اہلِ سنت اس مسئلہ میں کہ امام عالی مقام جنابِ امام حسین

علیٰ جدّہٖ وعلیہ السلام کو امامِ مظلوم یا مظلومِ کربلا کے نام سے یاد کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ امامِ عالی مقام کو ان ناموں سے یاد کیا جاسکتا ہے اور آپ کو مظلوم بایں معنیٰ کہنا کہ آپ پر یزیدیوں کی طرف سے واقعی ظلم کیا گیا تھا، جائز ہے اور عمر کہتا ہے کہ آپ کو مظلوم کہنا جائز نہیں، اسی لئے کہ مظلوم کے معنیٰ ہیں مجبور کے اور امام پاک قوت واختیار روحانی کے مالک تھے۔ اب آپ سے استدعا ہے کہ یہ بتلایئے کہ ان میں سے کس کی بات صحیح اور مسلکِ اہلِ سنت کے مطابق ہے؟

الجواب

امامِ عالی مقام علیٰ جدّہٖ وعلیہ السلام کو امامِ مظلوم کے نام سے یاد کرنا شرعاً درست اور مسلکِ اہلِ سنت وجماعت کے مطابق ہے کیونکہ مظلوم وہ ہوتا ہے جس پر ظلم کیا گیا ہو اور ظلم کے معنٰے علمیہ میں یہ لکھے ہیں ارتکاب معصیۃ مسقطۃ للعدالۃ مع عدم التوبۃ والاصلاح اور وضع الشیئ فی غیر محلہ اور التصرف فی ملک الغیر ومجاوزۃ الحد جامع العلوم الجزء الثانی من الفن الاول مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ص ۲۸۷ اور غیاث اللغات مطبوعہ مجیدی کانپور کے ص ۳۲۴ پر لکھا ہے "ظلم بالضم گزاشتن چیزے در غیر محل" اور یونہی لغت کی مشہور کتاب صراح میں لکھا ہے وضع الشیئ فی غیر محلہ علیٰ ہٰذا القیاس دوسری کتب میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس معنیٰ مذکورہ مبینۂ کتب کے بموجب لفظِ "مظلوم" امامِ پاک پر بولا جاسکتا ہے۔

نیز قرآنِ کریم پ۱۷ سورہ الحج ع ۱۳ میں جو ارشادِ خداوندی ہے اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا ط وان اللہ علی نصرھم لقدیر

اس کی تفسیر میں تفسیر جامع البیان مطبوعہ فاروقی دہلی کے ص ۲۹۴ پر مسطور ہے بسبب انھم مظلومون ھی اول اٰیۃ نزلت فی الجھاد حین ھاجروا من مکۃ۔

اس سے معلوم ہوا کہ آیتِ مسطورہ بالا مہاجرین مکہ کے حق میں نازل ہوئی ہے اور مفسر ان کے بارے میں مظلومون لکھ رہا ہے حالانکہ وہ صحابہ کرام اور اہلِ بیتِ عظام تھے جو کہ بہت بڑی روحانی قوت کے مالک اور طاقت و اختیارِ خداداد رکھنے والے تھے،

نیز صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف سوانح کربلا مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی کے ص ۱۳۰ پر لکھا ہے " اور امامِ مظلوم کا تنِ ناز پرور نشانہ بنا ہوا ہے اور ص ۱۲۶ پر لکھا ہے " اور یہ سب کو یقین تھا کہ امامِ مظلوم حق پر ہیں " اور یونہی حضرت مولانا محمد حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف " انتخابِ شہادت مع آئینہ قیامت " کے ص ۷ پر لکھا ہے " امامِ مظلوم سے مدینہ چھوٹتا ہے " اور بارہا دفعہ آپ کو امامِ مظلوم لکھا ہے اور یونہی حضرتِ علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف " اوراقِ غم " مطبوعہ گلزارِ عالم پریس ص ۲۴۱ پر لکھا ہے " اب وہ وقت آگیا ہے کہ مظلوم کی ہمشیرہ کی کمائی لٹتی ہے "۔ ص ۲۷۲ پر ہے " میں ابنِ بوتراب ہوں مظلوم و تشنہ کام " ص ۲۷۵ پر ہے " اور امامِ مظلوم پر جوشِ شوقِ شہادت میں ہزاروں اشقیاء کے مقابلے کو تنہا تشریف لائے زرعہ ہوا " اس لئے زید کا قول درست اور مسلکِ اہلسنت کے عین مطابق ہے اور عمر کا کہنا غلط، اجلّہ علماء اہلِ سنت کی مبارک تحریروں کے خلاف ہے۔

حافظ امیر محمد خان، جہلم اور جواب بنامِ صوفی محمد حنیف کلرک اے۔ای این جہلم آفس پی۔ڈبلیو ریلوے منگایا

حضرتِ امام عالی مقام رضی اللہ تعالےٰ عنہ شہید ہیں اور مظلوم ہیں، ان کو ناحق قتل کیا گیا اور جسے ناحق قتل کیا گیا اس کا مظلوم ہونا اور اسے مظلوم کہنا قرآنِ کریم کی نص سے ثابت ہے، سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۳۳ میں ہے ومن قتل مظلوما جس کا ترجمہ خزائن العرفان شریف میں یہ ہے "اور جو ناحق مارا گیا" اگر معاذاللہ وہ مظلوم نہیں اور ناحق قتل نہیں کیے گئے تو شہید کیسے ہوئے؛ اور مظلوم کا معنیٰ مجبور نہیں، دیکھئے زمانہ قریب کی تصنیف فیروز اللغات ج۲ ص ۱۳۴۲ میں ہے "جس پر بے انصافی کی گئی، ظلم رسیدہ، ستایا ہوا، ستم زدہ" زمانہ قریب کا حوالہ اس لئے دیا ہے کہ واضح ہو جائے کہ نیا عرف بھی ایسا نہیں بنا، ورنہ لغاتِ عربیہ کے اتنے حوالے دیئے جاسکتے ہیں جو اس کاغذ میں سما نہیں سکتے۔

نصِ القرآن کے بعد کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی ورنہ صدہا دلیل سے یہ مسئلہ ثابت کیا جاسکتا ہے۔ باقی امام پاک کی قوتِ روحانیہ اور اختیار تو اس کے معنے عمر بیچارہ کیا جانے! بہر حال قولِ زید صحیح اور مسلکِ اہلِ سنّت والجماعت کے مطابق ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۲ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ ۲۶-۲-۷۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اہل تصوف اس مسئلہ میں کہ مسمی شاہد ولد سبحان قوم کھرل نے بندہ سے آکر دریافت کیا کہ جناب غوث الاعظم قدس سرہ جس طرح قصیدہ روحی وقصیدہ غوثیہ میں فرماتے ہیں کہ میرے کاندھوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم ہیں اور میرے قدم تمام اولیاء اللہ کے کاندھوں پر ہیں اور بوقت معراج شریف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غوث پاک نے کاندھوں پر اٹھایا تھا یا نہیں؟ اور جس طرح قصیدہ مذکورہ میں مندرج ہیں کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ واسماعیل ولیعقوب ویوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام وغیرہ وغیرہ کی امداد آپ نے فرمائی یا نہیں؟ تو بندہ نے جواب دیا کہ واقعی یہ تمام اوصاف جناب میں ہیں اور تمام بات برحق ہے۔

اس پر مسمی فتح دین ولد میاں اللہ جوایا قوم حجام نے کہا کہ بالکل غلط ہے آپ پورا حوالہ دکھا سکتے ہیں؟ اس پر میں نے کہا ہاں۔ اس لئے آنجملہ علمائے کرام واہل تصوف سے التماس ہے کہ پورا پورا حوالہ درج کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

السائل: قاری علی محمد از موضع نہلہ مورخہ ۲۸ صفر المظفر ۷۹ھ

جھنڈ پر نور نور علی نور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کا یہ مقدس ارشاد

قدمی ھٰذہ علیٰ رقبۃ کل ولی للہ کہ میرا یہ قدم اللہ تعالیٰ کے ہر ایک ولی کی گردن پر ہے، بالتواتر ثابت ہے۔ جماہیر اولیاءِ عظام زمانۂ مبارکہ سے آج تک تسلیم کرتے ہیں بلکہ حضور کے فرمانے سے پہلے بلکہ ولادتِ مقدسہ سے بھی پہلے حضراتِ اولیاءِ کرام کی پیشینگوئیوں سے روزِ روشن کی طرح واضح وہویدا ہوچکا تھا اور یہ بھی مسلّماتِ محققہ سے ہے کہ حضور کا یہ فرمانا اپنی طرف سے ہرگز ہرگز نہیں بلکہ حضرتِ رب العالمین جل وعلا کے حکمِ خاص سے فرمایا۔

بہجۃ الاسرار شریف جو نہایت ہی بلند پایہ اور کتبِ حدیث کی طرز پر باقاعدہ بااسناد ہے اس کے ص ۳ سے ص ۹ تک باقاعدہ اسنادوں سے اِن مطالب عالیہ کو نہایت ہی وضاحت سے بیان فرمایا، اختصاراً صرف متونِ عبارات سے ایک ایک پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ص ۴ میں ہے سمعت شیخنا ابا احمد عبد اللہ بن احمد بن موسیٰ الجونی الملقب بالحق بجبل حرد فی خلوتہ سنۃ ثمان وستین واربع مائۃ یقول اشھدت انہ سیولد بارض العجم مولود لہ ظھور عظیم بالکرامات و قبول تام عند کافۃ الاولیاء یقول قدمی ھٰذہ علیٰ رقبۃ کل ولی للہ الخ[1]

نیز ص ۵ میں ہے وسیظھر ھنا واشار الی العراق فتی عجمی شریف یتکلم علی الناس ببغداد و یعرف کرامتہ الخاص والعام

---

[1] میں نے اپنے استاذ ابو احمد عبد اللہ بن احمد بن موسےٰ جونی (جن کا لقب حقی تھا) سے جبلِ حرد میں انکی خلوت نشینی کے دوران ۴۶۸ھ میں سنا کہ وہ فرماتے ہیں مجھے مشاہدہ کرایا گیا ہے کہ بیشک عنقریب عجم کے علاقہ میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جس کا کرامات سے نہایت عظیم الشان ظہور ہوگا اور اسے تمام اولیاءِ کرام کے نزدیک پوری مقبولیت ہوگی وہ "قدمی ھٰذہ علیٰ رقبۃ کل ولی للہ" فرمائیگا۔

وهو قطب وقته يقول قدمي هٰذه على رقبة كل ولي لله [1]

ص ۱۹ میں ہے نحن و سائر الاولياء في حضرة انفاسه و تحت ظل قدميه و في دائرة امره [2]

ص ۱۱ میں ہے قلت لعمي الشيخ عدي بن مسافر رضي الله تعالى عنه اعلمت ان احدا من المشائخ المتقدمين قال قدمي هٰذه على رقبة كل ولي لله غير الشيخ عبد القادر قال لا قال قلت فما معناه قال هي مفصحة عن مقام الفردية في وقته قلت فلكل وقت فرد قال لم يؤمر احد منهم ان يقول هٰذا سوى الشيخ عبد القادر رضي الله تعالى عنه قلت او امر بقولها قال بلى قد امر وانما وضعت الاولياء كلهم رءوسهم لمكان الامر الا ترى الى الملائكة لم يسجدوا لآدم صلوات الله

(نوٹ) مولانا ابوالافضل محمد اجمل نوری مدرس دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور نے اس فتوی کی عربی عبارات کا اردو ترجمہ کیا ہے (مرتب)

[1] شیخ عقیل منبجی رضی اللہ تعالے عنہ نے عراق کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ عنقریب وہاں ایک سید نوجوان عجم سے ظاہر ہوگا اور بغداد کے مجمع عام میں ارشاد فرمائیگا اور اس کی کرامات کے خاص و عام تمام ہی معترف ہوں گے اور وہ اپنے وقت کا قطب مطلق ہوگا اور فرماتے گا "قدمی ہٰذہ علٰے رقبۃ کل ولی للہ"۔

[2] کوہ قاف کے اولیاء کے سرداروں نے حضرتِ غوث اعظم رضی اللہ تعالے عنہ کے متعلق شیخ ابو محمد بطائحی رضی اللہ عنہ کو فرمایا، ہم اور تمام اولیاء کرام آپکی بارگاہِ عالیہ میں آپکے مبارک قدموں کے زیر سایہ اور آپکے دائرہ ارشاد میں حاضر رہتے ہیں۔

علیہ الا لو و الامر علیہم بذلک [1] بلکہ خود حضور پرنور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشادِ مبارک ہے ص ۲۱ میں ہے یقال لی یاعبد القادر تکلم یسمع منک یقال لی یاعبد القادر بحقی علیک کل بحقی علیک اشرب بحقی علیک تکلم و اٰمنتک من الردی [2]

نیز ص ۲۴ میں ہے انما انطق فانطق [3]۔ یہ مطالب علیہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور ملا علی قاری اور ابن حجر مکی وغیرہم نے بھی اپنی اپنی تصانیفِ مبارکہ میں وضاحت سے بیان فرمائے اور یہ بھی اظہر من الشمس کہ تمام اولیاء کرام کی گردنوں پر قدمِ پاک کا ہونا اظہارِ فضیلت میں تمام کا ذھوں

---

[1] حضرت ابوالمفاخر شیخ عدی بن شیخ ابوالبرکات صخر نے فرمایا کہ میں نے اپنے چچا شیخ عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ حضرت شیخ عبدالقادر کے سوا مشائخ متقدمین میں سے کسی کو جانتے ہیں جس نے قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ کہا ہو؟ تو فرمایا کہ نہیں، میں نے عرض کیا کہ پھر اس ارشاد کا کیا معنیٰ؟ آپ نے فرمایا کہ یہ فرمان اپنے وقت کے تمام اولیاء کرام سے شانِ فردیت کا مظہر ہے میں نے عرض کی کہ ہر زمانہ میں کوئی صاحب مقامِ فردیت پر فائز ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغیر کوئی شخص اس بات کا مامور نہیں ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کو اس بیان فرمانے کا امر تھا تو فرمایا کیوں نہیں آپ بالضرور اس کے مامور تھے اور تمام اولیاء کرام نے اپنے سروں کو اسی امر کی وجہ سے جھکایا، کیا تو فرشتوں کو نہیں جانتا کہ انہوں نے صرف ورودِ امر کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا (اس سے ظاہر کہ تمام اولیاء کرام کو حضرت الشیخ رضی اللہ عنہ کا فرمانِ مبارک تسلیم کرنے کا حکم ہوا)

[2] مجھے فرمایا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر! تو کلام کر تیری کلام مسموع و مقبول ہو گی، مجھے فرمایا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر تجھے میرے اس حق کی قسم جو تجھ پر ہے تو کھا، تجھے تجھ پر میرے حق کی قسم تو پی، تجھے تجھ پر میرے حق کی قسم تو کلام کر اور میں نے تجھے گرنے اور ہلاک ہونے سے امن دیا ہے۔

[3] بے شک مجھے بولنے کا حکم دیا جاتا ہے تو میں بولتا ہوں۔

پر ہونے سے بدرجہا نمایاں و تاباں ہے کما لا یخفی علی اولی النہی[1] مگر قصیدۂ مبارکہ غوثیہ اور قصیدۂ روحی میں یہ ہرگز نہیں کہ میرے قدم تمام اولیاء اللہ کے کاندھوں پر ہیں اور نہ ہی یہ ہے کہ میرے کاندھوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم ہیں لہٰذا سائل کے یہ حوالے صحیح نہیں گو یہ اور اس سے بھی اعلیٰ و افضل مدارج و مناقب ہمارے غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ثابت ہیں، ہاں قصیدۂ مبارکہ غوثیہ میں یہ ہے (شعر)

وکل ولی لہ قدم وانی
علی قدم النبی بدر الکمال

کہ تمام اولیاء کو ایک ایک قدم ملا اور بے شک میں اس نبی بدر الکمال کے پاک قدموں پر ہوں اور قصیدہ روحی کے سب نسخوں میں نہیں بلکہ بعض میں (ع) قدمی ھذہ علی رقبۃ کل الخ ہے۔ فتاویٰ افریقہ ص ۷۴ میں ہے۔

"تفریح الخاطر وغیرہ میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس سیدِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم شبِ معراج حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے دوشِ مبارک پر پائے انور رکھ کر براق پر تشریف فرما ہوئے اور بعض کے کلام میں ہے کہ عرش پر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے تشریف لے جاتے وقت ایسا ہوا۔"

باقی رہا حضرات انبیاء کرام کی مدد کرنا تو اس کا ذکر صرف قصیدۂ روحی میں ہے[2]

---

[1] جیسا کہ عقل والوں پر پوشیدہ نہیں۔

[2] البتہ گردنوں پر قدم پاک ہونے کا ذکر قصیدۂ غوثیہ کے اس شعر میں ہے

[3] انا الحسنی والمخدع مقامی ، واقدامی علی عنق الرجال
(مرتب)

مگر قصیدۂ روحی حضور پُرنور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہونے میں تحقیق طلب ہے، بر تقدیر تحققِ ثبوت اس کا نام ہی ظاہر کرتا ہے کہ اس کا تعلق عالمِ ارواح کے ساتھ ہے اور کسی روح کا باذن اللہ تعالیٰ والمدبرات امرا[1] کے ساتھ لاحق ہو جانا قطعاً مستبعد نہیں، متصرفِ حقیقی حضرتِ رب العالمین ہی ہے اور حضراتِ انبیاءِ کرام و اولیاءِ عظام، ملائکہ و ارواح سب اسی کی قدرت کے مظاہر و مجالی ہیں اور اس کا شان ہے علیٰ کل شیئ قدیر[2] تو اگر کسی برگزیدہ مکرم و مطہر روح کو مظہرِ قدرت و نصرتِ خاصہ بنا دے تو اس میں گنجائشِ انکار قطعاً نہیں اور نہ ہی اس کا انکار ہو سکتا ہے کہ پیغمبرانِ عظام کی امداد و نصرتِ خادمانہ حیثیت میں امتی اور غیر نبی کر سکتے ہیں، قرآنِ کریم میں ہے لیعلم اللہ من ینصرہ ورسلہ بالغیب[3] (سورۃ الحدید)

نیز قرآنِ کریم میں ہے یایھا الذین اٰمنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسی ابن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ[4] (سورۃ الصف) نیز قرآنِ کریم میں ہے فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ[5] (سورۃ الاعراف) نیز قرآنِ کریم میں ہے وایدناہ بروح القدس[6]

---

[1] پھر کام کی تدبیر کریں۔ (سورۃ النازعات، آیت ۵۔

[2] وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

[3] اسلئے کہ اللہ دیکھے اس کو جو بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ (الحدید، آیت ۲۵)

[4] اے ایمان والو! دینِ خدا کے مددگار ہو جیسے عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں۔ (الصف آیت ۱۴)

[5] تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اسکی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں۔ (سورۃ الاعراف، آیت ۱۵۷)

[6] اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی۔ (سورۃ البقرہ، آیت ۲۵۳)

(سورۃ البقرۃ)

بہر حال اس وحدہٗ لاشریک لہٗ کے فضل و کرم سے کسی مبارک روح کی خادمانہ رنگ میں امداد ممکن ہے اور مخبرِ صادق جب امرِ ممکن کی خبر دے تو قابلِ تسلیم ہے اور مخبر لازم الاطاعۃ ہو تو ضروری و لازم ہے پھر چونکہ اس کے پیارے اسی کی قدرت کے مظہر ہوتے ہیں لہٰذا ایسے افعال کی نسبت و اسناد اسکی طرف بھی جائز ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے وما رمیت اذ رمیت ولٰکن اللہ رمٰی [۲] (سورۃ الانفال) اور حدیثِ قدسی میں ہے فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ الحدیث [۳] رواہ البخاری ص ۹۶۳ عن ابی ھریرۃ واوردہ الائمۃ فی تصانیفھم المنیفۃ بکلمات متقاربۃ و فوائد مترادفۃ [۳]

بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ اس مدعٰی پر آیات و احادیث سے صدہا شہادتیں قائم کی جاسکتی ہیں بلکہ فتاوٰی حدیثیہ ص ۲۱۳ و ۲۱۴ میں ہے للعارفین رضی اللہ تعالیٰ عنھم ونفعنا بعلومھم واسرارھم ولحظاتھم اوقات یغلب علیھم فیھا شھود الحق تعالیٰ بعین العلم و البصیرۃ فاذا تم لھم ذٰلک الشھود ذھلوا حتی عن نفوسھم و لم یبق لھم شعور بغیر

---

[۱] کما صرح بہ الائمۃ وھو قضیۃ العقل [۱] ۱۲ منہ غفرلہ

[۱] جس طرح حضراتِ ائمہ کرام نے اس کی صراحت فرمائی اور عقل کا بھی یہی فیصلہ ہے۔

[۲] اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (سورۃ الانفال آیت ۱۷)

[۳] جب بندہ قربِ نوافل کے ذریعے محبوبِ خدا بنتا ہے، تو میں اسکے وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اسکی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے (الخ) اسے امام بخاری علیہ الرحمہ نے ص ۹۶۳ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور ائمہ حدیث نے اسے اپنی بلند شان تصانیف میں ملتے جلتے کلمات اور زائد فوائد کے ساتھ وارد فرمایا۔

الحق تعالٰی فحینئذ یتکلمون علی لسان ذلک القرب الاقدس الذی منحوہ المشار الیہ بقولہ تعالٰی فاذا احببتہ صرت سمعہ وعینہ ویدہ ورجلہ الحدیث ویثبتون لانفسہم بطریق الایہام لابطریق الحقیقۃ ما اثبتہ الحق لنفسہ لابمعنی الاتحاد الذی ھو عین الکفر والالحاد وحاشاھم اللہ عنہ بل بمعنی اتحاد الشہود الذی صیر الحکم لیس الا لذات الحق تعالٰی و تقدس (الی ان قال) ھذا کلہ ان صدر عنہم ذلک فی حال الصحو و مثلہ[1] فی ص ۲۲۴۔

اور یہ سمجھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ متشابہات کتاب وسنت کی طرح کلام اولیاء کرام میں بھی ایسے متشابہات پائے جاتے ہیں کہ ان کے غیر کو ان متشابہات کے معانی غامضہ تک رسائی ممکن نہیں۔ شامی ج۳ ص ۴۰۶ میں ہے ان الصوفیۃ تواطؤا علی الفاظ اصطلحوا

---

[1] جو حضرات عارف باللہ ہیں (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو اور ان کے علوم واسرار اور توجہات سے ہمیں نفع عطا فرمائے) ان کے کچھ ایسے احوال واوقات ہوتے ہیں جن میں ان حضرات پر علم وبصیرت کی آنکھ سے حق تعالٰی کا شہود غالب ہو جاتا ہے پھر جب یہ غلبۂ شہود ان کے لئے مکمل طور پر ہوتا ہے تو وہ اپنی جان تک سے بے خبر ہو جاتے ہیں اور حق تعالٰی کے سوا انہیں کسی کا شعور نہیں رہتا تو اسوقت وہ حضرات اس پاکیزہ قرب والی زبان سے بولتے ہیں جو قرب خاص ہیں انہیں عطا فرمائی جاتی ہے جسکی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ ہے جسمیں ہے کہ جب میں اس بندے کو محبوب بنالیتا ہوں تو اس کے کان اور اسکی آنکھ، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں اور اس وقت وہ حضرات اپنی طرف ان چیزوں کی نسبت بطور ایہام کر لیتے ہیں جنہیں حق تعالٰی نے اپنے لئے ثابت فرمایا مگر یہ نسبت بطور حقیقت نہیں کرتے اور نہ ہی بطور اتحاد کیونکہ وہ تو عین کفر والحاد ہے (اللہ تعالٰی انہیں اس سے دور رکھے) بلکہ اتحاد شہودی کے معنٰی سے جس نے ایسا بنادیا کہ حکم صرف ذات حق تعالٰی وتقدس کیلئے ہی رہ گیا (آگے فرمایا) یہ تمام اس وقت ہے جب ایسے کلمات حالت صحو میں (ہوش وحواس برقرار رکھنے کی حالت میں) ان حضرات سے صادر ہوں اور اس کی مثل ص ۲۲۴ میں بھی ہے۔

علیہا وارادوا بہا معانی غیر المعانی المتعارفۃ منہا بین الفقہاء فمن حملہا علی معانیہا المتعارفۃ کفر نص علی ذٰلک الغزالی فی بعض کتبہ وقال انہ شبیہ بالمتشابہ فی القراٰن والسنۃ کالوجہ و الید والعین والاستواء[1] الیواقیت والجواہر ج۱ ص ۲۰ میں ہے السنۃ جمیع المحبین اعجمیۃ علی غیرہم وھی لاصحابہم عربیۃ ھٰذا کلہ فی حق المتمکنین من الاولیاء[2] ورنہ کلامِ کاملین میں قطعاً کوئی ایسی چیز نہیں جو شریعتِ غرا کے مخالف ہو وہ تو خود تصریح فرماتے ہیں کل حقیقۃ لایشہد لہا الشرع فہی زندقۃ یعنی ہر ایسی حقیقت جو شہادتِ شرع سے ثابت نہ ہو تو وہ بے دینی ہے[3] فتوح الغیب شریف مطبوع مع الشرح ص ۳۴۲) عوارف المعارف شریف ج ۲ ص ۵ مطبوع مع الاحیاء میں ہے کل حقیقۃ ردتہا الشریعۃ فہی زندقۃ اور ج ۳ ص ۱۱۹ میں ہے من لاشریعۃ لہ لاایمان لہ و لاتوحید لہ[4]

بہرحال ان پاک ہستیوں کے پاک کلمات شریعتِ پاک کی مخالفت سے یقیناً پاک ہیں تو ہر وہ بات جو ان حضرات سے ثابت ہو ہرگز ہرگز اس کا انکار نہ کیا جائے۔ اگر سمجھ نہ آئے تو متشابہات

---

[1] بیشک حضرات صوفیہ کرام نے کچھ اصطلاحی الفاظ بنائے ہیں اور ان سے فقہاء کرام کے متعارف معانی کے ماسوا اور معانی کا ارادہ فرماتے ہیں تو جو کوئی ان الفاظ کو انہی عام متعارف معانی پر محمول کرے وہ کافر ہو جائیگا۔ اس پر امام غزالی نے اپنی بعض کتابوں میں وضاحت فرمائی ہے اور فرمایا کہ یہ قرآن و سنت کے متشابہات کی طرح ہیں جس طرح وجہ، ید، عین اور استواء وغیرہ۔

[2] اولیاء کرام کی زبانیں ان کے حق میں فصیح عربی اور دوسروں کے حق میں عجمی کے حکم میں ہیں، یہ تمام اولیاء کاملین کے حق میں ہیں۔

[3] جس حقیقت کی تردید شریعتِ مبارکہ کردے تو وہ بے دینی ہے۔

[4] جو شخص شریعت پر عمل پیرا نہ ہو اس کے ایمان و توحید بھی غیر معتبر ہیں۔

کی طرح تسلیم کیا جائے کہ اس کا جو معنیٰ و مراد ہے وہ حق ہے اور افہامِ قاصرہ سے بالاتر ہے، قصورِ فہم کی نسبت اپنی طرف کی جائے نہ کہ ان حضراتِ کاملین کی طرف، تو آفتابِ نیم روز اور ماہِ نیم ماہ کی طرح واضح و ہویدا ہوا کہ مسمّٰی فتح الدین کا کلامِ خام مشتمل بر خیالات و اوہام ہی ہے۔ اسے یہ قطعاً جائز نہیں تھا کہ کہتا "یہ بالکل غلط ہے"

یہ تو ایک ایسا مقام ہے کہ بڑے بڑے متبحر علماء بھی دَم مارنے سے کتراتے ہیں تو اس بیچارے حجام کی کیا تاب و تواں کہ تنقید کر سکے ۔

چہ نسبت خاک را بعالمِ پاک

ہاں یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ بلا ثبوتِ تام کسی کلام یا کتاب کی نسبت خصوصاً جبکہ بظاہر کلماتِ موہمہ خلافِ شرع پر مشتمل ہو، حضراتِ انبیاء کرام بلکہ کسی عام مسلمان کی طرف بھی ہرگز ہرگز نہ کی جائے، ہاں جو ایسا کلام یا کتاب متحقق النسبۃ ہو تو اگر منسوب الیہ اہلِ کمال سے ہے تو اس کے متعلق وہی راستہ اختیار کیا جائے جس کی وضاحت سے بیان ہو چکا اور یہ نہیں کہ اس کو سند بناتے ہوئے شریعتِ غراء کے خلاف کوئی اعتقاد یا قول و فعل اختیار کیا جائے۔

قصیدۂ روحی کے متعلق کسی مستند و معتمد کتاب میں یہ نہیں ملا کہ حضور غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور نہ ہی اساتذہ کرام سے بوجود استفسار کوئی ثبوت ملا تو اندریں حالات یہ ہرگز مناسب نہیں کہ اس کے پنجابی ترجمے بے علموں کے سامنے رکھے جائیں بلکہ بر تقدیرِ ثبوت بھی یہ ہرگز ہرگز مناسب نہیں، حضور سیدنا و غوثنا الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ محامد و مناقبِ عالیہ اور کلماتِ مبارکہ قصیدہ غوثیہ وغیرہا میں جو ثابت و متحقق ہیں بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ نہایت ہی کثیر و وافر اور جامع و مانع ہیں اور اشتباہ و ایہام سے پاک و مبرّا ہیں، ان میں قطعاً کوئی ایسی بات نہیں جس سے معاذ اللہ خلافِ شرع کو تقویت ملے، جن کا پڑھنا، سننا باعثِ برکت و نجاتِ دارین ہے۔ اہالیانِ صدق و صفا اور متوالہانِ عشق و وفا کے لئے وہی کافی و وافی ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحبہ ونوابہ وابنہ الاکرم غوثنا الاعظم وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۹ صفر المظفر ۹۷ھ

احب الصالحین ولست منہم

لعل اللہ یرزقنی صلاحا

اللّٰھم صل علی من قال اول ما خلق اللہ نوری وعلی آلہ واصحابہ واولیائہ اجمعین۔

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سراج الملۃ والدین بحر عرفان، مبدائے حسنات، مصدرِ فیوضات، حضرت فیض درجت جناب فیض مآب حضرت مولانا علامہ ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب مہتمم دار العلوم بصیر پور دام الطافہ

السلام علیکم۔ خیریت جانبین بطفیل حضور پیکرِ نور سیدنا و مرشدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا نصیب باد۔ امید ہے بخیریت ہوں گے۔

حضور سے کوئی ذاتی تعارف نہیں، حضور کے حالات میں ایک مختصر کتابچہ پڑھ کر حضور سے غائبانہ تعارف کی سعادت حاصل کرچکا ہوں۔ آپ کے بے لوث دینی خدمات

قابلِ قدر ہیں۔ مولا کریم بصدقہ حضور سراپا نور سیدنا نبی کریم رؤف رحیم علیہ تحیۃ والصلوٰۃ والتسلیم آپ کو اس سے زیادہ ہمت عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

عرصہ دراز سے ایک مسئلہ دریافت طلب تھا، چونکہ آپ اہلِ علم اور اہلِ طریقت میں اس لئے آپ سے عرض کرتا ہوں، امید ہے جواب بصواب سے مستفیض فرما کر عنداللہ ماجور ہونگے۔

حضرت بیہقیٔ وقت قاضی ثناء اللہ نقشبندی مجددی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری عربی مطبوعہ حیدرآباد دکن ج ۳ ص ۱۲۰ پ ۴ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کی تفسیر میں فرماتے ہیں (تفسیر میرے پاس موجود ہے) وکان قطب ارشاد کمالات الولایۃ علی علیہ السلام ما بلغ احد من الامم السابقۃ درجۃ الاولیاء الا بتوسط روحہ رضی اللہ عنہ ثم کان بتلک المنصب الائمۃ الکرام ابناؤہ الی الحسن العسکری وعبد القادر الجیلی ومن قال ہ

و وقتی قبل قلبی قد صفا لہ

وھو علی ذلک المنصب الی یوم القیٰمۃ ومن ثم قال ہ

افلت شموس الاولین وشمسنا

ابدا علی افق العلی لا تغرب

مندرجہ بالا عبارتِ حضرت قاضی کی روشنی میں اگر کوئی شخص قطبِ ارشاد ہونے کا دعویٰ کرے تو کیا اس شخص کا دعوےٰ تسلیم کیا جائے یا رد کر دیا جائے اور کیا وہ شخص اپنے دعوے میں سچا ہوگا یا جھوٹا؟

مہربانی فرما کر اس سوال کا تسلی بخش جواب بصواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں، امید ہے کہ فقیر کو جلد تر جواب سے سرفراز فرما کر کرم گستری سے ممنونِ احسان فرمائیں گے۔ ہمراہ جواب لفافہ

غائبانہ السلام علیکم۔ والسلام فقط

نیازمند: فقیر تاج محمد صدیقی، معلم اسلامیات گورنمنٹ ٹیکنیکل ہائی سکول نشتر آباد، پشاور

الحمد للہ الذی ارسل حبیبہ محمدا محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ قدر حسنہ وجمالہ وکمالہ وعلی آلہ معادن جودہ ونوالہ واصحابہ مراقی احوالہ ابدا ابدا، اما بعد

محب العلماء والاولیاء محترم المقام جناب صدیقی صاحب دام صدقہم وسدادہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: مزاج گرامی۔

جناب کا محبت نامہ استفتائی رنگ میں ملا۔ یہ فقیر کسی قابلیت پر نہیں بلکہ لاشیئیت میں ہی ہے، نہایت ہی ندامت سے اپنی غلطی کا معترف ہوں، جناب کا تقاضائے جواب جلد نہ پورا نہیں ہوسکا، کیا عرض کروں دار العلوم کی مصروفیات بے پناہ ہیں، ان کے علاوہ امراض عدیدہ کا سامنا بھی رہتا ہے اور دار الشفاء مدینہ منورہ کی بار بار حاضری اور کئی ایسے اسباب سے یوں ہوا اور لفافہ کاغذات میں چھپا رہا، اب پھر ملا ہے تو جوابًا معروض کہ حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے یہ مسئلہ تفسیر مظہری میں دو مرتبہ ذکر فرمایا ہے، فقیر کے پاس یہ تفسیر مطبوع دہلی ہے جس کے ج۲ ص۱۲۰ میں عبارتِ منقولۂ جناب ہے اور اس سے قبل ص۱۰۳ میں بایں کلمات ہے

لانہم اقطاب الارشاد فی الولایات اولہم علی علیہ السلام ثم

ابناؤه الى الحسن العسكری و اٰخرهم غوث الثقلين محی الدين عبد القادر الجيلی رضی الله تعالٰی عنهم اجمعين لا يصل احد من الاولين و الاٰخرين الى درجة الولاية الا بتوسطهم كذا قال المجدد رضی الله عنه۔

اب حضرتِ مجددِ الفِ ثانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا وہ قولِ مبارک جو حضرت قاضی صاحب کے اِس قول کا ماخذ اور اصل ہے مکتوباتِ مبارکہ ج ۳ ص ۲۴۷، ۲۴۸ کے آخری مکتوب ۱۲۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں: مرکزِ ایں مقام بالیشاں (اہلِ بیتِ کرام) تعلق دارد و چوں دورۂ حضرتِ امیر علیہ السلام تمام شد ایں منصبِ عظیم القدر بحضراتِ حسنین ترتیباً مفوض و مسلّم گشت و بعد از الیشاں بہریکے از ائمۂ اثنا عشر علی الترتیب والتفصیل قرار گرفت و در اعصارِ ایں بزرگواراں و ہمچنیں بعد از ارتحالِ الیشاں ہر کرا فیض و ہدایت می رسید بتوسطِ ایں بزرگواران بودہ و بحیلولتِ ایشاناں ہر چند اقطاب و نجبائے وقت بودہ باشند و ملاذ و ملجا ہمہ الیشاں بودہ اند چہ اطراف را غیر از لحوق بمرکز چارہ نیست تا آنکہ نوبت بحضرتِ شیخ عبد القادر جیلانی رسید قدس سرہ و چوں نوبتِ ایں بزرگوار رسید منصبِ مذکور باو قدس سرہ مفوض گشت و ما بین ائمۂ مذکورین و حضرتِ شیخ ہیچکس بریں مرکز مشہود نمی گردد و وصولِ فیوض و برکات دریں راہ بہر کہ باشد از اقطاب و نجبا بتوسطِ شریف او مفہوم می شود چہ ایں مرکز غیر او را میسر نشدہ، ازینجاست کہ فرمودہ، شعر

افلت شموس الاولين وشمسنا

ابدا على افق العلى لا تغرب

مراد از شمس آفتاب فیضانِ ہدایت و ارشاد ست و از اُفول آں عدمِ فیضانِ مذکور و چوں بوجود حضرتِ شیخ معاملہ کہ با ولین تعلق داشت باو قرار گرفت و او واسطۂ وصولِ رشد و ہدایت گردید چنانچہ پیش از وے اولین بودہ اند و نیز تا معاملہ توسط فیضان برپاست بتوسّلِ

اوست ناچار راست آمد کہ افلت شموس الاولین وشمسنا الخ [1]

ان عبارات سے اس شمس کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ قطبیت کبریٰ اور مرکزیت

---

[1] یعنی اس مقام (قرب ولایت کے خصوصی منصب) کا مرکز اہل بیت کرام ہی سے تعلق رکھتا ہے اور جب امیر المؤمنین حضرت علی کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم القدر منصب بالترتیب حضرات حسنین کے سپرد ہوا اور ان کے بعد وہی منصب ائمہ اثنا عشر میں سے ہر ایک کو ترتیب وار تفویض ہوا اور ان بزرگواروں کے زمانہ میں اور اسی طرح ان کے انتقال کے بعد جس کو بھی فیض اور ہدایت ملی ان بزرگواروں کے توسط اور حیلولت سے ملی اگرچہ وہ اقطاب و نجبائے وقت ہی کیوں نہ ہوں اور سب کے ملجا و ماویٰ یہی بزرگ ہیں کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ الحاق کرنا لازمی ہے یعنی اس کے بغیر چارہ نہیں یہاں تک کہ نوبت حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ تک پہنچی اور جب اس بزرگوار تک نوبت پہنچی تو منصب مذکور آپ کے سپرد ہوا اور ائمہ مذکورین اور حضرت شیخ کے درمیان کوئی بھی اس مرکز پر مشہود نہیں ہوا اور اس راہ میں فیوض و برکات کا وصول جس کو بھی ہو خواہ وہ اقطاب و نجباء ہوں آپ کے واسطہ ہی سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ یہ مرکز ان کے علاوہ اور کسی کو میسر نہیں ہوا یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا ہے ؎ افلت شموس الاولین وشمسنا ابدا علی افق العلی لا تغرب

ترجمہ "پہلے لوگوں کے سورج غروب ہو گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندی کے کناروں پر رہے گا اور وہ کبھی غروب نہ ہوگا۔"

شمس سے مراد فیضان ہدایت وارشاد کا آفتاب ہے اور اس کے غروب ہونے کا مطلب فیضان مذکور کا عدم ہے اور وہ معاملہ جو پہلے لوگوں سے تعلق رکھتا تھا حضرت شیخ کی ذات سے مقرر ہو گیا اور آپ ہی رشد و ہدایت کا واسطہ بن گئے جیسا کہ ان سے پہلے کے بزرگ تھے نیز جب تک فیض کے توسط کا معاملہ قائم ہے ان ہی کے وسیلہ سے ہے تو لازماً درست ہوا افلت شموس الاولین وشمسنا الخ۔

حضرات اہلِ بیتِ کرام کے لئے ہی ہے اور ان کے فیوض و برکات اور وساطت سے اور بھی اقطاب و نجباء ہیں اور چونکہ قاضی صاحب کے بیان کا ماخذ اور اصل بھی یہی ہے تو لامحالہ ان کی مراد بھی وہی ہے جس کی طرف ان کے بیان میں واضح اشارات بلکہ تصریحات ہیں کہ وہ فرماتے ہیں ھم اقطاب الارشاد فی الولایات۔ الولایات جمع مؤنث سالم معرف باللام ہے جو مفیدِ استغراق ہے تو معنٰی یہ بنا کہ وہ تمام ولایات میں قطبِ ارشاد ہیں اور اسی طرح دوسری عبارت میں قطب ارشاد کمالات الولایۃ میں بھی الولایۃ کا الف لام استغراقی ہے اور کمالات جمع مضاف بھی مفیدِ استغراق ہے تو معنٰے یہ بنا کہ ہر قسم کی ولایت کے ایک ایک کمال کے لئے قطبِ ارشاد ہیں۔

پھر اسی معنٰے کی توضیح کے لئے فرمایا لا یصل احد من الاولین و الاخرین الی درجۃ الولایۃ الا بتوسطھم یہ نفی و اثبات کا حصر صاف صاف بتا رہا ہے کہ وہ (اہلِ بیتِ کرام) ایسے قطب ہیں کہ سب اولین و آخرین اولیاء ان کے محتاج ہیں اور سب کے کمالات کے وسائط و وسائل ہیں اور یہی معنٰے مرکزیت کا ہے جو مکتوبات شریف کی ان عبارات سے آفتاب و ماہتاب کی طرح نمایاں ہے تو واضح ہوا کہ اہلِ بیتِ کرام کے علاوہ دوسری اقوام میں بھی متشرع و متدین حضرات ان کے فیوض و برکات سے قطب ہوسکتے ہیں بلکہ مکتوبات سے ثابت ہے کہ موجود ہیں اور اسکی بکثرت تائیدیں حضرت لسان الطائفۃ الصوفیہ سیدنا محی الدین ابن العربی رضی اللہ تعالٰے عنہ کی تصنیفِ لطیف فتوحاتِ مکیہ شریفہ میں موجود ہیں چنانچہ جلد ثانی طبع مصر ص ۶ میں ہے ومنھم الاقطاب وھم الجامعون للاحوال والمقامات بالاصالۃ او بالنیابۃ کما ذکرنا وقد یتوسعون فی ھذا الاطلاق فیسمون قطبا کل من دار علیہ مقام ما من المقامات

وانفرد به فی زمانه علی ابناء جنسه الخ [1]

اور جلد رابع ص ۷۶ میں ہے وانما اذکر فی الاقطاب المحمدیین کل من دار علیہ امر جماعۃ من الناس فی اقلیم او جہۃ کالابدال فی الاقالیم السبعۃ لکل اقلیم بدل ھو قطب ذلک الاقلیم [2] پھر ص ۷۶ سے ص ۱۹۵ تک کافی اقطاب کا طویل تذکرہ فرمایا ہے، بنا بریں کسی صاحب حال باکمال کا ایسا دعویٰ جو کسی اپنے خاص الخاص راز دار کے سامنے کرے قابلِ قبول ہو سکتا ہے اور سچا کہا جا سکتا ہے اور خاص الخاص اور راز دار کی قید اس لئے کہ نبوت و رسالت کی طرح ولایت کا علانیہ دعویٰ اور تبلیغ ضروری نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلی اٰلہ واصحٰبہ وابنہ سیدنا وغوثنا السید عبد القادر الجیلانی وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ   ۱۰-۶-۷۴

---

[1] ان میں سے اقطاب ہیں جو اصالۃً یا نیابۃً تمام احوال و مقامات کے جامع ہوتے ہیں اور کبھی اس مفہوم کو وسعت دیتے ہوئے ہر اس شخص کو قطب کہہ لیتے ہیں جو مقاماتِ ولایت میں سے کسی خاص مقام پر فائز ہو اور اپنے ہم جنس لوگوں سے ممتاز و منفرد ہو۔

[2] محمدی اقطاب کے بیان میں ایسے لوگوں کا تذکرہ کروں گا جن پر کسی اقلیم والوں کے معاملات کا دار و مدار ہو جس طرح اقالیم سبعہ میں ابدالوں کی حیثیت ہے۔ ہر اقلیم میں ایک بدل ہوتا ہے جو اس اقلیم کا قطب کہلاتا ہے۔

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین از روئے طریقت مسئلہ سجادہ نشین پر بہ تفصیل ذیل:

۱- عام اس کے کہ وہ اِس بزرگ محترم کی اولاد ہے یا نہیں مگر سجادہ نشین ہے، ایسی صورت میں اس کے فرائض واختیارات اپنے سلسلہ وبرادرانِ طریقت کے حق میں کیا ہیں؟

۲- سجادہ نشین (جو کہ اپنے اصولِ سلسلہ اور شریعت کا پابند ہے) اپنے پیر کا مقام ومظہر سمجھا جائیگا یا نہیں؟

۳- بزرگ ومتوسلین کا از راہِ طریق سجادہ نشین سے کیا برتاؤ ضروری ہے اور کن فرائض کا بار متوسلین کے ذمہ بحق سجادہ نشین عائد ہے؟

جوابِ باصواب از راہِ کرم مفصلاً مع حوالہ جات عنایت فرمایا جائے، زیادہ آداب والسلام مع الاکرام فقط۔

المرقوم ۱۹ر جولائی ۱۹۶۱ء

منتظرِ توجہات: حبیب احمد شکوری قادری

حقیقی پیر عالم متقی کا ایسا سجادہ نشین جو وہ بھی عالم ومتقی ہی ہو اس کے قائم مقام اور

مظہر پیر ہونے میں قطعاً کسی شک و شبہہ کی کوئی گنجائش نہیں، سجادگی نیابت خلافت کا معنے ہی قائم مقامی ہے، ایسی سچی سجادگی و خلافت خلافتِ حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالے عنہ کا ایک چمکتا ہوا پرتو ہے۔ نائب کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ اپنے منوب عنہ کے فرائض و اختیارات کا اجراء و امضاء کرے۔

یہ ایسا بے غبار مسئلہ ہے کہ اس کا مفہوم اس پر دلیلِ قوی ہے، کسی خارجی دلیل کا قطعاً محتاج نہیں ع

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

کیا ایسا سجادہ نشین اولی الامر میں داخل نہیں حالانکہ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم، کیا ایسا پابندِ اصول و شریعت، صداقت کا پتلا من اناب الیّ کا مصداق نہیں؟ حالانکہ حضرتِ رب العالمین جل مجدہ کا فرمان ہے واتبع سبیل من اناب الیّ۔

بفضلہٖ و کرمہٖ تعالےٰ اس مختصر جواب سے آپ کے تمام سوالوں کے جوابات مع حوالہ جات تفصیلاً واضح ہو گئے۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ و اٰلہٖ و اصحٰبہٖ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۶ رجمادی الاولےٰ ۱۳۸۱ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جاہل جو پیر ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اس نے تقریباً سات افراد کے روبرو کہا کہ قرآنِ پاک کیا ہے، صرف سیاہ ورق ہیں اور ساتھ ہی نماز، روزہ اور حج کا انکار کیا، قرآنِ کریم اور حدیثِ پاک کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ ایسے عقائد رکھنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہے یا کہ نہیں؟ اور کیا وہ لوگوں کا پیر بن کر راہنمائی کر سکتا ہے؟

السائلین: مرزا محمد اصغر بیگ، میاں عبد الرزاق وٹو موضع دھر میوالہ تحصیل دیپالپور ضلع ساہیوال ۲۹-۸-۲۰۰۰

ایسا شخص بلاشک و شبہ وریب دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور کافر مرتد ہے۔ اس کے پاس بیٹھنا اور گفتگو کرنی حرام ہے، جو اسے مسلمان جانے یا کافر ہونے میں ذرہ بھر بھی شک کرے وہ بھی کافر ہے، وہ صحیح راہنمائی کیا کرے گا، ہاں ایسا شخص شیطان اور جہنم کی راہنمائی کرنے والا ہے۔ اہلِ اسلام پر لازم و فرض ہے کہ ایسے شخص

سے کوئی دنیاوی تعلق بھی نہ رکھیں چہ جائیکہ اس کو پیر و مرشد بنایا جائے۔

یہ احکام قرآنِ کریم اور حضور پر نور سیّد العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک حدیثوں سے روزِ روشن کی طرح ثابت و مبرہن ہیں کما بین فی اسفار المذہب الحنفی المذہب و سائر المذاہب الاربعۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۳ شعبان المعظم ۱۳۹۶ھ

۲۰-۸-۷۶

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ۔ (النحل، آیت ۴۴)

”اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ ذکر (قرآنِ مجید) نازل کیا تاکہ آپ کھول کر بیان کر دیں لوگوں کے لئے جو اُن کی طرف اُترا“

* من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعده من النار

(ابوداؤد)

* مرضی سے قرآن کی تفسیر کرنے والا جہنمی ہے

یہودی سلطنت کے قیام پر دشمنانِ اسلام کے اعتراضات کے جوابات

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اپنے اس موقف اور نظریہ کے بارے میں کہ دنیا میں کسی جگہ بھی یہودی حکومت قائم نہیں ہو سکتی کما قال اللہ تعالیٰ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ اس امرِ محکم کی موجودگی اور پھر عصرِ حاضر میں اسرائیلی حکومت کا سرزمین فلسطین بلکہ سرزمینِ عرب پر قائم ہو کیا کھلا ہوا تضاد نہیں ہے؟ موجودہ وقت میں اشتراکیت پرست طبقہ جہاں اسلام دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا وہاں وہ اب اپنی شوریدہ عزائمات کے ذریعہ اسلامی ذہنوں کے لئے اسرائیلی حکومت کا قیام ایک ہوّا کے طور پر پیش کرتا ہے نتیجہ ظاہر ہے کہ اس صورت میں ایک عام مسلمان کے دل میں کیا کیا کچھ سوچ نہ آئی ہوگی؟

اشتراکیت کے اس قسم کے سوالات میں ایک یہ بھی ہے کہ مسلمان کہتے ہیں یہودی مسلمانوں کا معمولی اذیت وآزار کے سوا اور کوئی نقصان نہ کرسکیں گے اور اگر مسلمانوں سے لڑائی میں مقابل ہوں تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے لن یضروکم الا اذی وان یقاتلوکم یولوکم الادبار ثم لاینصرون۔

آیت ہذا میں مسلمانوں کو یہ تأثر دیا گیا ہے:

الف: ایذاء دہی سے بڑھ کر یہودی مسلمانوں کا کوئی نقصان نہ کرسکیں گے لن یضروکم الا اذی۔

ب: مقابلہ میں آئے تو کھلی شکست کھائیں گے وان یقاتلوکم یولوکم الادبار

ج۔ شکست کے بعد کوئی ان کا مددگار نہ ہوگا ثم لاینصرون۔

متذکرہ بالا صورت میں آیتِ قرآن کو تین اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے (اب) اگر ان ہر سہ اجزاء کو نتائج عصریہ سے موازنہ کرکے بحث کے لئے قلم اٹھایا جائے تو قریب قریب ایک تصنیف کی شکل بن جائے گی۔

جزء الف اور مشرقِ اوسط میں عرب اسرائیل کردار کا موازنہ مسئول علیہ کے لئے اصلاً مشکل نہیں۔ جہاد جون سن ۶۷ء میں عربوں کو صیہونی فوجوں نے ناکوں چنے چبادئے اور پھر اب رہی سہی کسر جہادِ اکتوبر ۷۳ء نے پوری کر دی۔ کیا عرب علاقے یہودیوں کے قبضہ میں نہ گئے؟ کیا ہزاروں فوجی سپاہیوں کا مارا جانا اور شہری آبادیوں کا مسمار کیا جانا نقصان نہیں ہے اور بھلا جزء ب اپنی کس پوزیشن سے مسلمانوں کو اطمینان بخش ثابت ہوئی؟ کیا فتح وشکست کی اصطلاح کو اب تبدیل کرنا پڑے گا؟ تو پھر گویا اب یوں ہوگا جس کے جتنے آدمی قتل ہوں اور جتنا زیادہ علاقہ دشمن کے حوالے کر بیٹھے وہ اتنا زیادہ اور بڑا فاتح قرار پائے گا۔ کیا اب مسلمانوں کو اسی قسم کی فتوحات کا

ہی متوقع رہنا چاہئے؟

ادھر جزء "ج" پر نظر کریں اور مُطّلع عالم پر بھی ایک نظر اٹھانے کی زحمت گوارا کی جائے تو کیا یہ حقیقت حقیقتِ ناطقہ بن کر ہمارا حوصلہ توڑنے کے لئے کافی نہیں کہ اسرائیل کو امریکہ اور روس بھرپور امداد کر رہا ہے؟

المستفتی

احقر فریدی مفتی محمد ضیاء الحبیب اشرفی

(پاکپتن شریف)

یہ موقف اور نظریہ کہ دنیا میں کسی جگہ بھی یہودی حکومت قائم نہیں ہو سکتی، غلط ہے قرآنِ کریم کی کسی آیت میں بھی یہ نہیں کہ یہودی حکومت قائم نہیں ہو سکتی اور نہ ہی حقیقی علمائے اسلام (جو واقع میں علماء ہیں) نے یہ کہا ہے۔

قرآنِ کریم کی جس آیت کا سائل نے ذکر کیا ہے وہ اِس آیت کا مفہوم نہیں سمجھ سکا ورنہ تضاد کا دعوےٰ نہ کرتا۔ واقعی اشتراکیت پرست طبقہ بلکہ ہر قسم کے کفار اسلام دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے مگر اہالیانِ اسلام کا فرض ہے کہ وہ اسلام سے واقفیت حاصل کریں اور قرآنِ کریم کے ارشادات کو باقاعدہ سمجھیں اور علمائے ربانیین

کی طرف رجوع کریں تو کوئی پریشانی کی چیز نہیں، قرآنِ کریم نے جو کچھ فرمایا ہے حرف بحرف صحیح ہے اور واقعاتِ عالم سے حقانیتِ اسلام اور صداقتِ قرآنِ کریم کی تازہ بتازہ تصدیق پر تصدیق ہو رہی ہے۔

یہ آیت جو سائل نے لکھی ہے یہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۶۱ ہے اور صرف یہ ایک نہیں بلکہ اس کے ہم معنٰی دوسری آیت نمبر ۱۱۲ سورہ آلِ عمران کی ہے ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوْا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ۔

اس آیت میں بھی وہی پہلی آیت والی خبر ہے کہ ان پر خواری اور محتاجی لازم کردی گئی ہے مگر اس آیت میں استثنار بھی ہے الا بحبل من اللہ وحبل من الناس۔ اس استثنار کے آنے سے معنٰی یہ بن گیا کہ ذلت اور خواری سے کسی صورت اور کسی طرح نہیں بچ سکتے مگر اللہ کی رسی کے ساتھ اور لوگوں کی رسی کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کی رسی کے ساتھ یوں کہ یہودی مسلمان ہو جائیں تو خواری سے بچ سکتے ہیں اور حقیقی عزت حاصل کر سکتے ہیں اور لوگوں کی رسی کی صورت یہ کہ لوگوں سے عہد و پیمان کریں، اسلامی حکومت کے ذمی بن جائیں یا کافر حکومتوں سے بھیک مانگیں اور تعاون حاصل کریں تو دنیاوی عزت پاسکتے ہیں تو ایسی صورت میں ان کی سلطنت بھی بن سکتی ہے تو یہودیوں کی موجودہ حکومتِ فلسطین جو امریکہ، روس، برطانیہ وغیرہم کفار کے تعاون اور سرپرستی سے بن چکی ہے اور امریکہ کے زیرِ سایہ وقت گزار رہی ہے، اس حکومت کا قائم ہونا قرآنِ کریم یا اسلام کی صداقت کے خلاف نہیں بلکہ قرآنِ کریم کی بڑی صاف اور واضح صداقت ہو رہی ہے کہ حسبِ استثنار بِحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ صدیوں کے ذلیل و خوار یہودیوں کی ایک جماعت کو دنیاوی عزت مل گئی ہے اور زمین کے ایک گوشہ میں برائے نام ناکوس و

عزت والے بن گئے اور قرآن کریم کی آیتوں سے بھی یہ چیز واضح ہو رہی ہے چنانچہ سورۃ المائدہ شریف کی آیت نمبر ۶۴ میں بھی خاص یہودیوں کے متعلق ارشاد فرمایا کُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ترجمہ جب کبھی یہودی جنگ کی آگ بھڑکائیں گے، اللہ اسے بجھا دے گا اور یہودی زمین میں فساد کے لئے دوڑتے ہیں۔ جنگ کی آگ وہی بھڑکا سکتا ہے جس کے پاس سلطنت ہو یا سلطنت جیسی کوئی طاقت ہو تو موجودہ حکومت کا قائم ہونا اور ان کا طاقتور ہو کر بار بار جنگ شروع کرنا اس آیت کی ظاہر و واضح صداقت ہے اور پھر جب جنگ شروع کرتے ہیں تو مجبوراً انہیں بند کرنا پڑتا ہے، اقوام متحدہ درمیان میں آجاتی ہیں تو یہ اس آیت کی دوسری صداقت ہے کہ جب کبھی جنگ شروع کریں گے اللہ بند کر دے گا اور پھر ان کی ہر توڑ فساد کی کوشش اور تازہ بہ تازہ شرارتیں جن کی وجہ سے سب سلطنتیں ان کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آچکی ہیں اور ملک بدر کرنا چاہتی ہیں جیسے کہ ہٹلر نے ان کو جرمنی سے نکالا اور لاکھوں قتل بھی کئے اور روس وغیرہ بھی ان کو ملک بدر کرنا چاہتے ہیں تو سب نے مل کر ان کی ریاست بنادی کہ اس تجویز سے ہمارے ملکوں سے بخوشی نکل کر فلسطین میں جمع ہو جائیں گے۔ بہرحال ان کی شرارتیں اور سازشیں بالکل بے نقاب ہیں، یہ اس آیت کی تیسری صداقت ہے ویسعون فی الارض فسادا۔

پھر سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۸ میں ہے وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا کہ اگر تم اے یہودیو! پھر پہلے جیسی شرارتوں کی طرف لوٹے جو تم نے اپنی سابقہ حکومتوں اور سلطنتوں کے وقت میں کی تھیں تو ہم بھی لوٹیں گے اور پہلے کی طرح تمہیں ذلیل و خوار کریں گے، تو اس سے بھی نمایاں طور پر مترشح ہوتا ہے کہ یہودی دنیاوی اقتدار اور طاقت و سلطنت حاصل کر سکتے ہیں تو ان تنیں ارشادات کے ہوتے ہوئے یہ طعنہ کس طرح دیا جا سکتا

وہ ہے، معاذ اللہ کہ اللہ تعالیٰ کی خبر غلط ہوگئی؟

یہ دشمنانِ اسلام کا محض ایک زبردست دھوکا ہے کہ اسلام اور قرآن کی صداقت کے نشانات کو صداقت کے بجائے متضاد اور تکذیب کے رنگ میں دکھانے کی کوشش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اہلِ اسلام کو اسلام اور قرآن سے آشنا فرمائے کہ ان کے ان دھوکوں سے بچیں اور ہم رنگِ زمین داموں سے دور رہیں۔

رہے سائل کے وہ تین سوال جو سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۱۱ لَنْ یَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ یُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ سے کئے گئے ہیں تو وہ بھی بے بنیاد اور کھوکھلے ہیں۔

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے "وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر یہی ستانا اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہ ہوگی۔ یہ آیت تو خطاب ہے ان صحابہ کرام سے جو یہودِ مدینہ میں سے مسلمان ہو گئے تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ تو اس پر مدینہ منورہ کے یہودیوں نے اپنی دولت اور قوت و فوج کی بنا پر ان نومسلموں کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں تو ان کی تسلی کے لئے فرمایا کہ وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر یہی ستانا اور اگر تم سے لڑیں گے تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہ ہوگی، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حرف بحرف صحیح ہے اور واقع ہو چکا ہے۔

الحاصل یہ ان نومسلم صحابہ کرام اور ان یہودیوں کے متعلق ہے جو اس وقت مدینہ منورہ میں تھے اور یہ نہیں کہ قیامت تک ہونے والے تمام اہلِ اسلام اور دنیا بھر کے یہودیوں کے متعلق ہو جو قیامت تک ہونے والے ہیں، اس میں عموم کا ایک کلمہ بھی نہیں لن یضروکم اور ان یقاتلوا اور یولوا اور لا ینصرون کی ضمیروں سے مراد وہی مدینہ منورہ کے یہودی ہیں اور جمع مخاطب کی ضمیر کم جو اس آیت میں تین بار ہے

وہ صرف ان نومسلم صحابہ سے خطاب ہے جن کو وہ ڈراتے دھمکاتے تھے بلکہ اگر سب صحابہ کرام کو بھی خطاب عام ہو تب بھی کوئی اعتراض نہیں کہ مدینہ منورہ کے یہودی بلکہ روئے زمین کے یہودی صحابہ کرام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے اور صحابہ کرام سے جنگ بھی نہیں کر سکے البتہ خیبر کے یہودیوں سے مقابلہ ہوا تو وہ مار کھا گئے اور ان کی مدد بھی نہ ہوئی بلکہ اگر یہ دعوے بھی کیا جائے کہ اس آیت کا خطاب ہر زمانہ کے مسلمانوں کے لئے ہے تو پھر بھی کوئی اعتراض نہیں کیونکہ دوسری آیتوں سے اہلِ اسلام کی فتح و نصرت اور امداد کی جو شرطیں ہیں ان کا لحاظ بھی نہایت ضروری ہے چنانچہ ارشاد ہوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (آلِ عمران آیت ۱۳۹) (ترجمہ اور تم ہی غالب آؤ گے اگر کامل ایمان رکھتے ہو۔ نیز ارشاد ہوا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْئًا (آلِ عمران آیت ۱۲۰) (ترجمہ) اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کئے رہو تو ان کا داؤں تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا۔ نیز ارشاد فرمایا وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ (الانفال آیت ۴۶) (ترجمہ) اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کرو گے اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا جاتی رہے گی اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

چنانچہ غزوۂ احد شریف میں جو قریشِ مکہ سے ہوا اس میں صحابہ کرام فتح حاصل کر چکے تھے اور مالِ غنیمت جمع کر رہے تھے کہ بعض صاحبوں سے غلطی ہو گئی، آپس میں جھگڑا کیا اور ایک حکم کی نافرمانی سرزد ہوئی تو وہ فتح شکست کے ساتھ بدل گئی جس کا بیان سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۵۲ میں فرمایا ہے حَتّٰۤی اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَیْتُمْ تو اگر مسلمان اِن شرائط کو پورا کریں یعنی صحابہ کرام کی طرح

کامل الایمان بنیں اور اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کے تمام احکامات بجالائیں اور متحد ہو کر سب جھگڑے ختم کر دیں اور صبر اور پرہیز گاری اختیار کریں تو صرف یہودی ہی کیا دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی مگر ہو کیا رہا ہے کہ مدعیانِ اسلام آپس میں دست بگریباں ہیں، اتحاد و اتفاق سے نفرت کر رہے ہیں، احکامِ ربانیہ میں سستی اور غفلت برت رہے ہیں، صبر اور تقویٰ سے و توکل سے عاری ہیں؛ ایمان ہی کمزور ہو گئے ہیں تو لامحالہ اس کا نتیجہ وہی ہونا ہے کہ بزدلی کا شکار ہو گئے اور رعب جاتا رہا اور مار کھا رہے ہیں۔

قرآنِ کریم کی تمام آیتیں حق ہیں اور تمام خبریں صحیح ہیں لہٰذا یہ سب حالاتِ حاضرہ قرآنِ کریم کی صداقت و حقانیت کے واضح نشانات ہیں، تعجب ہے کہ مسلمان ہو کر ایسے سوال سنتے ہیں اور چپ ہو جاتے ہیں۔ ان آیات میں سے کسی ایک کا پڑھنا ہی کافی جواب ہے کیا قرآنِ کریم میں یہ نہیں فرمایا وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۴۰) (ترجمہ) اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لئے باریاں رکھی ہیں یعنی کبھی کسی کی باری اور غلبہ ہوتا ہے اور کبھی کسی کی باری اور غلبہ ہوتا ہے، اللہ تعالٰی کے ملک میں اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا اور اس کے کاموں میں اس کی پوشیدہ حکمتیں ہوا کرتی ہیں تو اگر کسی وقت اہلِ اسلام کی غفلت اور بدعملی کی وجہ سے بطورِ سزا شکست ہو جائے اور علاقے چھن جائیں اور غیروں کا غلبہ ہو جائے تو یہ سب کچھ قرآنِ کریم کے واضح احکامات اور ہدایات اور غیبی خبروں کی زبردست تصدیقات ہیں۔

افسوس کہ ہماری غفلت اس حد تک بڑھ گئی کہ قرآنِ کریم کی صداقتوں کو دشمنانِ اسلام اعتراض کے رنگ میں پیش کر رہے ہیں اور بھولے بھالے مسلمان سن کر حیرت و حسرت کی تصویر بن جاتے ہیں، اللہ رب العالمین ہدایت فرمائے اور چشمِ بینا سے بہرہ ور

بنائے، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

محترم المقام جناب حضرت مولانا مولوی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب دام فیوضکم

السلام علیکم۔ آپ کے شاگرد سے آپ کے علم و فضل کی شہرت سن کر اشتیاق پیدا ہوا کہ آپکے علوم ظاہری و باطنی سے کسی قدر استفادہ کروں۔

۱۔ سورۂ احزاب پ ۲۲ میں انا عرضنا الامانۃ میں لفظِ امانۃ کے کیا معانی ہیں؟

۲۔ پارہ حٰم ۲۶، آیت وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا اس میں تین ضمائر ہیں، پہلی دو ضمائر رسالت مآب کی طرف منسوب کرتے ہیں، تیسری ضمیر اللہ عزوجل کی طرف پھیرتے ہیں، اب اس میں بُعدِ مرجع یعنی انتشارِ ضمائر ہوتا ہے اس کا کیا جواب ہے؟ مجھے امیدِ واثق ہے کہ آپ بندہ کو بدلائلِ قاطعہ و براہینِ ساطعہ سے جواب دے کر مشکور فرمائیں گے نیز ایک رسالہ "مکبر الصوت لیس الغوث" بھی ارسال فرمادیں لفافہ ہمراہ خدمت پیش ہے۔

محمد اسماعیل جگرانوی، عزیزیہ دواخانہ صدر چھاؤنی لاہور

۱۲-۷-۵۹

۱۔ اس میں کئی قول ہیں اور بہت سے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اس امانت سے مراد تکلیفات شرعیہ نماز، روزہ وغیرہ ہیں۔ تفسیر مظہری ج ۷، ص ۴۲۳ میں ہے ومرجع ھٰذہ الاقوال ان الامانۃ ھی التکلیفات الشرعیۃ اور حضرت قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمہ کی تحقیق یہ ہے کہ امانت سے مراد تجلیاتِ ذاتیہ دائمہ کی استعداد و قابلیت ہے فرماتے ہیں وعندی علی ما استفدت من کلام المجدد للالف الثانی رضی اللہ تعالٰی عنہ ان الامانۃ ما اودع اللہ سبحانہ فی ماھیۃ الانسان من الاستعداد للتجلیات الذاتیۃ الدائمۃ الخ

۲۔ بُعدِ مرجع اور ہے اور انتشارِ ضمائر اور، جس کی طرف ضمیر راجع ہو اس کا دور ہونا بعدِ مرجع کہلاتا ہے اور ایک کلام میں ایک ہی قسم کی ضمیروں کا مختلف مراجع کی طرف لوٹنا انتشارِ ضمائر کہلاتا ہے۔ سائل نے "یعنی" کہہ کر دونوں کو ایک دکھایا ہے جو خلافِ واقع ہے۔

ان ضمائر کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ تینوں اللہ رب العالمین کی طرف راجع ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلی دو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف راجع ہیں اور تیسری اللہ عزوجل کی طرف، یہ دونوں قول محتمل اور جائز ہیں اور دونوں کا مآل بھی ایک ہی ہے کہ اللہ عزوجل کی تعظیم کا تقاضا ئے لزومی ہے کہ اس کے حبیبِ اعظم کی تعظیم کی جائے اور تعظیمِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا تقاضائے ضروری ہے کہ

ان کے رب عزوجل کی تعظیم کی جائے۔ قائلینِ قولِ اوّل سے زمخشری کا کافی پرچا ہے اور وہ کشاف ج۳ ص ۱۱۱ میں کہتا ہے والمراد بتعزیر اللہ تعزیر دینہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

معالم التنزیل میں قولِ ثانی پر بلا اشارۂ خلاف اقتصار فرمایا اور خازن میں پہلا زمخشری کا قول بتایا اور دوسرا زمخشری کے ماسوا سب کا قول فرمایا جو ترجیح کی بناء ہی بیّن دلیل ہے، خازن ج۶ ص ۱۵۹ میں ہے قال الزمخشری والضمائر للہ تعالیٰ (الیٰ ان قال) وقال غیرہ الکنایات فی قولہ تعالیٰ ویعزروہ ویوقروہ (یہ بھی ایک قرأت ہے اور دوسری وتعزروہ وتوقروہ ہے) راجعۃ الی الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ شفا شریف ج۱ ص۳۲ میں اس دوسرے قول کو اکثر واظہر فرمایا ہے، فرماتے ہیں والاکثر والاظہر ان ھذا فی حق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

رہا بُعدِ مرجع کا سوال تو وہ یہاں وارد ہی نہیں ہو سکتا کہ مرجع کا ذکر لفظی قریب ضروری نہیں بلکہ ذکرِ ذہنی ہی کافی ہے حالانکہ اللہ عزوجل اور اس کے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر سب ذہنوں میں جلوہ گر ہے۔ قرآنِ کریم کی ایسی آیات بکثرت ہیں جن میں بظاہر مرجع کا ذکر نہیں اور ضمیریں عائد ہیں (وذا اظہر من ان یظہر) اور اگر بالفرض ذکر لفظی قریب ہی ضروری ہوتا تو پھر بھی چونکہ اقربیت مرجع ضروری نہیں تو کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

دور جانے کی ضرورت نہیں، یہیں اگلی آیت میں ہے وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا اس قولِ پاک میں غائب ضمیریں چار ہیں دو بارز اور دو مستتر، پہلی بارز علیہ میں ہے جو ما کی طرف راجع ہے اور

دوسری بار زفسیؤتیہ میں ہے جو من کی طرف راجع ہے حالانکہ وہ بعید ہے اور یونہی فسیؤتیہ کی ضمیر مستتر اللہ کی طرف راجع ہے حالانکہ بار ز متصل من کی طرف راجع ہے اور یونہی صدہا آیات واحادیث ومحاورات عرب میں وارد ہے تو معلوم ہوا کہ یہ سوال محض بے جا اور رباؤدر ہوا ہے اور یہیں سے انتشارِ ضمائر کا جواب بھی آگیا مگر اس کی الگ مثالیں بھی زیادتِ افادہ کیلئے ذکر کیجاتی ہیں:

۱۔ اسی سورت میں ہے وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ الآیۃ اس میں رسولہ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے اور یدخلہ کی مرفوع ضمیر مستتر بھی اللہ ہی طرف راجع ہے مگر منصوب بارز متصل من کی طرف راجع ہے۔

۲۔ نیز سورت بنی اسرائیل کے اوّل میں ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اس میں اسرٰی اور عبدہ کی دونوں ضمیریں الذی کی طرف راجع ہیں اور حولہ کی ضمیر المسجد کی طرف اور لنریہ کی عبدہ کی طرف اور اس کی بھی ہزارہا نظیریں ہیں تو معلوم ہوا کہ نام نہاد لبعدِ مرجع اور انتشارِ ضمائر کا کوئی اعتبار نہیں ہاں اگر بعد و انتشار ماہرِ لغتِ عرب کے لئے فہم معنےٰ میں باعثِ دقت بنیں تو قابلِ اعتراض ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں، خفاجی ج۲ ص ۳۴۷ میں فرماتے ہیں التفکیک (ای انتشار الضمائر) مع ظھور القرائن کثیر فی کلامھم۔

نیز اسی صفحہ میں قولِ ثانی کا ایک قرینہ ذکر فرماتے ہیں وقد رجعت ھذہ الضمائر لہ فی آیۃ الاعراف (فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ

و نصروہ) پھر آیتِ زیرِ بحث میں تو یہ کلام بھی الگ الگ ہیں جو بذریعہ عطف متصل ہیں، توقروہ پر وقفِ تام ہے اور وتسبحوہ سے ابتدائے کلام آخر ہے، خازن و معالم ج ۶ ص ۱۵۹ میں ہے والنظم من الخازن وعندھا تم الکلام فالوقف علی ویوقروہ وقف تام ثم یبتدأ بقولہ تعالٰی ویسبحوہ بکرۃ واصیلا۔

خفاجی میں ہے وقف کثیر من القراء علی قولہ توقروہ للفصل بین ضمیر الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وضمیر اللہ تعالٰی اور صاحبِ شفاء کے نزدیک بھی یہی ہے، خفاجی فرماتے ہیں اشار بثم الدالۃ علی التراخی الی ما علیہ اھل الاداء من الوقوف علی توقروہ ردا علی من خالف اور جب کلام الگ الگ ہیں تو انتشار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

نوٹ: کافی دن ہوئے آپ کا لفافہ وصول ہوا پہلے تو فرصت نہ ملی، بعد ازاں کاتبِ دار الافتاء کی علالت مانع رہی۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۳۰ محرم الحرام ۹۰ھ

سورۃ الاعراف آیت ۱۵۷ (مرتب)

الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت فقیہ اعظم صاحب مدظلہ

سلام مسنون: سورۂ بقرہ کا مختصر اور عام فہم تعارف تحریر فرمادیں، مہربانی ہوگی۔

مدینہ منورہ میں سب سے پہلے یہی سورت نازل ہوئی، اس مبارک سورۃ میں ہزار حکم اور ہزار نہی (ممانعت) اور ہزار خبریں ہیں۔ اس کی آیت ۲۵۵ کا نام آیۃ الکرسی ہے جو بڑی مبارک آیت ہے، ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت اس کے پڑھنے کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ اس سورت کی آخری دو آیتیں ۲۸۵ و ۲۸۶ عرش کے نیچے ایک خزانہ سے انعام ہوئی ہیں، رات میں ان کا پڑھنا بحکم حدیث پاک کفایت کرتا ہے جس گھر میں یہ پاک سورت تلاوت کی جائے تین دن تک شیطان اس میں داخل نہیں ہوتا اس سورت کی پہلی آیت "الٓمٓ" ہے اور اسی طرح اور بھی بہت سورتوں کے اول میں حروف ہیں، ان کا نام حروف مقطعات ہے، ان حروف یا آیات کا ترجمہ نہیں کیا جاتا

ــــــــــــــ ان کا معنٰی اللہ تعالٰی ہی جانتا ہے، یہ اسرار اور راز ہیں اللہ تعالٰی اور اس کے حبیب پاک محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان، اس سورت کے چالیس رکوع ہیں اور دو سو چھیاسی آیتیں اور پچیس ہزار پانچسو حروف ہیں۔ اس سورت میں کافی عقیدوں کا بیان ہے:

عقیدے متعلقہ ذاتِ رب العالمین

یہ کہ اللہ تعالٰی ایک ہے (آیت ۱۶۳) اس کا کوئی شریک اور ہم مثل نہیں (آیت ۱۶۳) وہ ہر چیز پر قادر ہے (آیت ۲۰) وہ گھیرنے والا ہے (آیت ۱۹) اس نے زمین کو بستر بنایا اور آسمان کو عمارت اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل پیدا فرمائے (آیت ۲۲) وہ زندہ کرنے والا مارنے والا اور پھر زندہ کرنے والا ہے اور سب نے اسی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے قیامت کے دن (آیت ۲۸) زمین میں ہمارے فائدہ کے لئے سب کچھ بنایا، سات آسمان بنائے اور وہ سب کچھ جاننے والا ہے (آیت ۲۹) وہی علم وحکمت والا ہے (آیت ۳۲) اس نے پیغمبروں کو بھیجا (آیت ۸۷) اس نے قرآنِ پاک محمد مصطفٰے پر اتارا (آیت ۲۳) جبریلِ امین نے اس کے حکم سے محمدِ مصطفٰے کے دل پر اتارا (آیت ۹۷) جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے نوازتا ہے اور بڑے فضل والا ہے (آیت ۱۰۵) اسی کے لئے آسمانوں زمینوں کی بادشاہی ہے (آیت ۱۰۷) وہ دیکھنے والا ہے (آیت ۱۱۰) وہ وسعت اور علم والا ہے (آیت ۱۱۵) جو چاہے "کن" فرما کر پیدا کر دیتا ہے (آیت ۱۱۷) وہی سننے والا جاننے والا ہے (آیت ۱۳۷) وہ بے خبر نہیں (آیت ۱۴۰) وہ بہت مہربان ہے (آیت ۱۴۳) بے شک وہ صابروں کا ساتھی ہے (آیت ۱۵۳) وہ نیکی کا صلہ دینے والا ہے

(آیت ۱۵۸) بڑا توبہ قبول فرمانے والا ہے (آیت ۱۶۰) بخشنے والا ہے (آیت ۱۸۲)
وہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے (آیت ۱۹۴) بھلائی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے
(آیت ۱۹۵) وہ سخت عذاب والا ہے (آیت ۱۹۶) وہ جلد حساب کرنے والا ہے
(آیت ۲۰۲) بے شک اللہ زبردست ہے (آیت ۲۰۹) سب کاموں کا رجوع اسی کی
طرف ہے (آیت ۲۱۰) جسے چاہے بے گنتی دیتا ہے (آیت ۲۱۲) جسے چاہے
سیدھی راہ دکھاتا ہے (آیت ۲۱۳) جسے چاہے اپنا ملک عطا کرتا ہے (آیت ۲۴۷)
وہ زندہ ہے قائم رکھنے والا ہے، اس کو اونگھ اور نیند نہیں آتی، اس کی اجازت کے
بغیر کوئی اس کے یہاں سفارش نہیں کرسکتا، اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو
سمایا ہوا ہے، اسے ان کی نگہبانی بھاری نہیں، وہی بلند بڑائی والا ہے (آیت ۲۵۵)
وہ غنی ہے اور حلم والا ہے (آیت ۲۶۳) بے پرواہ ہے سراہا گیا ہے (آیت ۲۶۷)
ہمارا مولیٰ ہے (آیت ۲۸۶)

عقیدے متعلقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضور پر قرآن کریم نازل کیا گیا (آیات ۴ و ۲۳ و ۹۷) حضور کی تشریف آوری
سے پہلے یہودی اپنی حاجتوں کے لئے حضور کے وسیلہ سے دعا کیا کرتے تھے اور
کامیاب ہوتے تھے (آیت ۸۹) ان کے منکروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے (آیت ۸۹)
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گستاخ کافر ہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے
(آیت ۱۰۴) وہ اپنی تمام امت کے افعال و احوال پر مطلع اور گواہ ہیں (آیت ۱۴۳)
ان کی مرضی پر اللہ تعالیٰ نے کعبہ شریف کو قبلہ بنا دیا (آیت ۱۴۴) یہود و نصاریٰ کے علماء
حضور کو یوں پہچانتے تھے جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے کیونکہ ان کی کتابوں

تورات و انجیل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر بڑی وضاحت سے آیا تھا (آیت ۱۴۶) حضور امت پر قرآن کریم کی آیتیں تلاوت فرماتے ہیں اور امت کو پاک کرتے ہیں اور کتاب اللہ اور پختہ علم سکھاتے ہیں اور وہ علوم تعلیم فرماتے ہیں جن کا پہلے علم نہ تھا۔ (آیت ۱۵۱) وہ ایمانداروں کو بشارت دینے والے ہیں (آیات ۲۵ و ۲۲۳) بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں (آیت ۲۵۲) اور تمام رسولوں پر درجات میں بلند ہیں (آیت ۲۵۳)

قرآن پاک بلند کتاب ہے، اس میں کوئی شک و شبہ نہیں، وہ ڈر والوں کو ہدایت کرنے والا ہے (آیت ۲) تمام دنیا کے سارے کافر اپنے حمائتیوں سمیت قرآن پاک کی ایک سورت کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے (آیت ۲۳)

حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے زمین میں آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ یعنی نائب بنایا (آیت ۳۰) آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کے علم عطا فرما دیئے (آیت ۳۱) آپ تمام فرشتوں پر علم میں فائق ثابت ہوتے (آیت ۳۳) سب فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدۂ تعظیمی کیا مگر شیطان نے اس تعظیم سے انکار کیا تو مردود ہو گیا (آیت ۳۴) اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی (آیت ۳۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیان

اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمایا اور وہ آزمائش میں پورے اترے۔ اللہ تعالیٰ

نے ان کو لوگوں کا امام اور پیشوا بنا دیا (آیت نمبر ۱۲۴) اللہ تعالے نے اس پتھر کو جس پر ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر کعبہ شریف کو تعمیر کیا نماز کا مقام بنا دیا (آیت ۱۲۵) حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے سرزمینِ مکہ جو جنگل تھی، بڑا آباد شہر بن گیا اور اس کے رہنے والوں کو میوہ جات عطا ہوتے (آیت ۱۲۶) حضرتِ ابراہیم علیہ السلام اور حضرتِ اسمٰعیل علیہ السلام نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دعا کی کہ خصوصی شانوں کے ساتھ انہیں ہماری ذریت میں مبعوث فرما (آیت ۱۲۹) آپ نے اپنی اولاد کو دینِ اسلام پر ثابت قدم رہنے کی وصیت فرمائی (آیت ۱۳۲) ابراہیم علیہ السلام ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں سے نہ تھے (آیت ۱۳۵) نمرود بادشاہِ وقت نے جو کافر تھا حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جھگڑا کیا تو اس کے ہوش اڑ گئے (آیت ۲۵۸) حضرتِ ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے رب مجھے دکھا دے کہ تو مردے کس طرح زندہ کرتا ہے تو اللہ تعالے نے کرم فرمایا اور ان کے بلاوے سے چار مردہ پرندے زندہ فرمائے (آیت ۲۶۰)

بنی اسرائیل کا بیان

اللہ تعالے نے بنی اسرائیل کو ان کے سب ہم زمانوں پر فضیلت بخشی (آیت ۴۷) ان کو فرعون کے ظلم سے نجات بخشی جو اُن کے نومولود لڑکے ذبح کر دیتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا (آیت ۴۹) اللہ تعالے نے ان کے لئے دریا پھاڑ کر خشک راستے بنا کر فرعون سے بچا لیا اور فرعون کو مع لشکر اسی دریا میں غرق کر دیا (آیت ۵۰) انہوں نے بچھڑا پوجا تو توبہ یوں قبول ہوئی کہ ایک دوسرے کو قتل کیا (آیت ۵۴) موسےٰ علیہ السلام کے سامنے ایک گروہ نے گستاخی کی تو دیکھتے ہوتے مر گئے اور

پھر زندہ کئے گئے (آیت ۵۵ و ۵۶) اللہ تعالےٰ نے ان پر بادل کو سائبان بنایا اور من (ترنجبین کی طرح ایک میٹھی چیز) اور سلویٰ (چھوٹا پرندہ) اتارے مگر انہوں نے ناشکری کی (آیت ۵۷) ان پر خواری اور ناداری مقرر کی گئی اور خدا کے غضب میں لوٹے کیونکہ اللہ تعالےٰ کی آیتوں کا انکار کیا اور پیغمبروں کو ناحق شہید کیا (آیت ۶۱ وغیرہ) ان کے کئی بے فرمان بندر بنادے گئے۔ (آیت ۶۵)

موسےٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے پانی طلب کیا تو حکم آیا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے (آیت ۶۰) بنی اسرائیل کا ایک قتل ہوا اور قاتل کا پتہ نہ چلا تو موسےٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ ایک گائے ذبح کرو (آیت ۶۷) اور حکم دیا گیا کہ مقتول کو اس گائے کا ٹکڑا مارو تو اس نے زندہ ہو کر قاتل بتادیا (آیت ۷۳) اللہ تعالےٰ نے موسےٰ علیہ السلام کو کتاب تورات عطا فرمائی (آیت ۸۷)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر

یہودیوں نے حضور علیہ السلام کے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام پر تہمت لگائی کہ وہ جادوگر تھے تو اللہ تعالےٰ نے ان کی برات اور پاکی اتاری (آیت ۱۰۲)

حضرت عزیر علیہ السلام کا بیان

عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے سو سال تک مردہ رکھا اور پھر زندہ فرمادیا اور سو سال تک ان کا کھانا اور پانی ٹھیک رہا اور بدبودار نہ ہوا، ان کے سامنے ان کے

صد سالہ مردے گدھے کو زندہ فرمادیا (آیت ۲۵۹)

فرشتوں کا ذکر

فرشتوں کا ماننا ضروری ہے۔ حضرتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام ایماندار فرشتوں کو مانتے ہیں (آیت ۲۸۵) فرشتوں کا دشمن کافر ہے (آیت ۹۸)

ارکانِ اسلام کا بیان

نماز اللہ سے ڈرنے والے نماز قائم رکھتے ہیں (آیت ۳) حکم ہے کہ نماز قائم رکھو اور باجماعت ادا کرو (آیت ۴۳) نماز اور صبر سے مدد چاہنے کا حکم ہوا (آیت ۴۵ و ۱۵۳) سب نمازوں کی نگہبانی کا حکم ہے خصوصاً بیچ کی نماز اور اکثر کا قول کہ یہ نمازِ عصر ہے (آیت ۲۳۸) اور بھی بہت آیتوں میں نماز کا ذکر ہے۔

زکوٰۃ کا بیان آیت ۳ و ۴۳ و ۸۳ و ۱۱۰ و ۱۷۷ و ۲۷۷ میں ہے۔

روزہ کا بیان از آیت ۱۸۳ تا ۱۸۷ ہے کہ روزہ پہلی امتوں پر بھی فرض تھا۔ روزہ گنتی کے دنوں میں فرض ہے، ماہِ رمضان المبارک میں لازم ہے، بیمار اور مسافر کے لئے رخصت ہے کہ بیمار تندرست ہونے کے بعد اور مسافر گھر آکر روزے کی قضا دے لے اور جسے روزے کی طاقت ہی نہیں تو وہ بدلہ دے ایک مسکین کا کھانا فی روزہ اور روزے کا وقت صبح صادق سے سورج غروب ہونے تک ہے۔

حج کا بیان بہت آیتوں میں ہے آیت ۱۵۸ میں ہے کہ حج اور عمرہ کرکے تو وہ صفا

اور مروہ (یہ دو پہاڑیاں کعبہ شریف کے نزدیک ہیں) کے پھیرے کرے آیت ۱۸۹ میں ہے کہ نئے چاند لوگوں اور حج کے لئے وقت کی علامتیں ہیں آیت ۱۹۶ میں حج اور عمرہ پورا کرنے کا حکم ہے اور رکاوٹ کی صورت میں قربانی کا حکم وغیرہ مسائل کا بیان ہے اور یونہی آیت ۲۰۳ تک حج کے مسائل کا بیان ہے۔

متفرقات

- حلال کھانے کا بیان آیت ۱۶۸ وغیرہ میں ہے اور حرام سے بچنے کا حکم آیت ۱۸۸ میں ہے۔

- بیع کے حلال ہونے اور سود کے حرام ہونے کا بیان آیت ۲۷۵ و ۲۷۶ وغیرہ میں ہے۔
- گواہی کا بیان آیت ۲۸۲ میں ہے۔
- گروی رکھنے کا بیان آیت ۲۸۳ میں ہے۔
- صدقات وخیرات کا بیان اور ریا یعنی دکھاوے سے بچنے کا بیان آیت ۲۶۱ سے ۲۷۴ تک ہے اور بھی کئی آیات میں ہے۔
- نکاح کا بیان کہ کفار کے ساتھ نہ کیا جائے اور مؤمنین کے ساتھ ہو آیت ۲۲۱ میں ہے۔
- طلاق کے مسائل آیت ۲۲۶ و ۲۲۷ سے ۲۴۲ تک کافی آیات میں ہیں اور یوں ہی بعض آیات میں نکاح کے مسائل بھی ہیں۔
- کعبہ شریف کی تعمیر کا ذکر آیت ۱۲۷ میں اور کعبہ شریف کا لوگوں کے لئے مرجع

اور امان بننے کا ذکر آیت ۱۲۵ میں ہے اور یونہی طواف کا بھی اور کعبہ شریف کے قبلۂ نماز بننے کا ذکر ۱۴۲ سے ۱۵۰ تک ہے۔

- دنیاوی لالچ کے لحاظ سے حق پوشیدہ کرنے کی برائی کا ذکر آیت ۱۷۴ وغیرہ آیات میں ہے۔
- قصاص یعنی ناحق قتل کرنے والے کو قتل کیا جائے اس کا بیان آیت ۱۷۸ و ۱۷۹ میں ہے۔
- جہاد یعنی راہِ خدا میں جنگ کرنے کا بیان آیت ۱۹۰ سے ۱۹۵ تک ہے، جہاد میں ثابت قدمی اور صبر کا بیان آیت ۱۷۷ اور ۲۱۴ میں ہے اسی طرح آیت ۲۱۶ و ۲۱۷ و ۲۱۸ میں بھی جہاد کا ذکر ہے۔
- شہید کی حیاتِ ابدی کا بیان آیت ۱۵۴ میں ہے۔
- یتیموں کی اصلاح اور بھلائی کا حکم آیت ۲۲۰ میں ہے۔
- مرتد یعنی وہ شخص جو دینِ اسلام سے پھر جائے اور کفر پر ہی مر جائے اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے سب عمل مٹ جاتے ہیں اور دنیا و آخرت میں اسے نیک کام پر ثواب نہیں ملتا اور وہ ہمیشہ کے لئے دوزخی ہو جاتا ہے، اس کا بیان آیت ۲۱۷ میں ہے۔
- عہد پورا کرنے کا ذکر آیت ۱۷۷ میں ہے۔

فائدہ اس سورت پاک کی کئی آیتوں سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس مردکو چاہے اسی دنیا میں دوبارہ زندہ فرما سکتا ہے چنانچہ آیت ۵۵ میں بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو مار کر زندہ کرنے کا بیان ہے پھر آیت ۷۳ میں بنی اسرائیل کے مقتول کو گائے ذبح شدہ کے ٹکڑے سے مارنے سے زندہ کرنے کا

ذکر ہے پھر آیت ۲۴۳ میں ہزاروں کی تعداد لوگوں کو مارنے کے بعد زندہ کرنے کی
تصریح ہے، پھر آیت ۲۵۹ میں عزیر علیہ السلام کو سو سال کے بعد زندہ کرنے کا
بیان ہے اور ان کے صد سالہ مردے گدھے کو زندہ کرنے کا ذکر ہے۔ پھر آیت
۲۶۰ میں چار ٹکڑے ٹکڑے کئے ہوئے پرندوں کے زندہ کرنے کا تذکرہ ہے اور یہ بھی ہمارا
عقیدہ ہے کہ ہمارا پیارا رب جسے چاہے مار سکتا ہے اور جس مردہ کو جس وقت چاہے
زندہ کر سکتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے لہٰذا قیامت ضرور قائم کرے گا اور سب
مردوں کو زندہ کر کے اپنی سچی عدالت میں جمع فرمائے گا اور دنیا میں مردوں کو زندہ کرنا
قیامت کا نمونہ دکھاتا ہے چنانچہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے ظاہر ہو رہا ہے
کہ رب ارنی کیف تحی الموتیٰ (ترجمہ) اے میرے رب دکھا مجھے کس طرح تو مردے
زندہ کرے گا لہٰذا قیامت کا ماننا ضروری ہے جو آیت ۴ و ۸ و ۶۲ وغیرہ کافی آیات
سے ثابت ہے۔

فائدہ اس سورتِ پاک میں اللہ رب العالمین نے اپنا ایک خصوصی شان بھی
بیان فرمایا ہے وہ یہ کہ جس آیت یا حکم کو چاہے منسوخ فرما دیتا ہے
اس کا بیان آیت ۱۰۶ میں ہے لہٰذا جو شخص نسخ کا انکار کرے وہ کافر ہے،
یہود وغیرہ کافر نسخ پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ ان کا یہ اعتراض غلط ہے اور اگر
نسخ نہیں تو آدم علیہ السلام کی شریعت کے احکام جن میں بہن بھائی کا نکاح بھی ہے
اب کیوں باقی نہیں رہا؟ یونہی نوح علیہ السلام کی شریعت باقی رہتی تو تورات کے
احکام کس طرح نافذ ہوتے؟

نسخ درحقیقت حکمِ سابق کی مدت کا بیان ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اپنے
علم میں پہلے ہی تھا اور لوگوں کو معلوم نہ تھا ہاں اب حضور پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے دنیا سے پردہ پوش ہونے کے بعد کوئی آیت یا حکم منسوخ نہیں ہو سکتا کہ اب وحی بند ہو چکی ہے کیونکہ حضور خاتم النبیین ہیں، ختم نبوت حضور کی صفت ہے تو اب کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا اور نہ ہی کوئی نئی شریعت آ سکتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝

(النجم ۳، ۴)

"اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں فرماتے، ان کا ہر کلام وحی سے ہوتا ہے۔"

تعارف

"حدیث الحبیب" حجیتِ حدیث کے موضوع پر ایک اہم تصنیف ہے جس میں اکتیس ۳۱ قرآنی آیات اور ستر ۷۰ احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآنِ کریم کی طرح حدیثِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی معتبر اور قابلِ قبول وعمل ہے۔

سیّدی فقیہِ اعظم قدس سرہ العزیز نے یہ کتاب ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء میں تصنیف فرمائی جسے انجمن حزب الرحمٰن نے تین پمفلٹوں میں قسط وار شائع کیا، ازاں بعد اسی انجمن کی طرف سے اس کا دوسرا اور تیسرا ایڈیشن بالترتیب ۱۹۷۲ء اور ۱۹۷۳ء میں نشار آرٹ پریس اور جسارت پریس، لاہور سے طبع ہو کر شائع ہوا۔

پہلے ایڈیشن میں کل چالیس دلیلیں تھیں جبکہ دوسرے ایڈیشن میں حضرت فقیہِ اعظم علیہ الرحمہ نے آٹھ مزید دلائل کا اضافہ فرمایا، اس طرح مجموعی طور پر یہ کتاب ۴۸ دلائل سے مزیّن و مبرہن ہے۔ کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر اسے فتاوٰی نوریہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔

(مرتّب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم

ہر وہ دل جو صدقِ دل سے یہ کلمۂ پاک مانتا ہے یقیناً جانتا ہے کہ اللہ رب العالمین کے بھیجے ہوئے سچے پیارے رسول محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا قول فعل راہ و رسم (جس کا نام سنت و حدیث ہے) ایمانداروں کے لئے آفتابِ ہدایت ہے اور ہر وہ شخص جو اس آفتاب کی نورانی کرنوں سے دور ہوا کبھی راہِ راست پر نہیں چل سکتا۔

یہ دعوےٰ حقیقت ہے اور بالکل بے غبار ہے، اِس کا ثبوت اتنا مضبوط ہے کہ کسی دلیل کا محتاج نہیں مگر اِس نازک زمانے میں حضورِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی پیشینگوئیوں کے عین مطابق بدعت و بے دینی کی ہزارہا خطرناک آندھیاں چل رہی ہیں

ہر طرف سے گمراہی کے سیلاب آرہے ہیں حتّٰی کہ یہ خطرناک طوفان بھی آگیا، کہا گیا کہ صرف قرآن ہی معتبر ہے، وہی قابلِ قبول وعمل ہے اور حدیث کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی قابلِ قبول وعمل ہے ۔ نعیاذ باللہ رب العالمین۔ ایسا کہنے والا کوئی ایک فرد نہیں بلکہ باقاعدہ ایک جماعت پیدا ہو گئی ہے جو پوری قوت سے یہ مہم چلا رہی ہے، لہٰذا نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنے بھولے بھالے بھائیوں کی حفاظت کریں اور اس ہیبت ناک طوفان سے بچانے کی کوشش کریں۔ اِسی بنا پر یہ فقیر سراپا تقصیر اپنے پیارے بھائیوں کے لیے قرآنِ پاک کی روشنی میں ہی دلائل سے واضح کرتا ہے کہ قرآنِ پاک کی طرح حدیثِ پاک بھی معتبر اور قابلِ قبول وعمل ہے۔

دلیل نمبر ا

اللہ رب العالمین جلّ وعلا فرماتا ہے :

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

ترجمہ : " وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اِس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے

ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے اور وہی عزت و حکمت والا ہے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔" (سورۃ الجمعہ پ ۲۸ ع ۱)

ان آیتوں سے واضح ہوا کہ تمام امت قرآن پاک سے بالکل بے خبر تھی کچھ نہیں جانتی تھی، حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے بتلانے اور پڑھانے سے ہی امت نے قرآن کا قرآن ہونا جانا حالانکہ حضور کا یہ بتلانا کہ یہ قرآن ہے، حدیث ہے تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ حدیث کے ماننے اور اعتبار سے ہی قرآنِ کریم کا قرآن ہونا ثابت ہوتا ہے تو جو حدیث کا اعتبار نہ کرے وہ قرآن کا کبھی اعتبار نہیں کر سکتا اور یہ بھی واضح ہوا کہ حضور پاک قرآنِ کریم کا علم عطا کرتے ہیں، اِس کی تفسیر اور تشریح کرتے ہیں اور یوں نہیں کہ صرف تلاوتِ آیات کر دیں اور سمجھائیں نہ بلکہ حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے سمجھانے کے بغیر قرآنِ کریم سمجھا ہی نہیں جا سکتا (چنانچہ آگے دلیلِ دوم میں اس کی تفصیل آ رہی ہے) اور یہ سمجھانا حضور کے اپنے پیارے پیارے بولوں میں ہے جن کو حدیث کہا جاتا ہے اور جب حدیث کے بغیر قرآنِ کریم سمجھ نہیں آتا تو اس پر عمل کیسے ہو؟ تو معلوم ہوا کہ حدیث پر عمل کرنے سے ہی قرآن پر عمل ہو سکتا ہے لہٰذا حدیث بھی معتبر ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور امّت کو پاک کرتے ہیں اور یہ پاک کرنا وعظ و نصیحت سے ہے جو صرف تلاوتِ آیات ہی نہیں بلکہ حضور پاک اپنے اقوال سے بھی وعظ و نصیحت کرتے تھے ورنہ علیحدہ تزکیہ کا ذکر نہ ہوتا تو ثابت ہوا کہ حدیث بھی معتبر ہے اور پاکیزہ بنانے والی ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ حضور الکتٰب (قرآنِ کریم) کے علاوہ حکمت بھی تعلیم فرماتے ہیں اور حکمت حدیث ہی ہے کہ قرآنِ کریم اور حدیثِ پاک کے علاوہ حضور نے کوئی اور تعلیم دی ہی نہیں تو بڑی وضاحت سے ثابت ہوا کہ قرآنِ کریم کی طرح حدیث بھی معتبر ہے ورنہ معاذ اللہ یہ کہنا پڑے گا کہ حضور کی وہ تعلیم جس کے بغیر انسان کھلی ہوئی گمراہی سے باہر نہیں آ سکتا، اس تعلیم کا کوئی اعتبار نہیں، اللہ تعالےٰ پناہ دے! اور یہ بھی واضح ہوا کہ جطرح

امت کا پہلا حصہ حضورﷺ سے فیضیاب ہوا یونہی ان سے پیچھے آنے والے قیامت تک سب ہی حضورﷺ سے فیضیاب ہو رہے ہیں تو صاف صاف معلوم ہوا کہ جس طرح پہلی امت کے لئے حدیث کا ماننا ضروری تھا یونہی قیامت تک بعد میں آنے والی امت پر ہر زمانہ میں حدیث کا ماننا ضروری ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ جس طرح حضورﷺ کی تلاوتِ آیات اور تعلیم کتاب فضل اللہ ہے اسی طرح حضورﷺ کا تزکیہ امت اور تعلیمِ حکمت جو حدیث ہے، بلاشبہ فضل اللہ ہے اور اس فضل سے وہی قسمت والا نوازا جاتا ہے جسے اللہ تعالےٰ اپنے حبیب پاک کی غلامی کیلئے پسند فرما لیتا ہے۔

حضرتِ رب العالمین جل وعلا کے اس احسانِ عظیم اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان اوصافِ جلیلہ تلاوتِ قرآن پاک، تزکیہ امت، تعلیم کتاب وحکمت کا ذکر اور بھی کئی آیتوں میں ہے، دیکھو پارہ[1] اوّل رکوع ۱۵ اور پارہ[2] دوم رکوع ۲ اور پارہ[3] چہارم رکوع ۸

دلیل نمبر ۲۳

پارہ ۲۹ رکوع ۷ میں ہے ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ (ترجمہ) "پھر بے شک

---

[1] رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (البقرہ آیت ۱۲۹) (ترجمہ) "اے ہمارے رب اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمائے بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا"

[2] كَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَكِّیْكُمْ وَیُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (البقرۃ آیت ۱۵۱) ——— "جیسا ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔"

[3] لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (آل عمران آیت ۱۶۴) "بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے"

قرآن کریم پارہ ۵ رکوع ۱۳ میں ہے اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىکَ اللّٰہُ (ترجمہ) اے محبوب! بے شک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے۔

نیز پارہ ۱۴ رکوع ۱۲ میں ہے وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْہِمْ وَلَعَلَّہُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ○ (ترجمہ) "اور اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار کتاب پاک، اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کرو جو اُن کی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان کریں"۔

پہلی دو آیتوں سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی کتاب پاک کے معنے اور مطلب دکھائے اور بیان فرمائے پھر دوسری اور تیسری آیت سے واضح ہوتا ہے کہ حبیب پاک صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے ان معنوں اور مطلبوں میں سے جو جو امت کے لئے ضروری ہیں، بیان فرماتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کریم کے معنے اور مطلب کس قدر زیادہ ہیں، اسکے متعلق خود قرآن کریم سے ہی واضح ہوتا ہے کہ اس میں ذات پاک اور صفات جلال و جمال کا روشن بیان ہے اور تمام مخلوقات کے ذرہ ذرہ کا تفصیل وار پورا پورا علم ہے چنانچہ پارہ ۱۱ رکوع ۹ میں ہے،

وَمَا کَانَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ یُّفْتَرٰی مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَتَفْصِیْلَ الْکِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْہِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

"اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنا لے بے اللہ

کے اتارے، ہاں وہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور لوحِ محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے سب کی تفصیل ہے، اس میں کچھ شک نہیں پروردگارِ عالم کی طرف سے ہے۔"

اور پارہ ۱۳ رکوع ۶ میں ہے :

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۞

"یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔"

اور پارہ ۱۴ رکوع ۱۸ میں ہے :

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۞

"اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت ہے اور بشارت مسلمانوں کو۔"

اب وہ لوگ جو حدیثِ پاک کا اعتبار نہیں کرتے بتائیں کہ کیا انہیں ہر ہر چیز کا تفصیلی علم قرآنِ پاک سے اپنے آپ حاصل ہو جاتا ہے؟ کیا وہ حدیثِ پاک کی مدد کے بغیر کسی گذشتہ چیز کی تفصیل بتا سکتے ہیں یا آئندہ کی یا ایسی موجودہ چیز کا بیان کر سکتے ہیں جو پوشیدہ ہے؟ کیا انہیں قرآنِ کریم کی کسی آیت سے ہوائی جہاز، ریل گاڑی، ایٹم بم وغیرہ وغیرہ نو ایجاد چیزوں کی تفصیل معلوم ہے؟ ہر گز نہیں حالانکہ حدیثوں میں سب چیزوں کا تفصیلی علم ذکر ہو چکا ہے۔

مسلم شریف ج ۲ ص ۳۹۰ میں حضرت حذیفہ سے ہے :

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ

شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذٰلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ بِهِ حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ۔

"یعنی حضور پاک نے ایک مقام میں ہی اس وقت سے قیامت کے قائم ہونے تک تمام چیزوں کا علم بیان کر دیا، جسے یاد رہا یاد رہا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔"

اسی صفحہ کی دوسری روایت ابوزید میں ہے:

صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَأَعْلَمُنَا أَحْفَظُنَا۔

"یعنی ہمیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نماز فجر پڑھا کر منبر پر جلوہ گر ہو کر خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت ہوا تو اتر کر ظہر پڑھا کر منبر پر جلوہ گر ہوئے، پھر خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت ہوا، تو اتر کر عصر پڑھا کر خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا تو اس دن حضور نے ہمیں تمام ان چیزوں کی جو ہو چکی ہیں یا آئندہ ہونے والی ہیں سب کی خبر دے دی تو ہمارا (صحابہ کرام کا) زیادہ علم والا وہ ہے جو زیادہ یاد رکھنے والا ہے۔"

اور بخاری شریف ج ا ص ۴۵۳ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے:

قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا

عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ۔

"یعنی حضور پاک نے صحابہ کرام میں کھڑے ہو کر ابتدائے خلق سے لیکر اس وقت تک بیان فرمادیا کہ بہشتی اپنے مکانوں میں داخل ہو جائینگے اور دوزخی اپنے مکانوں میں، یہ بہت بڑا بیان یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھول گیا جو بھول گیا۔"

اس حدیث میں قیامت قائم ہونے سے آئندہ چیزوں کے بیان کا اضافہ بھی ہے کہ بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں اپنے اپنے مکانوں میں اختتامِ قیامت کو پہنچیں گے حالانکہ وہ دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔

حضرتِ مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو صرف سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستّر اونٹ لاد دوں۔ حضرتِ ابنِ عباس نے فرمایا کہ اگر میرے اونٹ کی رسّی گم ہو جائے تو اسے قرآنِ پاک سے ضرور پالیتا ہوں۔

اس قسم کے بیانات صحابہ کرام، اولیاءِ عظام اور ائمۂ دین سے بکثرت منقول ہیں مگر ان لوگوں کو جو حدیث کی روشنی سے بے نیاز بنتے ہیں اور چیزوں کا علم تو کیا آتا نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ ارکان و اعمالِ شرعیہ کا علم ہی حاصل نہیں ہو سکتا۔ صلوٰۃ کے لغوی معنےٰ کئی ہیں جن میں سے ایک "دعا" ہے۔ صلوٰۃ کا یہ معنےٰ جسے نماز کہتے ہیں اور رکن اسلام ہے وہ صرف لغتِ عرب سے معلوم نہیں ہو سکتا، یونہی زکوٰۃ کا لغوی معنےٰ شرعی معنےٰ کی وضاحت نہیں کر سکتا اور ایسے ہی صوم و حج۔ ان الفاظ کے وہ معنےٰ جو اللہ تعالےٰ کی مراد ہیں ان کا پورا پورا بیان اور وضاحت حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی قولی، فعلی اور تقریری حدیثوں میں ہی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت ہے ہی نہیں

لہٰذا حضرتِ رب العالمین جل وعلا نے قرآن کا بیان اور تشریح وتفسیر اپنے حبیبِ پاک کے سپرد فرمائی جس کی وضاحت آیاتِ مذکورہ سے ہو رہی ہے۔

صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج نیز کئی اور کلمے بھی ہیں جن کے معانی اللہ رب العالمین نے خاص خاص مقرر کر دیئے ہیں اور اپنے پیارے حبیب کے لئے ظاہر کر دیئے ہیں کہ وہ امت کو سمجھا دیں تو اگر کوئی حبیبِ پاک سے بے نیاز ہو کر خود سوچنے بیٹھے تو کیا سوچ سکتا ہے اس کی ایک عام مثال ہمارے روزمرہ کے معمولات میں ذکر کی جاتی ہے۔

ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے چار لڑکے عطا فرمائے، اس نے غلام رسول، غلام نبی، غلام مصطفےٰ، غلام محمد چار نام مقرر کر لئے۔ اب دوسرے لوگ اس کے بتلائے بغیر یہ تمیز نہیں کر سکتے کہ غلام رسول، غلام نبی وغیرہ کون کون ہیں۔ لغوی معنے کے لحاظ سے تو چاروں لڑکے ہی غلام رسول ہیں اور غلام نبی بھی کہ لغت کے لحاظ سے یہ چاروں نام ہم معنےٰ ہیں اور صرف وہی چار لڑکے نہیں بلکہ سارے مسلمان غلامانِ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ہاں اگر وہ شخص جس نے یہ نام مقرر کئے ہیں خود بتا دے کہ میرا یہ لڑکا غلام رسول اور غلام نبی ہے یا کسی اور شخص کو مقرر کر کے کہے کہ میں نے اس کو تفصیل سے نام بتا دیئے ہیں اور لوگ اس سے دریافت کر لیں تو اس دوسرے شخص کا فیصلہ ہی قابلِ قبول ہو گا، اس صورت میں کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم اسکی ہدایت کے بغیر اپنے آپ ہی لغوی لحاظ سے مقرر کر سکتے ہیں اور یونہی ہنرمند لوگ اپنے اپنے اوزاروں، ہتھیاروں کے نام مقرر کر لیتے ہیں، ان کا علم محض زورِ لغت سے نہیں آسکتا۔

اِس قسم کی صدہا مثالیں ہیں تو جب انسان اپنے جیسے انسان کے مقرر کردہ الفاظ کے معانی اپنے آپ معلوم نہیں کر سکتا تو حضرتِ رب العالمین جل وعلا کے مقرر کردہ معانی کیونکر اپنے آپ معلوم کر سکتے ہیں لہٰذا ہم حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہیں

کہ اللہ رب العالمین نے ہمیں ان کا پاک دَر ہی بتایا ہے۔ پھر چونکہ ہم لوگوں نے حضور کا زمانہ نہیں پایا لہٰذا صحابہ کرام اور ائمۂ دین اور علمائے اسلام کے بھی محتاج ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور تعلیم ان واسطوں سے ہم تک پہنچی ہے۔

حضرتِ مولا علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خارجیوں نے بڑا شور برپا کیا تھا اور جس طرح آجکل کے کچھ لوگ قرآنِ پاک کا بہانہ بنا کر حدیث کو بے اعتبار بتاتے ہیں یونہی وہ خارجی بھی قرآنِ پاک سے اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ[1] (نہیں حکم مگر اللہ کے لئے) پڑھ کر صحابہ کرام کے فیصلوں کو بے اعتبار بتانے لگے۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرتِ مولا علی نے کچھ خارجی جمع کئے کہ قرآنِ پاک سے ہی فیصلہ کرالیں۔

آپ نے مجمع کے درمیان میز پر قرآنِ پاک رکھوا لیا اور بار بار دونوں ہاتھوں میں قرآنِ پاک لے کر کہنے لگے کہ اے قرآن فیصلہ کر! اے قرآن فیصلہ کر! وہ خارجی حیران ہو کر کہنے لگے حضرت! قرآنِ کریم بولا نہیں کرتا تو آپ نے فرمایا جو تمہارے ساتھ بولتا نہیں یعنی تمہیں اپنے معانی و مطالب سمجھاتا نہیں اس کا فیصلہ مانگا کرتے ہو اور جو رازدانِ قرآن بول کر فیصلہ سنائے اس کا فیصلہ مانتے نہیں ہو یعنی تم عجیب نادان ہو، علمِ قرآنِ پاک تو حسبِ قاعدہ حضور پاک اور ان سے لے کر صحابہ کرام نے ہی بیان کرنا ہے۔ آخر قرآنِ پاک نے ہی حکم دیا ہے فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ (پ۱۴ ع۱) (ترجمہ) "تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو"

اِس سے صاف صاف ثابت ہوا کہ حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم اور حضور کے

---

[1] الانعام آیت ۵۷، یوسف آیت ۴۰، ۶۷۔

وارثانِ علومِ شرعیہ صحابہ کرام اور ائمۂ دین اور علماء و محدثین ہی کی تشریح و تفسیر کا اعتبار ہے اور قابلِ قبول و اعتبار ہے، تب ہی تو بے علموں کو حکم دیا جاتا ہے کہ علم والوں سے پوچھو۔ بفضلہ تعالےٰ یہ آیتِ پاک بھی ایک واضح دلیل ہے قبول و اعتبارِ حدیث کی تو اسے "دلیلِ سوم" شمار کیا جائے۔

دلیل نمبر ۵

قرآن کریم میں ہے:

وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا ۝

"اور اللہ نے تم پر کتاب و حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو تم نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا تم پر بڑا فضل ہے۔" (پ۵ ع۱۴)

نیز فرمایا:

وَمَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ۝

"اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں" پ۳۰ ع۶

نیز فرمایا:

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝

"بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان رحمت کرنے والے" پ۱۱ ع۵

نیز فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

"اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے" پ۱۷ ع۷

نیز فرمایا:

وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ۝

"اور بے شک تم ضرور تم سیدھی راہ بتاتے ہو اللہ کی راہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں، سنتے ہو سب کام اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں۔" پ۲۵ ع۶

ان آیات سے ثابت ہوا کہ حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام ظاہر و پوشیدہ علم حاصل ہیں اور ہیں بھی وہ سارے علم صحیح اور پختہ کہ اللہ تعالےٰ کے بڑے فضل سے حاصل ہوتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ان خداداد علموں میں سے امت کو بھی فیض پہنچاتے ہیں اور بخل نہیں کرتے اور وہ ہیں بھی بڑے مہربان، سراپا رحمت، بڑی بھلائی چاہنے والے، ہمارا مشقت میں پڑنا اُن پر گراں ہے تو روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ آپ جن جن چیزوں سے روکتے ہیں، وہ سب چیزیں نقصان رساں ہیں اور ہماری مشقت اور دنیا یا آخرت کی تباہی کا سبب ہیں اور ہر وہ کام جس کے کرنے کا حکم دیتے ہیں یا ہر وہ غیبی خبر جس کی اطلاع دیتے ہیں اس میں ہمارا فائدہ ہی فائدہ ہے۔

اگر معاذ اللہ ان کا علم صحیح نہ ہوتا یا ہماری طرح غیب نہ جانتے تو احتمال ہوتا

کہ شاید غلط بنا دیا ہو یا یہ احتمال ہوتا کہ چونکہ غیب کا علم نہیں جانتے لہٰذا صرف اس وقت والوں کے لئے ہی حکم دیا ہو اور اگر سراپا رحمت نہ ہوتے تو احتمال ہوتا کہ شاید کوئی نافع کام نہ بتایا ہو یا کسی نافع کام سے روک دیا ہو مگر جب وہ بفضلہٖ تعالیٰ ذرہ ذرہ کا صحیح علم رکھتے ہیں اور علم غیب بھی جانتے ہیں اور ہیں بھی سراپا رحمت ہی رحمت، بڑی بھلائی چاہنے والے تو ایسا کوئی احتمال قطعاً نہیں ہو سکتا لہٰذا ان حدیثوں پر عمل و اعتقاد کرنا فائدہ ہی فائدہ ہے اور صراطِ مستقیم پر چلنا ہے کہ وہ تو ہدایت ہی صراطِ مستقیم کی کرتے ہیں جو اللہ رب العالمین تک پہنچانے والا راستہ ہے اس لئے ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہر نماز کی ہر رکعت میں روزانہ پنجگانہ فرض، وتر، سنت، نفل میں یہ دعا کیا کریں کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہ یا اللہ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت پر ثابت قدم رکھ کہ وہ ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے انعام فرمایا ہے نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔"

تو بڑی وضاحت سے ثابت ہوا کہ قرآنِ کریم اور حدیث پاک پر عمل و اعتقاد نہایت ضروری اور باعثِ ہدایت و انعام ہے اور قرآن و حدیث دونوں سے یا صرف قرآنِ کریم سے یا صرف حدیث شریف سے دور ہو جانا گمراہی اور سببِ غضب الٰہی ہے اور دونوں جہانوں کی بربادی اور تباہی ہی ہے، اِس دعا :

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝[1]

کے پڑھنے کا حکم دینا اور ہر مسلمان کا بالاتفاق پڑھنا بجائے خود ایک مستقل دلیل ہے

---

[1] الفاتحہ آیت ۵ تا ۶

حدیثِ پاک کے معتبر اور مقبول ہونے کی لہٰذا اسے 'دلیلِ پنجم' شمار کیا جائے۔

تنبیہ

صراطِ مستقیم اللہ تعالیٰ کا راستہ بھی ہے جیسے پہلی آیت میں گذرا اور اُن لوگوں کا راستہ بھی ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا جیسے اِس دعا میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ کا راستہ اِس طرح ہے کہ اِس کا راہی اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرتا ہے اور اس کی بے مثل نزدیکی سے نوازا جاتا ہے اور انعام یافتہ لوگوں کا راستہ اس طرح ہے کہ وہ اِس راستہ پر چلتے ہیں اور اپنے ربّ جل وعلا کے خصوصی انعامات حاصل کیا کرتے ہیں جیسے خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول بھی ہیں اور ہمارے رسول بھی، اللہ تعالیٰ نے ان کو بھیجا ہے تو وہ اس کے رسول ہیں اور ہماری طرف بھیجا ہے اور ہمیں ان کی پیروی کا حکم دیا ہے تو وہ ہمارے رسول ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحٰبہٖ وسلم قدر حسنہٖ وجمالہٖ وجودہٖ ونوالہٖ۔

دلیل نمبر ۶

ہمارے پیارے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری باتیں اور پیارے پیارے اصلاحی حالات جن کا نام حدیث ہے یقیناً ہماری بھلائی اور بہتری دارین اور حقیقی راہنمائی پر مشتمل ہیں ان کی خلاف ورزی تباہی و بربادی کا باعث ہے اِس مدّعا پر حضرتِ رب العالمین جل مجدہ کا ارشادِ پاک ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ۙ وَ بَشِّرِ

الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ۝[1]

" اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے اللہ کا بڑا فضل ہے۔"

ان تین آیتوں کا مضمون متعدد اور آیتوں سے بھی ثابت ہے۔ یہ آیتیں کئی وجوہ سے دلیل ہیں :-

(۱) اللہ کے بھیجے ہوئے ہونے کا صاف صاف تقاضا ہے کہ ان کی ہر بات مانی جائے کہ بھیجا ہوا سچا وہی ہوتا ہے جو بھیجنے والے کی رضا بتلائے۔

(۲) حاضر و ناظر (شاہد) ہونا بھی نبی ہونے کی طرح دلیل ہے کہ آپ اپنی تمام امت کے تمام حالات اور ہر قسم کے نفع نقصان سے پورے پورے باخبر ہیں اور چونکہ آپ خاتم النبیین ہیں، قیامت تک پیدا ہونے والے لوگ سب آپ کے ہی امتی ہیں اور آپ سب کے لئے نبی اور حاضر و ناظر ہیں تو جو کچھ بھی فرمایا ہمارے تمام حالات دیکھتے ہوئے فرمایا اور جس چیز کا حکم دیا وہ ہمیں مفید اور جس سے منع کیا وہ ہمیں مضر ہے اور اسی پر حضور کی صفات مبشرًا (خوشخبری دیتا) و نذیرًا (اور ڈر سناتا) دلالت کرتی ہیں۔

(۳) مبشرا و نذیرا ہونا چاہتا ہے کہ آپ کی ہر بات بشارت (خوشخبری) کی حامل ہوتی ہے یا انذار (ڈرانے) کی تو لامحالہ اس پر عمل پیرا ہونا فائدہ ہی فائدہ ہے۔

---

[1] الاحزاب آیت ۴۵ تا ۴۷

اگر حدیث پر عمل کرتے ہوئے وہ کام کیا جس پر بشارت ملے تو فائدہ ظاہر اور اگر حدیث پر عمل کرتے ہوئے اس کام سے بچا جس پر اللہ تعالٰی کی گرفت اور عذاب ہوتا ہے تو پھر بھی فائدہ ظاہر کہ عذاب سے بچ جانا بھی بڑا مفید ہے۔

④ داعی الی اللہ ہونا واضح طور پر بتاتا ہے کہ حضور کی ہر بات پر عمل کرنے سے آدمی اللہ تعالٰی کی بارگاہ تک رسائی حاصل کرتا ہے اور اس بارگاہِ بے کس پناہ کی رسائی ہی اصل مقصود ہے۔

⑤ سراجاً منیرا (جگمگا دینے والا آفتاب) ہونے سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی محبت بھری تعلیم سے حق و باطل واضح فرما دیا ہے اور حقیقی کامیابی کے تمام سربستہ راز جو جہالت کی گھٹا ٹوپ اندھیریوں سے چھپے ہوئے تھے، سب ظاہر فرما دئے تو جو اس حقیقی آفتاب کی ہمہ گیر روشنی سے فائدہ اٹھائے وہی کامیاب ہے اور ہر وہ شخص جو اس کی پاک کرنوں (حدیثوں) سے گریز کرے تو اس کے لئے دو جہاں میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے اور اسی لئے تو فرمایا
وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ۝
(ایمانداروں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے اللہ کا بڑا فضل ہے) کہ اس نے انہیں اپنے پیارے حبیب کے نقشِ قدم پر چلنے اور اس حقیقی آفتاب کی ضیا پاشیوں سے بہرہ ور ہونے (حدیثوں پر عمل کرنے) کی توفیق بخشی اور جلیل القدر انعامات کا حقدار بنا دیا ہے۔

⑥ اس سے ثابت ہوا کہ یہ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بھی ایک مستقل دلیل ہے تو اس چھٹی دلیل کے ضمن میں چھ دلیلیں ہیں۔

نوٹ: جس طرح ظاہری آفتاب سے ماہتاب اور ستارے اس وقت روشنی

پھیلاتے ہیں جب سورج پردہ پوش ہو جاتا ہے اسی طرح یہ حقیقی آفتاب رسالتمآب بھی جب پردہ پوش ہوئے تو صحابہ کرام اور تابعین، امامانِ دین اور علماء و اولیاء کرام اسی کا نور پھیلا رہے ہیں اور جیسے کہ چاند اور ستاروں کا رات میں جگمگانا سورج کے وجود اور باقاعدہ زندگی و تابندگی کی دلیل ہے یونہی شریعتِ حقہ کی روشنی اور علماء و اولیاء و مشائخ کرام کی ضیاء پاشیاں اس آفتابِ نبوت کی زندگی و تابندگی کی صریح دلیل ہیں بلکہ ان کے پردہ پوش ہونے کا معنیٰ ہی یہ ہے کہ وہ صرف اہلِ دنیا اور عوام سے پردہ پوش ہیں نہ یہ کہ بزرگانِ دین، اولیاءِ عظام اور جلیل القدر علماء کرام سے بھی پوشیدہ ہیں۔ وہ بزرگانِ دین تو ہمیشہ ہی ان کی زیارت کرتے اور فیض لیتے ہیں اور لیکر عوام الناس کو بھی فیض پہنچاتے رہتے ہیں۔ یہ ظاہری سورج بھی اہلِ دنیا ہی کی نظروں سے پوشیدہ ہوتا ہے ورنہ چاند ستارے تو اس کے نظارے کرتے ہی رہتے ہیں اور اس سے روشنی لے کر دنیا والوں کو روشن کرتے رہتے ہیں

دلیل نمبر ۷

یہ دلیل مجموعہ آیات ہے:

① اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (ترجمہ) "اس کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے وحی ہوتی ہے" (پ۷ ع ۱۹)

② اور یونہی پ ۱۱ کے رکوع ۱۶،

③ پ ۲۱ کے رکوع ۱۷ میں بھی یہی حکم ہے۔

④ نیز پ ۸ رکوع ۷ میں ہے وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ

وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (ترجمہ) اور یہ برکت والی کتاب (قرآن کریم) ہم نے اتاری تو اس کی پیروی کرو اور پرہیزگاری کرو کہ تم پر رحم ہو۔"

⑤ نیز اسی پارہ کے رکوع ۸ میں ہے اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (ترجمہ) اے لوگو! اس کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اترا۔"

⑥ پ ۹ رکوع ۹ میں ہے فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (ترجمہ" تو وہ جو اس (رسول پاک محمد مصطفٰے) پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے" اور اپنے پیارے حبیب کو حکم فرمایا کہ فرمائیں ،

⑦ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓى اِلَیَّ (ترجمہ" میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھے وحی آتی ہے" (پ۷ ع ۱۱)

⑧ یونہی پ۹ رکوع ۱۴ اور

⑨ پ۱۱ ع ۷ اور

⑩ پ۲۶ رکوع ۱ میں بھی ہے۔

⑪ پھر اسی طرح پارہ ۹ کے رکوع ۱۰ میں بھی فرمایا قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا نِ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ (ترجمہ" فرماؤ (یارسول اللہ) اے لوگو میں تم سب کی طرف

اللہ کا رسول ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے اس رسول غیب بتانے والے (نبی) پر جو (اللہ کے سوا) کسی سے نہیں پڑھے وہ جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اس رسول کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ۔"

(۱۲) اور یونہی پارہ ۳ رکوع ۱۲ میں بھی حکمِ اتباع ہے [1]

اِن آیات کو سرسری نظر سے ہی دیکھا جائے تب بھی مدّعا بڑا واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔ آیت نمبر ۱، ۲، ۳ میں اللہ رب العالمین نے اپنے حبیبِ پاک پر لازم کر دیا کہ وہ وحی اور قرآنِ کریم ہی کی پیروی کریں اور آیت نمبر ۴، ۵، ۶ میں سب کو حکم دیا کہ قرآنِ کریم کی پیروی کریں تو ثابت ہوا کہ حبیبِ پاک کی طرح امت پر بھی لازم ہے کہ قرآنِ کریم کی پیروی کریں اور آیت نمبر ۷، ۸، ۹، ۱۰ کی شہادت سے ثابت کہ حبیبِ پاک صرف قرآنِ کریم اور وحی کی ہی پیروی کرتے ہیں۔ ان کا ایک ایک قول اور ایک ایک کام سب قرآنِ کریم اور وحی کی پیروی ہے اور ان کا کوئی کام اور کوئی قول ایسا نہیں جو اس پیروی سے باہر ہو تو واضح ہوا کہ قولی و فعلی تمام حدیثیں واجب العمل ہیں اور حدیث کی پیروی قرآنِ کریم کی ہی پیروی ہے لہٰذا ہم نادانوں کو آیت نمبر ۱۱، ۱۲ میں حکم دیا کہ حبیبِ پاک کی پیروی کریں کہ وہ عالمِ قرآن ہیں، واقفِ اسرارِ وحی اور دانائے رموزِ کمالہٗ ہیں۔ ہماری پیرویٔ قرآنِ کریم کا طریقہ ہی یہ ہے کہ ہم اِس قرآن لانے والے حبیبِ پاک کی پیروی کریں۔

---

[1] قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ (مرتب)

جب کوئی جاہل اور بے علم اپنے استاد کی تعلیم اور راہنمائی کے بغیر قرآنِ کریم پر عمل نہیں کر سکتا تو استادِ کل، امام الرسل، ہادی السبل صلے اللہ علیہ وسلم کی عملی و قولی تعلیم کے بغیر قرآن پر کوئی کس طرح عمل کر سکتا ہے۔ بہر حال حدیث پر عمل قرآن پر عمل ہے اور عمل بالقرآن کی صورت ہی یہی ہے کہ حدیث پر عمل کیا جائے، یہی ہدایت یاب ہونے کا طریقہ ہے چنانچہ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ[1] فرمایا۔

تنبیہ

جس طرح قرآنِ کریم پر عمل حدیث شریف پر عمل کے بغیر نہیں ہو سکتا یونہی حدیث پر عمل صحابہ کرام، ائمہ دین اور فقہاء مجتہدین کی ہدایت کے بغیر نہیں ہو سکتا لہٰذا ہمیں حکم دیا کہ اِتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ[2] (ترجمہ "اس کی راہ پر چل جو میری طرف رجوع لایا۔"

ان لوگوں پر افسوس ہے جو حدیث شریف پر عمل کرنا قرآنِ کریم پر عمل کرنے کے خلاف سمجھتے ہیں اور ان لوگوں پر بھی افسوس ہے جو فقہ پر عمل عمل بالحدیث کے خلاف سمجھتے ہیں۔

دلیل نمبر ۸

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ[2]

---

[1] سورۃ لقمان آیت ۱۵

[2] سورۃ آل عمران آیت ۳۱

"(ترجمہ) اے محبوب! فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے پیروکار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دیگا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

اِس آیتِ پاک سے بھی مدّعا نہایت وضاحت سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی حضور کی حدیثوں اور حکموں پر عمل کرنا ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ اِس کا حکم دیتا ہے، اِس کو اتنا پسند کرتا ہے کہ اس کے ماسوا اللہ تعالیٰ کی دوستی کا دعوےٰ ہی غلط ہے اور اس سے انسان محبوبِ خدا بن جاتا ہے، گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ تو یہ فرماتا ہے مگر افسوس کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ دیتا ہے کہ حدیث کا کوئی اعتبار نہیں، وہ قابلِ عمل نہیں وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ قرآنِ کریم تو حضور کو محبوبیت کے بلند ترین تخت پر جلوہ گر دکھاتا ہے اور بتاتا ہے کہ وہ ایسے محبوب ہیں جو اُن کے طرزِ عمل کو اپنائے اور ان کے قول و فعل کے مطابق اپنی شکل اور بود و باش بنائے تو وہ بھی محبوبِ خدا بن جاتا ہے کیونکہ یہ حقیقت واضح ہے کہ محبوب کی ہر صفت و عادت اور ہر چیز محبوب ہوتی ہے تو جب وہ صفتیں اور عادتیں قصداً کوئی آدمی اختیار کرے تو وہ ان صفات و عادات کا حامل بن جائے گا جو سب کی سب محبوب ہیں تو لامحالہ وہ بھی محبوب بن جائے گا۔ وہ وہی محبوب تو ہیں جن کے چہرۂ انور کا شوقِ کعبہ میں آسمان کی طرف اٹھ جانا کعبہ کو قیامت تک سب کا قبلہ بنا دیتا ہے۔

قرآنِ کریم پارہ ۲ رکوع ۱ میں فرمایا قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا (ترجمہ) "ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ہم ضرور پھیر دیں گے تمہیں اس قبلہ کی طرف جس کو تم

پسند کرتے ہو۔"

وہ ایسے محبوب ہیں کہ خود اللہ رب العالمین جل مجدہ ان کا رضا جو ہے جو اس نے رضاھا اور وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (اور بے شک قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے) سے واضح ہے پ۳۰ ع ۱۸۔ وہ ایسے اکمل و اجمل و اعلیٰ و اولیٰ ہیں کہ ان کی ایک ایک صفتِ کمال اور شان جلال کا تقاضا ہے کہ ان کے کسی اشارۂ ابرو کا بھی خلاف نہ کیا جائے چہ جائیکہ صریح احکام و ہدایات کو در خورِ اعتنا نہ سمجھا جائے، سچ فرمایا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ[1] (ترجمہ) "جس کے لئے اللہ نور نہ بنائے اس کے لئے کوئی نور نہیں۔"

دلیل ۹ تا ۱۲

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ[2] (ترجمہ) "یہ نبی زیادہ حقدار ہیں ایمانداروں کے ان کی جانوں سے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔"

جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایمانداروں کے سب سے زیادہ حقدار ہیں کہ حضور کے برابر کسی مخلوق کا کوئی حق نہیں نہ ماں کا، نہ باپ کا، نہ کسی امیر کا، نہ کسی شیر کا حتیٰ کہ اپنی جان کا بھی ان کے حکم کے مقابلہ میں قطعاً کوئی حق نہیں۔

---

[1] سورۃ النور آیت ۴۰

[2] سورۃ الاحزاب آیت ۶

دیکھو خودکشی شرعاً حرام ہے مگر وہ حکم فرمادیں تو حرام کیا اس وقت جان قربان کرنا فرض ہوجاتا ہے جس سے مومن درجۂ شہادت پالیتا ہے اور حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہوجاتا ہے اور وہ زندگانی حاصل ہوجاتی ہے جو فانی نہیں۔

ایمان والو! ایسے سب سے بڑے حکمران کے احکام اور فرمان جن کا نام حدیث ہے، کیا ان پر عمل کرنا ضروری نہیں؟ ہاں ہاں اللہ کی قسم اللہ تو ضروری قرار دیتا ہے اور قرآنِ کریم یہی فرماتا ہے اور عاشق جانباز کا تقاضائے دلی اور تمنائے لم یزلی ہی یہی ہے کہ ہمہ تن ہوش و گوش بن کر اسی محبوبِ مطلق اور حاکمِ برحق کے ہر حکم کی تعمیل کرتا رہے اور انہی کی شمع ہدایت کے گرداگرد پروانہ وار رقصاں رہے اور عشاق کی یہ دلی خواہش خود رب العالمین جل وعلا کے اس ارشادِ پاک کے موافق ہے کہ انہی کے اسوۂ حسنہ کو اپنایا جائے، ارشاد ہوتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا ۝

(ترجمہ) "اللہ کی قسم ضرور ہے واسطے تمہارے اللہ کے اس رسول (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) میں اسوۂ حسنہ (بہترین پیروی) واسطے اس شخص کے جو اللہ اور پچھلے دن (روزِ قیامت) کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہو۔" پارہ ۲۱ رکوع ۱۹

○ اور یہ دلیلِ دہم ہے۔

بہرحال ایمانداروں پر ان کا اتنا بڑا حق ہے کہ ان کے کسی فیصلہ یا فرمان کے خلاف کسی ایماندار کا کوئی اختیار نہیں رہتا جیسے خود اللہ تعالےٰ کے فیصلہ یا فرمان کے خلاف کوئی اختیار نہیں، خود اللہ رب العالمین ہی تو فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ [1]

(ترجمہ) "اور نہ کسی مومن مرد اور نہ کسی مومن عورت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور اللہ کا یہ رسول کچھ حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے اس رسول کا تو وہ بے شک صاف گمراہ ہو گیا۔"

○ یہ دلیل یازدہم ہے۔

ہاں ہاں صرف یہی نہیں کہ کچھ اختیار نہ رہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے اور شرطِ ایمان ہے کہ دل سے بخوشی مان لے اور کسی قسم کی تنگی دل میں بھی محسوس نہ کرے ورنہ ایمان ہی نہیں، قرآنِ کریم کا واضح حلفیہ ارشاد ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ [2]

(ترجمہ) "تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ ایماندار نہ ہوں گے جب تک کہ آپس کے ہر جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے تنگی نہ پائیں اور دل سے اچھی طرح

---

[1] سورۃ الاحزاب آیت ۳۶

[2] النساء آیت ۶۵

مان لیں۔"

○ یہ دلیلِ دوازدہم ہے۔

دلیل ۱۳ تا ۱۵

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْہِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیْکُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِیْعُوْہُ تَہْتَدُوْا وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝ لہ

(ترجمہ) "تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو اس رسول کا، پھر اگر تم منہ پھیرو تو اس رسول کے ذمہ وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا اور تم پر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا ہے اور اگر اس رسول کی فرمانبرداری کرو تو ہدایت پالو گے اور اس رسول کے ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا۔"

نوٹ: یہ حکم کہ اللہ تعالیٰ کے حبیبِ پاک کا حکم مانا جائے، قرآنِ کریم کی بہت ہی زیادہ آیتوں میں وارد ہوا ہے حتّٰی کہ صاف صاف فرما دیا کہ رسولوں کو بھیجا ہی اس لئے جاتا ہے کہ ان کا حکم مانا جائے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ پ۵ رکوع ۶

(ترجمہ) اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کا حکم مانا جائے اس کی اطاعت کی جائے تو حدیث کو غیر معتبر کہنا معاذ اللہ! معاذ اللہ! حکمتِ بعثتِ رسل (رسولوں کو بھیجنے کی حکمت) کا انکار ہے اور حضرت رب العالمین جل وعلا کی صریح بے فرمانی ہے۔

لہ ۵۱

○ یہ دلیل چہاردہم ہے۔

بے فرمانوں کو اس وقت پتہ چلے گا جب دوزخ کی سخت ترین آگ میں ان کے چہرے تلے جائینگے اور اس ذلت اور رسوائی کے عذاب میں بڑے پشیمان ہو کر حضور کی فرمانبرداری کی آرزوئیں کریں گے چنانچہ اللہ رب العالمین جل علالہ نے قرآنِ کریم میں اس سے خبردار کر دیا ہے تاکہ منکر آج سمجھ جائیں اور بے فرمانی سے باز آجائیں، فرمایا؛

یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔ پ ۲۲ رکوع ۵

(ترجمہ) "جس دن ان کے منہ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے کہتے ہوں گے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا"

○ اور اللہ ورسول کے حکم ماننے کا تقاضا ہے کہ قرآن کی طرح حدیثِ پاک کو بھی معتبر سمجھا جائے، یہ دلیل پانزدہم ہے۔

دلیل نمبر ۱۶، ۱۷

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۵ پ رکوع ۱۴

(ترجمہ) اور جو اس رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل فرمائیں گے اور بری

ہے جگہ پلٹنے کی دوزخ "

کون نہیں جانتا کہ حدیث کا اعتبار نہ کرنا اور اپنی رائے کے پیچھے چلنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خلاف کرنا ہے اور یونہی یہ بھی واضح کہ ہر زمانہ اور ہر ملک کے مسلمان حضور کی حدیثوں کا اعتبار کرتے ہیں اور ان پر عمل کرنا باعثِ نجات سمجھتے ہیں۔ حدیثوں کو غیر معتبر بتانے والے اشخاص کا فرض ہے کہ اس آیتِ پاک کو غور سے پڑھیں اور ایسے خطرناک انجام سے بچیں۔

دنیا مقامِ پردہ ہے، موت آتے ہی سب کچھ کھل جاتا ہے مگر اس وقت آدمی کچھ نہیں کرسکتا۔ اب غور کرنا چاہئے نیز وہ لوگ بھی غور کریں جو آئے دن اہلِ سنت و الجماعت پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور دوسرے امامانِ دین کی تقلید حرام اور شرک ہے اور کہا کرتے ہیں کہ عیدِ میلاد منانا شرک، گیارہویں منانا شرک، یارسول اللہ کہنا شرک، حضور کی خداداد صفات علمِ غیب اور اختیار و اقتدار ماننا شرک، یہ شرک وہ شرک، بات بات پر شرک کے فتوے لگاتے رہتے ہیں۔ یہ بھی غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ (ایمانداروں کی راہ سے جدا راہ) پر چل رہے ہیں روئے زمین کے مسلمان صدیوں سے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی چلے آرہے ہیں، عیدِ میلاد منانا اور گیارہویں کی خیرات فی سبیل اللہ سعادت سمجھتے ہیں اور حضور کی خداداد شانوں کا ماننا ان کے نزدیک تکمیلِ ایمان ہے اور سچی محبت کا تقاضا ہے جو جذباتی نہیں بلکہ مبنی بر حقیقت ہے۔

یہ امرِ واقع ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جاہ وجلال اور شان و شوکت لحظہ بہ لحظہ ترقی در ترقی ہی کررہے ہیں، قرآنِ کریم کی شہادت ہے وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی (پ۳۰ ع۱۸)" اور ضرور پچھلی آپ کے لئے پہلی سے بہتر ہے"

تو کیونکر تصور کیا جاسکتا ہے کہ حضور کی خداداد صفات یا حکومت میں فرق آجائے اور آپ کی اطاعت کسی مابعد زمانہ میں لازم نہ رہے، یہ ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا، ان کے سرِ انور پر ختمِ نبوت کا چمکتا ہوا تاج یہ بتا رہا ہے کہ قیامت کے دن تک انہی کا دور دورہ ہے اور انہی کا حکم جاری ہے، ان کا باغی اللہ رب العالمین کا باغی ہے لہٰذا یہ نہیں ہوسکتا کہ ان کے احکام، اقوال، ہدایات (جن کا نام حدیث ہے) اب یا آئندہ کسی زمانہ میں قابلِ اعتبار نہ رہیں تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ جس طرح حضور کے زمانہ میں حدیث قابلِ اعتبار تھی اسی طرح آج بھی قابلِ اعتبار ہے اور قیامت تک قابلِ اعتبار رہے گی۔

○ یہ سترھویں دلیل ہے۔

دلیل نمبر ۱۸ تا ۳۵

قرآن کریم پارہ ۲۴ رکوع ا میں ہے

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

(ترجمہ) "تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور سچ کو جھٹلائے۔ جب اس کے پاس آئے، کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں اور وہ جو سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی پرہیزگار ہیں۔"

سچ لے کر تشریف لانے والی شخصیت (جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے)

کا مصداق بلاشک وشبہہ محبوبِ خدا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور پہلی آیت بڑی وضاحت سے بتا رہی ہے کہ سچ کو جھٹلانے والے سب ظالموں سے زیادہ ظالم ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور دوسری آیت فرماتی ہے کہ سچ کے ماننے والے ہی پرہیزگار ہیں اور پرہیزگار جنتی ہیں تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ قرآنِ کریم کی طرح حدیثِ پاک کا ماننا بھی ضروری ہے کہ دونوں اسی محبوبِ حق کے لائے ہوئے ہیں اور سچ ہیں کہ وہ سچے نبی سچ ہی لائے ہیں۔ ان کی ایک ایک بات صداقت کے بلند ترین مینار کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی لاتعداد پیشینگوئیوں (جن کا ظہور لگاتار ہوتا آرہا ہے اور قیامت کے بعد ابدالآباد تک ہوتا چلا جائے گا) کا ایک ایک فرد صداقت کی زبردست دلیل ہے اور وہ اس کثرت سے ہیں کہ سب کا جمع کرنا ممکن نہیں لہٰذا ان میں سے صرف چند اور وہ بھی وہ جو حدیث کی مشہور کتابوں (بخاری ومسلم وغیرہ) کے زمانۂ تصنیف سے بلاشبہہ بعد میں ظاہر ہوئیں، ذکر کی جاتی ہیں۔

پیشینگوئی نمبر ا

صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۴، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۳ میں حضرتِ ابوہریرہ سے ہے:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَخْرُجَ نَارٌ مِّنْ اَرْضِ الْحِجَازِ تُضِیْٓئُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْرٰی۔

(ترجمہ) "بے شک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت سے پہلے سرزمین حجاز سے ایک ایسی آگ نکلے گی جو بصرے میں اونٹوں کی گردنیں روشن کرے گی۔"

اس حدیثِ پاک کے مطابق وہ زبردست آگ ۵ جمادے الاخرٰے

۶۵۴ھ جمعہ کے دن دوپہر سے پہلے حجازِ مقدس میں مدینہ منورہ کی شرقی جانب نصف روز کی مسافت پر زمین سے بادل کی طرح گرجتی ہوئی نکلی مسجدِ مدینہ کی مقدار پر پھر اس نے آگ کا وادی جاری ہوا جس کا طول (لمبائی) ۱۲ میل، عرض (چوڑائی) ۴ میل، عمق (گہرائی) آدمی کے ڈیڑھ قد کے برابر، بادل کی گرج اور دریا کے جوش میں رواں دواں تھی۔

یوں دکھائی دیتی تھی کہ ایک بہت بڑا شہر ہے جس کی شہر پناہ دیوار نے ــــــــــ ہر طرف سے احاطہ کیا ہوا ہے اور اس میں بڑے بڑے برج اور مینار ہیں اس آگ کے شرارے بڑے مکانوں کے برابر تھے، پتھروں اور پہاڑوں کو سکے کی طرح پگھلا رہی تھی اور جھاگ نکل رہی تھی، یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس سے سیاہ اور سرخ نہریں نکل رہی ہیں، پتھر پگھل کر سرخ ہو جاتے تھے اور یہ نہایت ہی تعجب خیز چیز ہے کہ وہ آگ ہماری دنیاوی آگ کے بالکل برعکس تھی کہ وہ پتھروں کو تو خوب جلا رہی تھی مگر درخت اور خشک و تر لکڑی اس سے محفوظ تھے۔

پہلے پہلے تو اہلِ مدینہ بہت ہی زیادہ پریشان ہوئے اور سخت ترین خوف و خطرہ کا احساس کرتے ہوئے، توبہ و استغفار میں مشغول ہو گئے اور مسجدِ پاک میں اہلِ اسلام کے حقیقی مامن اور سچی جائے پناہ روضۂ اقدس کے ارد گرد تمام امراء، رؤساء اور خواص و عوام حتّٰی کہ خواتین اور بچے بھی جمع ہو گئے اور شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں پناہ گزین اور فریادی و طالبِ شفاعت ہوئے تو حضرتِ رب العالمین نے اپنے حبیبِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے بطفیل اس آگ کا رخ جانبِ شمال پھیر دیا اور پیارے محبوب کے اعزاز و امتیاز کا جلوہ دکھایا۔ حرارت نہایت ہی سخت تھی اور باوجودیکہ مدینہ پاک کے حرم شریف کے نزدیک پہنچ گئی مگر معجزانہ طور پر مدینہ میں اس طرف سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آرہی تھی۔

ہاں مؤرخین نے یہ بھی فرمایا کہ اس کے نکلنے اور جلانے سے اتنا گرد و غبار ابھر اکہ آسمان پر موٹے بادل کی طرح چھا گیا اور آفتاب و ماہتاب کی ضیا پاشیاں بالکل مدہم پڑ گئیں اور گرہن جیسی حالت دور دور تک نمایاں ہو گئی حتیٰ کہ دمشق میں اس کے اثرات دیکھے گئے مگر اس آگ کی روشنی کا یہ عالم تھا کہ فضا جگمگا رہی تھی۔ مدینہ طیبہ کے لوگ رات کو آفتاب جیسی روشنی میں کام کیا کرتے تھے حتیٰ کہ خواتین اپنے مکانوں پر رات کو سوت کاتا کرتی تھیں۔

اس آگ کی روشنی مکہ مکرمہ سے بھی دیکھی گئی اور بصریٰ کے پہاڑ اس سے روشن ہو گئے اور بصرے میں اونٹوں کی گردنوں کو بھی حسب تصریح حدیث پاک اس آگ نے روشن کر دیا حالانکہ بصریٰ دمشق کے قریب اور مدینہ طیبہ سے کافی دور ہے اور "تیمار" (جو مدینہ طیبہ سے بصریٰ کے مانند بہت دور ہے) میں اس آگ کی روشنی سے رات کو کتابیں لکھی گئیں۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ وہ آگ پتھروں کو جلاتی ہوئی جب حرم مدینہ (مدینہ طیبہ اور اردگرد کی پھیلی ہوئی مخصوص اراضی کا مخصوص حصہ) کی حد پر آئی اور ایک بڑا پتھر (جس کا نصف حرم میں تھا اور نصف باہر) سامنے آیا تو آگ نے اس پتھر کے بیرونی حصہ کو حسب دستور جلا دیا مگر اندرونی حصہ بالکل محفوظ رہا اور آگ بجھ گئی۔ یہ بھی حضور کا ایک بڑا چمکتا ہوا معجزہ تھا۔

تواریخ بڑے وثوق سے بیان کرتی ہیں کہ اس آگ کے ظاہر ہونے سے پہلے مدینہ پاک میں کئی دنوں تک زلزلوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اول اول تو بڑے خفیف سے جھٹکے محسوس ہوئے مگر ۳ جمادی الاخریٰ منگل کے دن بڑے سخت زلزلے شروع ہو گئے اور بدھ کی رات تو ایسا سخت زلزلہ آیا کہ لوگ ڈر گئے اور دل دہل گئے، دیواریں ہلنے لگیں، زمین دھڑک رہی تھی اور بادل سے سخت گرجیں آ رہی تھیں، پھر

ایسے زلزلے جمعہ کے دن تک بار بار آتے رہے حتیٰ کہ ایک دن میں چودہ بلکہ کہتے ہیں کہ اٹھارہ مرتبہ زلزلہ آیا پھر جمعہ کے دن زمین پھٹی اور آگ نکلی۔ وہ خطرناک آگ اپنی اسی ہیبت ناک حالت پر (جو قبل ازیں ذرا تفصیل سے بیان ہوئی) ۲۷ رجب المرجب ۶۵۴ھ اتوار کے دن تک پورے باون روز قائم رہی پھر بجھ گئی مگر لکھتے ہیں کہ کئی دنوں کے بعد پھر ظاہر ہوئی۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ اس آگ کا یہ سلسلہ (یعنی کبھی بند ہو جانا اور کبھی نمودار ہو جانا) تین ماہ تک جاری رہا۔

جب اس آگ نے پہاڑوں اور پتھروں کو سکہ کی طرح پگھلا پگھلا کر بہایا تو وادیٔ شظاۃ کے درمیان ایک زبردست بند سدِ سکندری کی طرح کھڑا ہو گیا۔ اس بند سے یہ بہت ہی بڑا فائدہ ہوا کہ اس طرف سے اعرابی قذّاق اور مفسد جو آ کر ہمیشہ تنگ کیا کرتے تھے، ان کا راستہ بند ہو گیا اور اہلِ مدینہ ان کے شر سے محفوظ ہو گئے۔

یہ مضمون فتح الباری ج ۱۳ ص ۶۷، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۶۶، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۱۳ تا ۳۱۴، جذب القلوب ص ۴۷ تا ۵۰، مرآۃ الزمان (تاریخ یافعی) ج ۴ ص ۱۳۱ تا ۱۳۳ تاریخ الخلفاء ص ۳۲۰، وفاء الوفاء (تاریخ مدینہ منوّرہ) ج ۱ ص ۹۸ تا ۱۰۶ وغیرھا سے ماخوذ ہے۔

وفاء الوفاء (جو مدینہ منورہ کی نہایت ہی مستند تاریخ ہے) طبع مصر ج ۱ ص ۱۰۴ میں فرمایا:

وَكُلُّ مَنْ ذَكَرَ هٰذِهِ النَّارَ يَقُوْلُ فِيْ اٰخِرِ كَلَامِهٖ وَعَجَائِبُ هٰذِهِ النَّارِ وَعَظَمَتُهَا يَكِلُّ عَنْ وَصْفِهَا الْبَنَانُ وَالْاَقْلَامُ وَتَجِلُّ عَنْ اَنْ يُحِيْطَ بِشَرْحِهَا الْبَيَانُ وَالْكَلَامُ۔

(ترجمہ) "جس مؤرخ نے بھی اس آگ کا ذکر کیا۔ اس نے اپنا کلام اس کے

ختم کیا کہ اس آگ کے عجائبات اور اس کی عظمت کے بتانے سے پورے اور قلمیں تھک جاتے ہیں اور اس کی تشریح اس سے بلند ہے کہ بیان و کلام اسے احاطہ کرسکیں۔

اور یہ حدیث بخاری و مسلم کے علاوہ بھی بکثرت کتب حدیث میں موجود ہے۔

اس پیشینگوئی کا بکثرت زلزلوں، گرجوں، گونجوں وغیرہ زبردست خدائی اعلانات کے ساتھ یہ واضح ظہور مخالفین کی دہن دوزی کے لئے بڑا کافی ہے۔

بخاری و مسلم تیسری صدی کے وسط میں لکھی گئی ہیں اور یہ ظہور ساتویں صدی کے وسط میں ہوا۔ کیا اب بھی کسی کو یہ کہنے کی جرأت ہوسکتی ہے کہ حدیثیں عجمی ذہنیت کی پیداوار ہیں؟ والعیاذ باللہ! پھر اہلِ مدینہ اور خواص و عوام کا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہ اتفاق پناہ حاصل کرنا اور شفاعت طلب کرنا پھر اس پر کامیابی کا نمایاں طور پر مرتب ہوجانا صاف صاف بتا رہا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم باقاعدہ زندہ ہیں اور اپنی امت کی نصرت و امداد فرماتے ہیں نیز حدِّ حرم پر رُک جانا اور جس پتھر کو جلا رہی تھی، اس کے حرم والے حصے کو نہ جلانا پھر سخت ترین حرارت کے باوجود اہلِ مدینہ کی طرف ٹھنڈی ہوا کا جانا اور اسی طرح کے دوسرے معجزانہ کوائف واضح کررہے ہیں کہ حضرتِ رب العالمین جل وعلا اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جاہ وجلال اور جُود ونَوال کا کیسے زبردست اعلانات کے ساتھ اظہار فرمارہا ہے اور وہ اظہار بھی یوں نہیں کہ صرف وقتی طور پر ہو بلکہ پورے تین ماہ تک ہوتا رہا جس کے زبردست اثرات متعلقہ اراضی اور تواریخ کی کتابوں میں بڑی وضاحت سے ثابت ہیں

اس عظیم الشان آگ کے فوائد ونتائج کا تفصیلی بیان تقاضا کرتا ہے کہ اِس موضوع پر مستقل ضخیم کتاب لکھی جاتے مگر بطورِ تنبیہ اہلِ سعادت کے لئے یہی کافی۔

پیشینگوئی نمبر۲

صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۱۰، مسلم ج ۲ ص ۳۹۵ وغیرہ کتب حدیث میں حدیث پاک ہے کہ مسلمان قیامِ قیامت سے پہلے پہلے ترک قوم سے جہاد کریں گے اور پھر اس قوم کا حلیہ بھی بیان فرمایا۔ اِس حدیث کے راوی حضرتِ ابوہریرہ ہیں۔ یہ پیشینگوئی بھی ساتویں صدی ہجری میں پوری ہوئی۔ بعد ازاں ترک اِسلام کے حلقہ بگوش بن گئے اور یونہی کئی اور قوموں سے جہاد کی پیشینگوئیاں احادیثِ کثیرہ میں ہیں جن سے کافی پوری ہو چکی ہیں اور کئی پوری ہونے والی ہیں۔

پیشینگوئی نمبر۳

یہ پیشینگوئی اِس آیتِ پاک کے متعلق ہے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝[1]

(ترجمہ) اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ ان سے ان کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ جو اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں اور ان کے سوا کچھ اوروں کے دلوں میں جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ خرچ کرو گے

---

[1] الانفال آیت ۶۰

تمہیں پورا دیا جائے گا اور کسی طرح گھاٹے میں نہ رہو گے ۔"

قرآنِ کریم قیامت تک کے لئے ہادی و رہنما ہے، جتنے بھی اسلام کے دشمن قیامت تک ہونے والے ہیں سب کے دلوں میں اپنے اپنے زمانے میں اس قوت کے تیار رکھنے سے دھاک بٹھانا لازم ہے۔ اس 'قوت' کی تفسیر محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار خبردار کرتے ہوئے لفظِ 'رمی' کے ساتھ فرمائی چنانچہ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴۳ پر عقبہ ابن عامر کی روایت میں ہے اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ (ترجمہ) "خبردار یہ قوت (جس کا آیتِ پاک میں ذکر ہے) رمی ہی ہے، خبردار یہ قوت رمی ہی ہے، خبردار یہ قوت رمی ہی ہے۔"

رمی عربی لفظ ہے اس کا معنٰی ہے پھینکنا، اس وقت سے قیامت تک جو چیز بھی بطور اوزار جنگ میں استعمال کے قابل ہے اور پھینکی جاتی ہے۔ ان تمام چیزوں پر یہ لفظِ رمی حاوی اور شامل ہے۔ لغتِ عرب میں رمی تیر کے ساتھ ہی خاص نہیں قرآنِ کریم میں ہے مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى[1] حالانکہ حضور نے اس وقت تیر نہیں پھینکا تھا بلکہ مٹی اور سنگریزے پھینکے تھے تو روزِ روشن کی طرح روشن ہوا کہ رمی عام ہے ہر پھینکنے کو عربی میں رمی کہا جاتا ہے اور واقعی اس زمانے سے آج تک رمی اوزارِ جنگ میں نمایاں رہی ہے۔ اس وقت تو تیر، تلوار، نیزے عموماً استعمال ہوتے تھے تلوار کی حیثیت بھی بڑی نمایاں تھی حتّٰی کہ ہمارے پیارے رسولِ مقبول کا ایک نام صاحب السیف بھی ہے مگر جوں جوں زمانہ گزرتا گیا، رمی زیادہ اہمیت پکڑتی گئی اور آج تو ہے ہی رمی پر دار و مدار، نیزے یا تلوار کا استعمال تو ملکی جنگوں میں نام کو بھی نہیں رہا۔

---

[1] الانفال آیت ۱۷ (ترجمہ) اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

بہر حال رمی عام ہے، تیر کی رمی ہو یا نفط کی (ایک قسم کا تیل ہے جسے پھینک کر اوائلِ زمانہ میں آگ لگائی جاتی تھی) منجنیق سے پتھر پھینکے جائیں یا بندوق سے گولیاں، توپوں سے گولے برسائے جائیں یا برین گنوں سے حملہ کیا جائے سبھی رمی ہے دستی بم پھینکیں یا ہوائی جہاز سے عام بم ہو یا ایٹم بم، ہائیڈروجن یا اس سے بھی کوئی توانا تر بم سب پر رمی سچی ہے، میزائلوں سے رمی ہو یا تارپیڈو یا وبائی امراض کے جراثیم پھینکے جائیں یا کوئی اور پھینکنے کا اوزار ہو یا نیا ایجاد کیا جائے سب پر لفظِ رمی بلا تاویل سچا آرہا ہے۔

یہ ہے ہمارے پیارے محبوب کی ہمہ دانی اور جامع البیانی کہ ایک ہی لفظِ رمی میں وہ سب کچھ جمع فرما دیا جو ہر زمانے میں اس زمانے کے اہم اوزاروں پر سچا آرہا ہے۔
قربان جائیں اس پیارے کے سامنے زمین و زماں کی وسعتیں اور مکین و مکاں کی سمتیں سب سمٹی ہوئی ہیں، ماضی و حال و استقبال مختلف ممالکِ بحر و بر، عرش و فرش سب کے سب پیشِ نظر ہیں، اقوامِ عالم کیا، سب عالمین کے حاضر و ناظر ہیں کہ وہ تو ہیں ہی وہ جن کے متعلق ان کا رب، جو ربّ العالمین ہے، فرماتا ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ[1]

وہ وہی تو ہیں جن کو فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا[2]

ہاں ہاں اللہ کی قسم وہ وہی ہیں جن کی شان میں آیا:

لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرًا[3]

---

[1] الانبیاء، آیت ۱۰۷ ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

[2] الاحزاب آیت ۴۵ ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

[3] الفرقان آیت ۱ ترجمہ: جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔

ایسے سیدِ رسل، استادِ کل، ہادیٔ سبل کی کوئی بات بھی غلط نہیں ہو سکتی وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًا۔[1]

پیشینگوئی نمبر ۴ تا ۸

مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۳، ۱۷۴ میں امام بیہقی کی (متوفی ۴۵۸ھ) شعب الایمان (نام کتاب حدیث) سے بروایت حضرت سلمان فارسی صحابی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے پچھلے دن میں ہمیں وعظ کیا فرمایا اے لوگو ضرور تمہارے نزدیک آئے[1] ایک ایسا مہینہ جو عظمت[2] والا ہے، ایسا مہینہ جو برکت[3] والا ہے، ایسا مہینہ کہ اس میں ایک ایسی رات[4] (شب قدر) ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے، ایسا مہینہ کہ اللہ نے اس کے روزے کو فرض کیا اور اس کی رات کے قیام (تراویح) کو سنت کیا، جو شخص[5] اس مہینہ میں اللہ کی نزدیکی طلب کرے کسی خصلت کے ساتھ نیکی (نفلی عبادت مالی ہو یا بدنی) سے تو وہ (ثواب کے لحاظ سے) اس شخص کی طرح ہے جس نے کوئی فرض ادا کیا ہو کسی اور مہینے میں اور جس[6] نے اس مہینے میں کوئی فرض (نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ) ادا کیا تو وہ (از روئے ثواب کے) اس شخص کی طرح ہے جس نے کسی اور مہینہ میں ستر فرض ادا کئے ہوں اور وہ صبر[7] کا مہینہ ہے حالانکہ صبر کا ثواب جنت ہے اور وہ (فقیروں اور غریبوں کی) غمخواری[8] کا مہینہ ہے اور ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایماندار کا رزق[9] زیادہ کیا جاتا ہے، جو اس[10] میں روزہ دار کا روزہ افطار کرائے ہوتی ہے واسطے اس کے بخشش[11] اس کے گناہوں کی اور آزادی[12] آگ (دوزخ) سے اور اس افطار کرانے والے کو ویسا ہی ثواب[13] ملے گا جیسا کہ اس روزہ دار کو ملے گا بغیر[14] اس کے کہ اس کے ثواب میں کچھ کمی ہو۔ ہم (صحابہ) نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارا

---

[1] سورۃ النساء آیت ۷۹ (ترجمہ) اور اللہ کافی ہے گواہ۔

ہر شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے روزہ افطار کرائے تو رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے یہ ثواب[14] ہر اس شخص کو عطا فرماتا ہے جو کسی کا روزہ دودھ کی لسی کے ایک گھونٹ یا ایک کھجور یا پانی کے ایک گھونٹ پر افطار کرائے اور جو روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، پلائے گا[15] اسے اللہ میرے حوض سے ایسا پلانا کہ نہ پیا[16] سا ہوگا یہاں تک کہ داخل[17] ہوگا بہشت میں اور وہ ایسا مہینہ ہے کہ اول اس کا رحمت[18] ہے، درمیان اس کا بخشش[19] ہے اور آخر اس کا دوزخ سے آزادی[20] ہے اور جو اس مہینہ میں اپنے غلام سے (کام لینے سے) تخفیف کرے، اللہ اسے بخش[21] دے گا اور دوزخ[22] سے آزاد فرمادیگا۔

یہ جلیل القدر حدیث، یہ پیارا پیارا وعظ، یہ سنہری ہدایات ایک ایماندار کی نظر میں سرمایۂ حیات ہیں۔ بظاہر اس حدیثِ پاک میں بائیس پیشینگوئیاں ہیں جن سے بعض کا تعلق آخرت سے ہے اور بعض وہ ہیں جو عوام الناس کی ظاہری آنکھوں سے نہاں ہیں اور بعض ایسی ہیں جو سب خواص و عوام کے لئے آفتاب کی طرح واضح و عیاں ہیں۔ سچا ایماندار تو سب کو سچا مانتا ہے اور ظاہر بینوں کو دعوتِ غور دیتا ہے کہ جس جس چیز کا تعلق (اگرچہ بہت ہی کم ہو) ظاہر ہے تو وہ ایسی ظاہر ہے کہ اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

دیکھئے نمبرات ۱۔۲۔۶۔۷۔۸ اس مہینے کی عظمت آج بھی ظاہر و باہر ہے اس کی برکت بالکل واضح ہے، اس میں ایماندار کے نیک کام بہت بڑھ جاتے ہیں، ایماندار اس گئے گذرے زمانے میں بھی خوب صبر سے روزے نباہا کرتے ہیں، اہلِ ایمان کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس نیک ماہ میں یتیموں، مسکینوں، فقیروں کی غمخواری کریں ان کے لئے خوراک و پوشاک کا خیال کیا جاتا ہے اور اہلِ ثروت ایماندار دوسرے مہینوں کی بہ نسبت اس میں زیادہ خیرات کیا کرتے ہیں، سعادت مندان ازلی کے ظاہری

رزق اس ماہ میں یقیناً بڑھ جاتے ہیں، نسبتاً کھانا اچھا کھاتے ہیں، پینے کا انتظام بھی عمدہ ہو جاتا ہے اور خیرات وصدقات، تلاوتِ قرآنِ کریم اور دوسری عبادات بھی دوسرے مہینوں سے زیادہ کیا کرتے ہیں جو معنوی اور روحانی رزق ہیں اور رزق حقیقۃً ہے ہی وہی جو انسان کے اپنے کام اِس جہان میں آئے یا اگلے میں، ورنہ وہ مال جو دوسرے کے کام آئے وہ دوسرے کا رزق ہے چنانچہ حدیثِ پاک میں آیا کہ بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ بے شک وہ چیزیں جو اس کے مال سے اسکی ہیں تین ہیں، جو کھالیا تو فنا کر دیا، پہن لیا تو پرانا کر دیا یا دے دیا (اللہ کی راہ میں) تو ذخیرہ کیا اور جو ان تین چیزوں کے علاوہ ہے تو وہ جانے والا ہے اور اسے لوگوں کے لئے چھوڑنے والا ہے (مشکوٰۃ ص ۴۴۰)

بہرحال یہ پانچ پیشینگوئیاں وہ ہیں کہ ہر سال ہر ماہِ رمضان المبارک میں ہماری ظاہر بین آنکھوں کے سامنے آفتاب و ماہتاب کی طرح تاباں و عیاں ہوتی ہیں تو معلوم ہوا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور جو کچھ حضور نے فرمایا وہ سب سچ ہی سچ ہے کہ ہماری آنکھیں جس جس حدیث کے مضمون کو دیکھ سکتی ہیں وہ سب کے سب صحیح پا رہی ہیں تو ظاہر ہوا کہ وہ جو ہماری آنکھیں ان کے دیکھنے سے عاجز ہیں وہ بھی صحیح ہیں اور یؤمنون بالغیب کا بھی یہی تقاضا ہے کہ بے دیکھے مانا جائے حضرتِ رب العالمین جل وعلا ماننے والوں سے بنائے اور منکروں سے بچائے۔

پیشینگوئی نمبر ۹، ۱۰

ترمذی ج ۲ ص ۴۷ وغیرہ میں حضرتِ عمران بن حصین کی روایت میں اِذَا ظَهَرَتِ الْقِيَانُ وَالْمَعَازِفُ مذکور ہے جس سے بڑی وضاحت سے ثابت کہ

آخری زمانہ میں گانے والی عورتیں اور گانے کے مزامیر باجے وغیرہ ظاہر ہو جائینگے۔
امام ترمذی نے جو ان حدیثوں کے راوی ہیں ۲۷۹ھ میں وفات پائی حالانکہ
ان کا بھرپور ظہور اس چودھویں صدی میں ہو رہا ہے، گانا بجانا وبائی شکل اختیار کر گیا،

سینما بکثرت پھیل گئے ہیں اور ریکارڈ عام ہو گئے ہیں، ریڈیو کی بہتات ہے، ٹیلیویژن چالو ہیں
جن سے گانے والی عورتوں کا ظہور ہو رہا ہے اور مزامیر بھی ظاہر ہو رہے ہیں، چلتی ٹرینوں، موٹروں
لاریوں بلکہ سائیکلوں، تانگوں کی سواریاں ریڈیو سنتی جا رہی ہیں، عام راہگیر بھی سنتے جا رہے ہیں
ریڈیو اور ٹیلیویژن کی بے پردگی پر تو کوئی پردہ ہے ہی نہیں۔

بہرحال گانے والیوں کا ظہور اور مزامیر کا ظہور حسب تصریح حدیث سامنے
آچکا ہے، یہ دونوں پیشینگوئیاں صحیح طور پر سچی ہو چکی ہیں، اب اس پر مرتب ہونیوالے
بڑے خطرناک نتائج سے بے فکر رہنا دانا کا کام نہیں۔

پوری حدیث پاک سنئے:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ خَسْفٌ وَّمَسْخٌ وَّ
قَذْفٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَتٰی ذٰلِکَ قَالَ اِذَا ظَھَرَتِ
الْقِیَانُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ۔

(ترجمہ) "بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت میں خسف (زمین میں دھنسا دینا)
اور مسخ (صورت کا بگاڑ دینا) اور قذف (قوت سے پھینکنا) ہوگا، تو ایک مسلمان نے عرض کی یا رسول اللہ
یہ کب ہوگا؟ فرمایا جب گانے والی عورتیں اور مزامیر (گانے کے اوزار) ظاہر ہو جائیں گے اور شرابیں پی جائینگی"
اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں جن میں اور بھی بہت سی چیزوں کا اضافہ ہے۔ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ
خسف و مسخ و قذف ہونگے جب گانے والی عورتیں اور مزامیر ظاہر ہو جائینگے اور شرابیں پی جائینگی اور رنگ برنگی شرابیں اور

نشہ آور چیزیں تو مدت سے پی جارہی ہیں مگر اب کافی ترقی پر ہیں گانے والی عورتوں اور مزامیر کا ظہور بھی زوروں پر ہے تو اب ان چیزوں پر مرتب ہونے والے عذاب خسف و مسخ و قذف کا سخت ترین خطرہ ہے۔

خسف کا معنٰی ہے زمین میں دھنس جانا یا دھنسا دینا جو زلزلوں کے سبب زمین کے پھٹ جانے سے واقع ہوسکتا ہے جیسا کہ بعض ملکوں میں سنا گیا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انسان یونہی زمین میں دبا دیا جائے قارون کی طرح، ظاہر معنٰی یہی ہیں۔

مسخ کا لغوی معنٰی ہے اچھی صورت بگاڑ کر بری بنا دینا جو آجکل کے کافی نوجوانوں پر سچا آرہا ہے کہ مردانہ شکل جو مرد کے لئے اچھی ہے، بگاڑ کر زنانہ شکل اختیار کر رہے ہیں اور یونہی وہ عورتیں جو مردانہ شکل بنا رہی ہیں اور جنس کی تبدیلی بھی کافی وقوع پذیر ہوچکی ہے جو لغوی مسخ کی حامل ہے البتہ کنز العمال کی حدیثِ مرفوع سے ثابت کہ آخری زمانہ میں ایک ایسی قوم جو کلمہ گو تو ہوگی مگر گانے کے باجے وغیرہ اور گانے والی عورتوں کے اختیار کرنے اور شرابوں کے پینے کے باعث بندر اور خنزیر بنادی جائے گی اور یہی شکل ظاہر ہے۔

قذف کا لغوی معنٰی ہے زور سے پھینکنا (نہایہ، مجمع البحار) اور چونکہ یہ قذف بطورِ سزا گناہ پر مرتب ہونا ہے تو معلوم ہوا کہ کوئی ایسا پھینکنا ہوگا جو باعثِ ہلاکت و رسوائی بنے خواہ آسمان سے پتھر برسائے جائیں یا بمباری کی جائے، آگ برسائی جائے یا کوئی اور خطرناک چیز زور سے پھینک کر ہلاک کیا جائے، بہر حال قذف رمی کی طرح عام ہے اور پتھر پھینکنے کے ساتھ خاص نہیں، قرآنِ کریم میں ہے یُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ کہ شیطانوں پر آسمان کی ہر سمت سے شہبِ ناریہ پھینکے جاتے ہیں۔

سے جز ۷، ص ۱۹۰

ہاں تو رمی کی طرح یہ قذف بھی بہت پایا جارہا ہے۔ ابھی زمانہ قریب مصر میں خوب بم باری ہو چکی ہے اور کئی دوسرے ملکوں میں بھی آتش باری ہو رہی ہے، آتش فشاں اسلحہ کا استعمال تو عام ہی ہے، تو واضح ہوا کہ یہ پیشینگوئی کہ ایسا ہوا تو قذف ہوگا، بھی صاف طور پہ ظاہر ہو چکی ہے تو اسے گیارہواں نمبر دیا جائے اور دوسری دو سزاؤں کا ظہور بھی عنقریب ہی پایا جانے والا ہے۔

پیشینگوئی نمبر ۱۲

کنز العمال ج ۷ ص ۱۷۸ میں مستدرک حاکم (متوفی ۴۰۵ھ) اور مسند امام احمد (متوفی ۲۴۱ھ) سے علامات قیامت کی حدیث میں ہے وظھور القلم (اور قلم کا ظاہر ہونا) اور مسند امام احمد سے عمرو بن تغلب کی حدیث میں ہے و یکثر القلم (اور زیادہ ہو جائیگے قلم) آج یہ دونوں چیزیں یعنی قلم کا ظہور اور کثرت اپنے عروج پر ہے۔ رنگ برنگے مختلف اقسام کے قلم انبار در انبار ظاہر ہو چکے ہیں اور کئی عوام الناس جو لکھنے سے بھی عاری ہیں، جیبوں میں قلم رکھتے ہیں اور بکثرت ایسے حضرات بھی ہیں جو کئی کئی قلمیں اپنے پاس رکھا کرتے ہیں، اور قلم کا ظہور یوں بھی بکثرت ہے کہ کاتب ایک کاپی لکھ دیتا ہے جو پریس میں چھپ کر ایک سے ہزارہا بن جاتی ہے اور کثرت سے ظاہر ہو جاتی ہے بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس پیشینگوئی کا تعلق مختلف اقسام کے مطابع سے بھی ہے کہ مطابع قلم کا کام باحسن وجوہ انجام دے رہے ہیں اور کثرت سے ظہور پذیر ہیں جو مفاد و نتائج کے لحاظ سے قلم ہی ہیں۔

پیشینگوئی نمبر ۱۳

کنز العمال ج ۷ ص ۱۸۳ میں بروایت حضرت حذیفہ حدیث مرفوع ہے لا تقوم

السَّاعَةُ حَتّٰى تُنَاكِرَ الْقُلُوْبُ وَ يَخْتَلِفَ الْاَقَاوِيْلُ وَتَخْتَلِفَ الْاِخْوَانُ مِنَ الْاَبِ وَالْاُمِّ فِي الدِّيْنِ ۔ (ترجمہ) نہیں قائم ہوگی قیامت حتیٰ کہ دل آپس میں غیر مانوس ہو جائیں گے اور اقوال مختلف ہو جائیں گے اور ایک ماں باپ سے بھائی دین میں الگ الگ ہو جائیں گے۔

آج یہ پیشینگوئی حقیقت بن کر سامنے آگئی ہے کہ ایک ملک کے باشندے بلکہ ایک شہر کے، صرف ایک شہر ہی نہیں بلکہ ایک ایک محلہ اور ایک ایک گاؤں اور ایک ایک خاندان کے لوگ بلکہ ایک ہی گھر کے ایک دوسرے سے مانوس نہیں، دلی یکجہتی اور اتحاد نہیں رہا ان کے اقوال میں بھی یکرنگی نہیں اور مقالات کا اختلاف بھی ظاہر ہو گیا حتیٰ کہ حقیقی بھائی بھی الگ الگ دینوں کے پیروکار بن چکے ہیں۔

مشکوٰۃ ص ۴۶۴ و ۴۶۵ میں بحوالہ ابوداؤد و ترمذی (جو تیسری صدی میں لکھی گئی ہیں) حضرتِ ثوبان رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِيْ اُمَّتِيْ لَمْ يُرْفَعْ عَنْهُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (ترجمہ) جب میری امت میں تلوار رکھی گئی (خانہ جنگی شروع ہو گئی) تو اس سے قیامت تک اٹھائی نہیں جائے گی یعنی قیامت تک امت میں خانہ جنگیاں ہوتی رہیں گی چنانچہ زمین و زماں، سورج اور چاند گواہ ہیں کہ جب سبائی اور بلوائی شرارتیوں نے حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے وقت میں خانہ جنگی کی بنیاد رکھی تو اس وقت سے لے کر آج تک ہزاروں خانہ جنگیاں

ہو چکی ہیں۔ اسی سابقہ ہندوستان کی سرزمین پر کافی خانہ جنگیاں[1] ہوئیں۔ یہی خانہ جنگیاں ہی ہیں جن کے باعث اسلامی فتوحات کا تیز دھارا اپھر گیا، یہی خودکشی ہے جس کے باعث بنوامیہ کا ستارا ڈوب گیا اور بعد ازاں بنی عباس کا آفتاب غروب ہو گیا، یہی حرب وضرب ہیں جن سے فرنگی پرچم ہندوستان پر لہرایا۔ یہی آویزشیں ہیں جن سے یہودی ریاست کی بنیاد رکھی گئی۔ یہی بھوت افغانستان کی حکمران ٹولی کے سر پر سوار ہے کہ پاکستان کی ترقیوں سے پریشان ہیں، اسی پریشان دماغی کا اثر ہے کہ آج سے تقریباً ہزار سال پہلے کی یادگار سومنات کا وہ تاریخی دروازہ جو سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ ہندوستان سے بطور نشان لائے تھے ان نئے بہادروں نے وہی دروازہ بطور تحفہ دوبارہ ہندوستان پہنچا کر سومنات میں بحال کرا دیا ہے، اللہ اسلام دشمنی سے پناہ دے۔

پیشینگوئی نمبر ۱۵، ۱۶

اسی حدیث مندرجہ بالا میں یہ بھی ہے وَاِنَّہٗ سَیَکُوْنُ کَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیُّ اللّٰہِ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (ترجمہ) اور بے شک قریب ہے کہ ہوں گے تیس بڑے جھوٹے، ان کا ہر ایک کہے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے پیچھے کوئی نبی نہیں۔

---

[1] اور اب اسی خانہ جنگی سے پاکستان کا نصف کٹ گیا اور باقی ماندہ بھی خطرات میں گھرا ہوا ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ

اسی مضمون کی حدیثیں بخاری ومسلم وغیرہما کتبِ حدیث میں بکثرت ہیں۔ یہ دونوں پیشینگوئیاں (کہ امت میں نبوت کے جھوٹے مدعی ہوں گے اور حضور کے پیچھے کوئی نبی نہیں) آج تک برابر ظاہر ہو رہی ہیں، کتنے ہی جھوٹے نبوت کا دعوٰے کر چکے ہیں حتّٰی کہ سابقہ پنجاب میں بھی ایسے دعوے کیے گئے اور یہ حقیقت بھی آفتاب و ماہتاب سے زیادہ چمک رہی ہے کہ واقعی حضور کے پیچھے کوئی نبی نہیں، ہاں اس حدیث پاک سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ خاتم النبیین کا یہی معنٰے ہے کہ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ (میرے پیچھے کوئی نبی نہیں) اس حدیثِ پاک میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ تیس سے زائد نہیں ہوں گے تو لامحالہ زائد کی نفی ہرگز ہرگز نہیں، پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ کاذبون ثلثون نہیں فرمایا جس کے معنے ہیں جھوٹے تیس بلکہ فرمایا کذابون ثلثون جس کا معنٰے ہے بڑے بڑے جھوٹے تیس اور بخاری مسلم وغیرہ کی روایت میں دجالون کا اضافہ بھی ہے کہ وہ بڑے بڑے جھوٹے، بڑے فریبی، ملمع ساز ہوں گے۔ دجال وکذاب مبالغہ کے صیغے ہیں، یہ ان جھوٹوں پر صادق ہیں جو بڑے جھوٹے اور بڑے فریبی ملمع ساز ہوں اور ہر ایک مدعیٔ نبوت پر صادق نہیں کہ کئی بیچارے تو صرف ایک دو مرتبہ ہی یہ جھوٹا دعوٰے کر سکے اور زیادہ دیر تک زیادہ جھوٹ نہ بک سکے اور یونہی کئی بالکل کم عقل تھے یا ہوشیار نہیں تھے تو فریب نہ دے سکے یا کسی ایک آدھ کو فریب دے دیا مگر کسی جماعتِ کثیرہ کو فریب نہ دے سکے تو وہ دجّال کیسے بنے؟

بہرحال یہ مخفی نہیں کہ کذاب و دجّال وہ ہیں جن کے جھوٹ اور فریب کا جال بڑا وسیع ہو جو طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے اپنے مشن کی پوری پوری سرگرمی سے تبلیغ کریں اور بڑے بڑے چست وچالاک مدعیانِ علم وعقل کو بھی اپنے دامِ تزویر میں پھنسالیں، والعیاذ باللہ!

حضور نے اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ اور لَانَبِیَّ بَعْدِیْ فرما کر ایسے فریبوں کے پردے تار تار کر دیئے ہیں سبحان اللہ! قربان جائیں کیسی بہترین وضاحت ہے۔ النبیین کا استغراقی

لام اور نبی "نکرہ بعد لائے نفی ہر قسم کے نئے نبی کی نفی کر رہے ہیں عام ازیں کہ زمانہ قریب میں ہو یا بعید میں، عرب میں ہو یا عجم میں، مدعی دجال وکذاب ہو یا کاذب و داجل، غرضیکہ اس قسم کی کثیر التعداد حدیثوں نے قرآن کریم کی طرح کسی بھی نئے نبی کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی تو جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے جھوٹا ہے، مولا تعالیٰ جھوٹوں سے بچائے۔

پیشنگوئی نمبر ۱

اسی فتنۂ انکار حدیث کی نشاندہی ہے جو اس صدی میں ہمارے سامنے ظاہر ہو گئی ہے۔
ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۶ میں حضرت معدیکرب سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلَا اِنِّی اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَ مِثْلَہٗ مَعَہٗ اَلَا یُوْشِکُ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِھٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْہِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْہُ وَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْہِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْہُ اَلَا لَا یَحِلُّ لَکُمُ الْحِمَارُ الْاَھْلِیُّ وَلَا کُلُّ ذِیْ نَابٍ۔

(ترجمہ) خبردار ہو تحقیق دیا گیا ہوں میں قرآن اور اس کے ساتھ اس کی مانند، خبردار رہو عنقریب ایک مرد پیٹ بھرا اپنے اریکہ (تخت، کرسی، کوچ وغیرہ جو بڑا آراستہ اور عمدہ ہو) پر کہے گا کہ قرآن کو لازم پکڑو تو جو کچھ اس میں حلال پاؤ اس کو حلال جانو اور جو حرام پاؤ حرام جانو (یعنی حدیث کی ضرورت نہیں) خبردار تمہارے لئے حلال نہیں اہلی گدھا اور حلال نہیں ہر نیش والا درندہ جانور۔

حضور نے اَلَا اَلَا بار بار فرما کر تین مرتبہ متنبہ فرمایا، حدیث کی اہمیت بیان فرمائی کہ وہ قرآن کے ہم مثل ہے اور وہ چیزیں بہت ہیں جن کا حرام ہونا بظاہر قرآن سے نہیں ملتا حالانکہ وہ حرام ہیں جیسے اہلی گدھا اور درندے جانور وغیرہ اور یہ بھی فرما دیا کہ ایک شخص پیٹ بھرا فارغ البال بے پرواہ

اپنے کوچ یا قیمتی کرسی پر بیٹھا علماء سے بے نیاز ہو کر کہے گا کہ لوگو قرآن پر عمل کرو، اس کے اس کہنے کا مقصد یہ ہوگا کہ حدیث پر عمل نہ کرو حالانکہ حدیث بھی مثلِ قرآن ہے اور گدھا وغیرہ بہت چیزیں ایسی ہیں جن کی حرمت بظاہر قرآنِ کریم سے نہیں ملتی۔

اس مضمون کی حدیثیں حدیث کی مستند کتابوں میں بکثرت ہیں جن کی تدوین کئی صدیاں قبل کی ہے۔ بہرکیف یہ پیشینگوئی بھی پوری ہوئی اور دنیا نے دیکھا کہ ایسا کہنے والا نمودار ہوا اور اس نے باقاعدہ تحریک چلائی کہ حدیث قابلِ اعتبار نہیں، اس پر عمل کی ضرورت نہیں، اب ہمارا فرض ہے کہ ہم حضور کے خبردار کرنے سے خبردار بنیں اور کسی ایسی آواز پہ ہرگز ہرگز کان نہ دھریں جو ہمیں حضور کی ہدایت سے دور کرے اور گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈالے۔

چند پیشینگوئیوں کی بجائے پوری سترہ لکھی گئی ہیں کہ لکھتے وقت دامنِ دل کشاں کشاں آگے ہی نکلتا گیا اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بھی ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے۔ تعجب ہے کہ ایسے سچے رسول برحق کی حدیثِ پاک کے متعلق شکوک و شبہات پھیلائے جاتے ہیں جن کی کوئی بات غلط ہو ہی نہیں سکتی چونکہ ایک ایک پیشینگوئی کا ظہور بھی مستقل دلیل ہے لہٰذا یہ سترہ دلیلیں ہیں اور آیات سے اٹھارہ دلیلیں پہلے لکھی جا چکی ہیں تو وہ کل دلیلیں جو حدیث الحبیب کے نمبرات میں ذکر ہو چکیں ۳۵ بنیں۔

دلیل نمبر ۳۶

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (پارہ ۲۶، رکوع ۱۳)

(ترجمہ) اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے

ڈرو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھیں تو حدیثِ پاک کے ہوتے ہوئے ہمیں یہ گنجائش قطعاً نہ رہی کہ حدیث کا اعتبار نہ کریں اور اپنی مرضی یا کسی اور کی مرضی پر چلیں ورنہ یہ وہی آگے بڑھنا بن جاتے گا جس سے ہمیں قرآنِ کریم میں منع کیا گیا ہے اور ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس لَاتُقَدِّمُوْا کا دوسرا معنٰی ہے آگے نہ کرو کیونکہ تقدیم جو اس کی مصدر ہے اس کے دو معنے ہیں لازم آگے ہونا اور متعدی آگے کرنا۔ اس صورت میں مدعا صاف ثابت ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کے آگے کسی چیز (انسان، جن، فرشتہ، قول، فعل وغیرہ) کو نہیں کر سکتے تو فیصلہ ہو گیا کہ حدیثِ پاک کے ہوتے ہوئے کسی کے قول یا رائے پر عمل نہیں ہو سکتا ورنہ وہی تقدیم (آگے کرنا) لازم آئے گی جس سے منع کیا گیا ہے۔

دلیل نمبر ۳۷

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (پ ۲۶ رکوع ۱۳)

(ترجمہ) اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔"

جب اس پیارے نبی کی یہ شان ہے کہ ان کی آواز پر کوئی اپنی آواز بلند

نہیں کرسکتا اور اگر ایسا کرے تو بے خبری سے کافر بن جانے کا خطرہ ہے کہ عمل کفر سے اکارت ہوتے ہیں تو ایسے بڑی شان والے نبی کی حدیث (بات) پر کوئی اپنی بات کس طرح بلند کرسکتا ہے حالانکہ آواز بات کی کیف اور صفت ہی ہے۔ جب صفت پر بلندی نہیں ہوسکتی تو موصوف پر بلندی کیسے؟ یہ بات بالکل واضح ہے جسے کم عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کے حبیب کے سامنے کوئی اونچا نہیں بول سکتا ورنہ اندیشہ کفر ہے تو ایسے بڑی شان والے کا کلام کتنا بڑا ہوگا، بڑوں کا کلام بھی بڑا اور معتبر ہوتا ہے تو وہ جو ساری خدائی سے بڑے ہیں ان کا کلام ساری خدائی کے کلاموں سے بڑا ہوگا اور سب سے زیادہ قابلِ اعتبار ہوگا تو ثابت ہوا کہ حدیث قابلِ اعتبار ہے اور تمام مخلوق کے کلاموں سے زیادہ قابلِ اعتبار ہے۔

دلیل نمبر ۳۸

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ (پ۹ ع۱۷)

(ترجمہ) "اے ایمان والو! حکم مانو اللہ اور اس کے رسول کا جب یہ رسول تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے"۔

حکم دینا اور بلانا کلام سے ہوتا ہے تو واضح ہوا کہ جس طرح اللہ تعالےٰ کا کلام ماننا ضروری ہے اسی طرح محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بھی جو کہ حدیث ہے، ماننا ضروری ہے۔

دلیل نمبر ۳۹

اللہ رب العالمین نے ایماندار جنوں (جو تازہ اسلام لائے اور اپنی قوم کو نصیحت

کہنے لگے) کا قول اتنا پسند کیا کہ قرآن کریم میں ذکر فرمایا :

اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ وَاٰمِنُوْا بِہٖ یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وَیُجِرْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰہِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَلَیْسَ لَہٗ مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءُ ؕ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (پ۲۶ع۴)

(ترجمہ) "اے ہماری قوم اللہ کے منادی (محمد مصطفےٰ) کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ کہ وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے اور جو اللہ کے منادی کی بات نہ مانے وہ زمین میں قابو سے نکل کر جانے والا نہیں اور اللہ کے سامنے اس کا کوئی مددگار نہیں، وہ کھلی گمراہی میں ہے۔"

سورج سے بھی زیادہ چمکتی ہوئی بات ہے کہ حدیث پاک اللہ تعالےٰ کے منادی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی بات ہے اور قرآنِ کریم بتاتا ہے کہ ان کی بات ماننے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور سخت عذاب سے بچاؤ ہوتا ہے اور جو ان کی بات نہ مانے وہ خدائی حکومت کا ایسا باغی ہے جو کبھی بچ نہیں سکتا اور اس کا کوئی مددگار نہیں اور وہ کھلا گمراہ ہے تو ثابت ہوا کہ حدیث کا ماننا ضروری ہے اور نہ ماننا بغاوت ہے، گمراہی ہے اور گمراہی بھی وہ جو بالکل ظاہر، یہ ہمارے جن بھائیوں کا ایمان و اعتقاد ہے جسے اللہ نے پسند فرمایا اور قرآنِ کریم میں ہماری ہدایت کے لئے ذکر فرمایا تاکہ ہم بھی یہی اعتقاد رکھیں۔

دلیل نمبر۴۱

وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی ۝

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۔

(پ۲۷ ع ۵)

(ترجمہ) "اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے"

دیکھئے اللہ رب العالمین جل وعلا حلفیہ فرماتا ہے کہ حضور کی کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں بلکہ وحی ہی ہے تو روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حدیثِ پاک بڑی قابلِ اعتبار ہے اور یہی مدعا ہے۔

دلیل نمبر ۱۴

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ (پ۲۶ ع ۱)

(ترجمہ) "تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو وہ جو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کا کونسا ذرہ بنایا یا آسمان میں ان کا کوئی حصہ ہے، میرے پاس لاؤ اس سے پہلی کوئی کتاب یا کوئی منقول کسی نبی کے علم سے اگر سچے ہو"

یعنی اے کافرو! اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ خداوند تعالٰی کے شریک ہیں تو کوئی عقلی یا نقلی دلیل لاؤ۔ عقلی یہ کہ انہوں نے زمین کا کوئی حصہ بنایا ہو یا آسمانوں میں حصہ دار ہوں اور نقلی یہ کہ اللہ تعالٰی کی پہلی کتابوں سے کسی کتاب کا حوالہ دیں یا انبیائے

سابقین میں کسی نبی کا ایسا قول یا فعل پیش کریں جو کتاب اللہ کے علاوہ ہو تو اس سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ جیسے اللہ رب العالمین کی کتب ابیں دلیل ہیں ایسے ہی اللہ رب العالمین کے سب پیغمبروں کے قول و فعل دلیلِ حق ہیں تب ہی تو یہ مطالبہ فرمایا گیا کہ سچے ہو تو اپنے صدق پر یا یہ دلیل (یعنی نبی کا قول جو اسکی کتاب کے علاوہ ہو اور صحیح طور پر ثابت ہو کہ نبی کا قول ہے) بھی پیش کرو تو صاف صاف معلوم ہوا کہ ہر نبی کا قول و فعل کتاب اللہ کی طرح شرعی دلیل ہے جو بنیادی مسئلہ توحید میں بھی قابلِ قبول ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ انبیائے سابقین کے قول و فعل قابلِ قبول ہیں تو ہمارے نبی پاک جو سید الانبیاء ہیں، ان کے قول و فعل کیونکر قابلِ قبول نہ ہوں گے اور قول و فعل کا نام حدیث ہے تو ثابت ہوا کہ حدیث دلیلِ حق ہے۔

دلیل نمبر ۴۲

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ (پ ۱۰ رکوع ۱۰)

"لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے"

تو اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ جس چیز کو رسول اللہ حرام کریں اس کو حرام نہ ماننا کفر ہے اور کافروں کی صفت ہے اور ایسے لوگوں سے جہاد کرنے کا حکم ہے حالانکہ رسول اللہ کا حرام کرنا ان کے اپنے قول سے ہے جس کا نام حدیث ہے

جس طرح کہ دوسری آیت میں رسول اللہ کی صفت حلال کرنا بھی ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (پ۹ع۹)

(ترجمہ) وہ جو غلامی کریں گے اس رسول غیب کی خبریں دینے والے اُمّی کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں وہ رسول انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا۔"

یہ ارشاد اللہ رب العالمین نے موسےٰ علیہ السلام کو فرمایا تھا اور یہ یعنی حلال کرنا اور حرام کرنا حضور محبوبِ پاک کی ایسی صفت ہے جو موسےٰ علیہ السلام کو بھی بتائی گئی حالانکہ حضور کا حلال کرنا اور حرام کرنا اپنے قول سے ہی ہے جس کا نام حدیث ہے، تو ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ حضور کے کلام اور ارشادات (حدیث) کا ماننا اللہ رب العالمین کی رحمت کا سبب ہے اور نہ ماننا سزا کا باعث ہے تو ثابت ہوا کہ حدیث شریف قابلِ اعتبار اور معتبر ہے۔

دلیل نمبر ۴۳ تا ۴۵

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (پ۱ع۱)

(ترجمہ) وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں ہدایت ہے ایسے ڈر والوں کے لئے جو بے دیکھے مانتے ہیں۔"

جیسے اللہ رب العالمین کو دنیا میں کسی نے نہیں دیکھا اور یونہی جبریلِ امین اور دوسرے فرشتے عوام الناس کی نظر سے پوشیدہ ہیں، وحی اترتی ہوئی نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں، بہشت دوزخ وغیرہا صدہا چیزیں ہیں جو ہماری دنیاوی نظر سے غائب ہیں، محبوب پیارے صلے اللہ علیہ وسلم کے بتلانے سے ہی ہم نے یہ سب چیزیں مانی ہیں تو قرآن کریم کا قرآن ماننا بھی اللہ رب العالمین کے محبوب کے بتلانے سے ہے۔ ہم میں سے کسی نے اللہ رب العلمین کا کلام براہِ راست نہیں سنا اور نہ ہی جبریلِ امین کو دیکھا اور جب قرآنِ کریم کا ماننا ہی حدیثِ پاک سے ثابت ہوا تو یہ کہنا کہ قرآن مانو اور حدیث نہ مانو، بالکل باطل ہوگیا کیونکہ حدیث نہ مانی جائے تو قرآنِ کریم کا ماننا ثابت ہی نہیں ہوسکتا اور یہ فتنہ یعنی حدیث کا انکار ایسا مرض ہے جو یہودیوں کی عادتِ بد ہے، قرآنِ کریم میں ہے:

وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (پ۱ع۶)

(ترجمہ) اور جب تم نے (اے بنی اسرائیل) کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تم پر ایمان نہ لائیں گے جب تک علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں تو تمہیں کڑک نے پکڑ لیا حالانکہ تم دیکھ رہے تھے۔"

ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کی بات یعنی ان کی حدیث نہ مانی تو ان پر اللہ رب العالمین کا عذاب نازل ہوا تو جو محمدِ مصطفٰے کی حدیث نہ مانے وہ کیسے عذاب سے بچ سکتا ہے؟ سچ فرمایا محبوب پیارے صلی اللہ علیہ وسلم نے:

لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَّ ذِرَاعًا

سے بخاری ج۲ ص ۱۰۸۸ و ج۱ ص ۴۹۱ مسلم ج۲ ص ۳۳۹

بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ۔

"یعنی اے امتِ محمدؐ! تم میں سے کئی شخص پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلیں گے بالشت ساتھ بالشت کے اور گز ساتھ گز کے حتّٰی کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے تو تم بھی ان کی پیروی کرو گے، ہم نے عرض کی یا رسول اللہ یہود اور نصاریٰ؟ تو فرمایا پس کون؟"

یہ ایسی پیشینگوئی ہے جو واقعات سے حرف بحرف ثابت ہو چکی ہے تو یہ آیت اور یہ حدیث دو مستقل چہل و چہارم اور چہل و پنجم دلیلیں ہیں۔ پھر اس آیتِ پاک سے صاف صاف ثابت ہو رہا ہے کہ حدیث کا انکار کتاب اللہ کا انکار ہے چنانچہ یہودیوں نے يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (یعنی اے موسیٰ! ہم تمہارے کہنے سے نہیں مانیں گے حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ کو علانیہ نہ دیکھ لیں۔) اس وقت کہا تھا جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا کلام سنا دیا تھا مگر پھر بھی نہ مانے تو یہ حدیث کے انکار کا نتیجہ ہے کہ جو حدیث کو نہ مانے وہ اللہ کا کلام براہِ راست سن کر بھی نہیں مانتا چہ جائیکہ صرف روایات سے ملے جیسے ہیں قرآن کریم راویوں کے ذریعے ملا ہے جبکہ بنی اسرائیل نے اللہ کا کلام سن کر بھی انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا تو منشا ہی یہی ہے کہ مجھے اور میری کتابوں کو اور احکامات وغیرہ کو میرے رسولوں سے سنکر مانا جائے جس کا بیان اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ[1] وغیرہا آیات میں ہے۔

دلیل نمبر ۴۶

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ

---

[1] البقرہ: آیت ۳۔

فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (پ۲۸ ع۴)

(ترجمہ) اور جو کچھ تمہیں رسول اللہ عطا فرمائیں وہ لو اور جس چیز سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔"

رسول اللہ کے ارشادات جن کا نام حدیث ہے وہ سب اِس میں داخل ہیں جس جس چیز کا حکم فرمائیں اس کا کرنا لازم ہے اور جن جن چیزوں سے منع فرمائیں ان سے بچنا ضروری ہے۔

دلیل نمبر ۴۷

جو حقیقۃً ایک نہیں بلکہ کثیر التعداد دلیلیں ہیں وہ یہ کہ اللہ رب العالمین نے قرآن کریم میں محبوب پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے اقوال کے فرمانے کا حکم دیا جن کا ماننا منکرین حدیث کے نزدیک بھی لازم ہے حالانکہ جب حضور پر نور سیّدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے اِن قولوں کو فرماتے ہیں تو وہ حضور کے اپنے قول ہوتے ہیں اور حضور کا ہر قول حدیث ہے تو ثابت ہوا کہ حدیثوں کا ماننا نہایت ہی ضروری ہے چنانچہ پارہ ۹ رکوع ۸ میں ہے:

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

(ترجمہ) تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی ہے۔"

اِس آیتِ پاک میں اللہ رب العالمین نے محبوبِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ فرمائیں:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

تو یہ کلماتِ مبارکہ اس آیت میں اللہ رب العالمین کے کلمات ہیں جن کے فرمانے کا حکم دیا گیا ہے مگر جب حضور پاک اس حکم کی بجاآوری میں امّت سے یہ کلمات فرماتے ہیں تو پھر یہ کلمات حضور کے اپنے ہوتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے کلمات نہیں اور یہ حقیقت ان کا لفظی ترجمہ ہی بتا رہا ہے کیونکہ اللہ رب العالمین کا یہ شان نہیں کہ فرمائے بیشک میں اللہ کا رسول ہوں جیسے کہ قرآنِ کریم میں دوسرے انبیاء کرام کے مقولوں کا بھی ذکر فرمایا ہے تو مقولے حکایت کے لحاظ سے اللہ رب العالمین کے کلمات ہیں مگر اصل میں انبیاء کرام کے مقولے ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام سے ذکر فرمایا کہ آپ نے فرمایا مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ[1] (ترجمہ) کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں۔"

یہ عیسےٰ علیہ السلام کے کلمات ہیں، قرآنِ کریم نے صاف صاف بتایا کہ یہ عیسےٰ علیہ السلام کے کلمات ہیں اور جب اللہ رب العالمین نے بطورِ حکایت نقل فرمائے تو کلمات اللہ بن گئے۔

بہر حال یہ حقیقت چمکتے سورج سے بھی زیادہ واضح ہے کہ ایسے مقامات میں ایسے کلمات کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں تو "قُل" کے ماتحت وہ کلمات جن کے فرمانے کا حضور کو حکم دیا گیا جب حضور اس پر عمل کرتے ہوئے وہ کلمات ادا فرمائیں تو اس صورت میں وہ کلمات حضور کے ہی ہو گئے جن کو حدیث کہا جاتا ہے حالانکہ ان کا ماننا بالاتفاق ضروری ہے جو انکار کرے دائرۂ اسلام سے خارج ہے تو نہایت وضاحت سے ثابت ہوا کہ حدیث شریف مقبول اور معتبر ہے ورنہ ان کلمات کا اعتبار نہ ہوتا کہ یہ حدیث ہی تو ہیں پھر اس قسم کے کلمات جن کے ادا کرنے کا اللہ رب العالمین نے قرآنِ کریم میں حضور کو حکم دیا ہے وہ بہت ہی زیادہ ہیں، وہ تین سو کے قریب

[1] سورۃ الصف آیت ۱۴

ہیں تو یہ ایک دلیل تقریباً دو سو ستانوے دلیلیں بنیں گی۔

میرے بھولے بھالے پیارے بھائیو ذرا غور سے کام لیں تو روز روشن کی طرح یہ دلیل ذہن نشین ہو جائے گی اور سب شکوک وشبہات دور ہو جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دلیل نمبر ۴۸

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (پ ۲۹ ع ۶)

(ترجمہ) تو مجھے قسم ہے ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی جنہیں تم نہیں دیکھتے، بیشک یہ قرآن ایک معزز رسول کا قول ہے۔"

اس آیت پاک میں اللہ رب العالمین نے قرآن کریم کو قولِ رسولِ کریم فرمایا حالانکہ ہے قول اللہ، تو اللہ رب العالمین نے اپنے قول کو قولِ رسول فرمایا جیسے کہ قرآن کریم میں رسول اللہ کی رمی کو اپنی رمی فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (پ ۹ ع ۱۶)

(ترجمہ) اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔"

بہر حال یہ کمال اختصاص اور اعلیٰ درجہ کا اعزاز ہے کہ اللہ رب العالمین نے محبوب پاک کے کام کو اپنا کام فرمایا اور اپنے کلام کو محبوب پیارے کا کلام فرمایا قولِ رسولِ کریم فرمایا اور تلاوتِ رسولِ کریم یا قراءتِ رسولِ کریم نہ فرمایا حالانکہ قرآن کریم کی تلاوت اور قراءۃ بھی حضور فرماتے ہیں قرآن کریم نے ہی فرمایا:

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ (پ ۲۱ ع ۱)

(ترجمہ) "پڑھو اے محبوب! جو تمہاری طرف وحی کی گئی"۔

اور فرمایا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ (پ ۳۰ ع ۲۱)

(ترجمہ) "پڑھو اے محبوب اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا فرمایا"۔

اور یونہی حضور کی تلاوت اور قراءۃ کا کافی آیتوں میں ذکر ہے مگر آیتِ مندرجہ بالا میں قولِ رسولِ کریم فرمایا اور تلاوت یا قراءت نہیں فرمایا۔ یہ قرآنِ کریم کا معجزہ ہے کہ اس نئے فتنے انکارِ حدیث کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کا رد کر دیا کہ اللہ رب العالمین کے نزدیک اس کے محبوب کا قول ایسا محبوب اور مقبول ہے کہ وہ اپنے قول کا نام بھی قولِ رسول رکھتا ہے، اور پھر اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی بڑی قسم کے ساتھ تاکیداً بیان فرمایا کہ مجھے ہر اس چیز کی قسم ہے جسے تم دیکھتے ہو اور جسے تم نہیں دیکھتے ہو تو اس میں سب کچھ آ گیا کیونکہ چیزیں دو ہی قسم کی ہیں، ایک وہ جو نظر آتی ہیں اور ایک وہ جو نظر نہیں آتیں، دنیا کی ہوں یا آخرت کی بلکہ اللہ رب العالمین کی پاک ذات اور تمام صفات بھی اس میں داخل ہیں کہ وہ بھی ہماری نظروں سے بالا ہیں۔

بہر حال اپنی ذات و صفات اور تمام مخلوقات کی قسم اٹھا کر اپنے کلام اور قول کو رسول اللہ کا کلام اور قول فرمایا۔ نظرِ حال میں اتنی بڑی اور عظیم الشان قسم غالباً قرآنِ کریم میں یہی ہے تو معلوم ہوا کہ قولِ رسول یعنی حدیثِ پاک مقبول اور معتبر ہے ورنہ اللہ رب العالمین اپنے قول کا نام قولِ رسولِ کریم نہ رکھتا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ و بارک وسلم۔ اللہ رب العالمین چشمِ بینا عطا فرمائے اور اس پیارے محبوب، جو خالق و مخلوق کے محبوبِ اعظم ہیں، ان کے ماننے کی توفیق عطا فرمائے اور کفر و جہالت کی تاریکیوں سے بچائے آمین۔

نوٹ: حدیث تین قسم ہے قولی، فعلی، تقریری۔

قولی حضور کے کلام کا نام ہے۔

فعلی وہ ہے جس میں حضور کے کام کا ذکر ہو اور

تقریری یہ کہ کسی کے کلام یا کام پر مطلع ہو کر سکوت فرمائیں اور حقیقۃً یہ بھی فعلی حدیث ہے کہ سکوت بھی فعل ہے۔

والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ محمد رحمۃ للعلمین وعلی الہ واصحبہ اجمعین۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۳ رجب المرجب ۱۳۹۲ھ / ۱۳ اگست ۱۹۷۲ء

الاستفتاء

از حضرت مولانا ابو الفتح غلام محمود، عید گاہ جہلم

ضلع گجرات میں دیوبندیوں کے ساتھ مناظرہ ہو رہا ہے اور مسئلہ زیرِ بحث حضورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا پیشاب مبارک پیئے جانے کا ثبوت ہے، مخالفین اس روایت کی سند پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ بوجہ ابو مالک عبدالملک بن حسین نخعی کے ضعیف ہے جس کے بارے حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں قال البخاری لیس بشیئ وقال ابن معین متروک۔ اس کا جواب میری سمجھ میں تو یہ آیا ہے کہ دارقطنی نے اس حدیث کو حسن صحیح تسلیم کیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کے اسناد متعدد ہیں چنانچہ اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں لکھا ہے ولہ طریق اخر اور دارقطنی ہی کا علل میں اس کے بارے میں یہ کہنا کہ مضطرب ہے، بھی حسن صحیح کے پیشِ نظر بلحاظ تعددِ اسناد مضر نہیں ہے۔

اب مجھ سے مناظرہ تقریراً اور اس مسئلہ میں تالیف کے لئے کہا گیا ہے، کتاب الشفاء للقاضی عیاض المالکی اور اس کی شرح لملا علی حنفی قاری اور شرح المواہب للعلامہ عبدالباقی الزرقانی اور اشعۃ اللمعات جلد اوّل ورابع اور مدارج شریف وغیرہا زیرِ نظر ہیں۔

حضور سے گذارش ہے کہ حدیث کے مخارج اور اسنادِ متعددہ سننِ بیہقی اور کنز العمال سے (کیونکہ ہر جلد یہاں موجود نہیں) اور سوال مذکور کا اور کوئی معقول جواب جو اضطراب فی روایۃ الحدیث والے سوال کو بھی رفع کرے، نظر شریف میں آئے تو وہ بھی اور اگر فی الوقت یہ نہ ہو سکے تو فوری طور پر از راہِ کرم دارقطنی میں جس محل پر یہ روایت لکھی ہے وہ موقع محل

ہی فوراً لکھ بھیجئے۔

امید کہ تکلیف گوارہ فرمائیں گے۔

دعاجو: ابوالفتح غلام محمود، کان اللہ لہٗ از عیدگاہ جہلم ۱۹ ارجون ۱۹۷۱ء

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: مزاج گرامی!

مدت کے بعد یادآوری کا شکریہ، کیا عرض کروں ارسال والپسی مدینہ منورہ کے بعد صحت مخدوش سی ہے، اب تو لکھنے کے بھی پورا قابل نہیں مگر معاملہ کی اہمیت کے پیشِ نظر چند کلمات غیر مرتب حاضر ہیں، امید ہے کہ مفید ہوں گے۔

شرح خفاجی علی الشفاء ج ۱ ص ۳۴۰ میں ہے قال النووی رحمہ اللہ تعالٰی حدیث شرب البول صحیح حسن وذٰلک کاف فی الاحتجاج اذ لم ینکر علیھا ولا امرھا بغسل فمھا ولا نھاھا عن العود لمثلہ وقال القاضی حسین الاصح القول بطھارۃ الجمیع واختارہ کثیر من المتاخرین۔ پھر ص ۳۴۱ میں ہے ثم وقع فی فقہ الشافعیۃ ایضا ان حکم جمیع فضلات الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام کذٰلک طاھرۃ لحدیث عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ پھر ج ۱ ص ۳۵۱ میں ہے قال ابن دحیۃ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھما قصتان لامرأتین و برکۃ ام یوسف غیر برکۃ ام ایمن۔ جب قصے ہی دو ہوں اور ہر ایک کے لئے کئی طریق ہو سکتے ہیں تو تصحیح علماء و مشائخ کا کیوں نہ اعتبار کیا جائے؟

سنن بیہقی ج ۷ص ۶۷ میں ہے اخبرنا ابو نصر عمر بن عبد العزیز ابن عمر بن قتادۃ حدثنا ابو الحسن محمد بن احمد بن حامد العطار حدثنا احمد بن الحسن بن عبد الجبار حدثنا یحیی بن معین عن حجاج عن ابن جریج قال اخبرتنی حکیمۃ بنت امیمۃ عن امیمۃ امھا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبول فی قدح الحدیث۔

اس سند میں ابو مالک نخعی نہیں۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے جامع صغیر ج ۲ص ۳۰۵ میں اس حدیث شرب البول مبارک کے آخر میں علامت تصحیح صح لکھی ہے اور اس کی شرح فیض القدیر للمناوی ج ۵ص ۱۷۷ میں ہے تمامہ کما عند الطبرانی بسند قال الھیثمی رجالہ رجال الصحیح۔ مجمع الزوائد للہیثمی ج ۸ص ۲۷۱ میں اس حدیث امیمہ کے متعلق لکھتے ہیں رواہ الطبرانی و رجالہ رجال الصحیح غیر عبد اللہ بن احمد بن حنبل وحکیمۃ وکلاھما ثقۃ۔ بعد ازاں دوسری حدیث ام ایمن لکھنے کے بعد فرمایا رواہ الطبرانی و فیہ ابو مالک النخعی و ھو ضعیف۔ مستدرک حاکم ج ۴ص ۶۳ میں اس ابو مالک کی سند سے یہ حدیث ہے جس کو ذہبی نے بھی برقرار رکھا ہے۔

عینی علی البخاری ج ۱ص ۸۲۹ میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھا ہے وھو یقول بطھارۃ بولہ و سائر فضلاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ فتح الباری علی البخاری ج ۱ص ۲۱۸ میں ہے وقد تکاثرت الادلۃ علی طھارۃ فضلاتہ وعد الائمۃ ذلک فی خصائصہ صلی

اللہ علیہ وسلم۔ شامی ج ۱ ص ۲۹۳ باب الانجاس میں ہے و صحح بعض ائمۃ الشافعیۃ طہارۃ بولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسائر فضلاتہ وبہ قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخ

کنز العمال اور دار قطنی میں یہ حدیث عاجلانہ نظر سے نہیں مل سکی واللہ الحافظ الناصر خیر الفاتحین۔

حضرت! میری صحت کے لئے ہر روز دعائیں فرمائیں تو بڑا کرم ہوگا، میں آپ سب حضرات کا خادم ہوں کسی بڑے عہدے جمعیت کا قطعاً اہل نہیں کہ کچھ بھی نہیں ہوں۔ والسلام

دعا گو و دعا جو:

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۳-۶-۷۱

رئیس المحدثین قدوۃ الاعلام حضرت الحاج مولانا محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: اللہ کریم حضرتِ والا کو صحتِ کاملہ سے نوازے۔ آمین

مولوی وحید الزمان غیر مقلد نے اپنی کتاب ہدیۃ المہدی کے ص ۸۹ پر رؤیۃ باری کی فصل میں لکھا ہے وقد رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صورۃ شاب

امرد ل۔ وفرۃ۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ "ذکر رؤیۃ فی صورۃ شاب امرد" حدیث شریف کی کس کتاب میں ہے، حوالہ مطلوب ہے حضرت کی وسعتِ نظر میں یہ روایۃ ہوگی، کرم فرمائیں۔

غلام مہر علی، مسجد نور، منڈی چشتیاں شریف ضلع بہاولنگر

محقق ابنِ محقق فاضلِ نوجوان حضرت مولانا غلام مہر علی صاحب مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد از دعواتِ عافیتِ دارین آنکہ مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا مگر چونکہ میں کچھ معمر ہو چکا ہوں لہٰذا ضرورت ہے کہ مجھے کوئی صاحب کتابیں نکال دے اور پھر جو لکھنا ہے وہ بھی لکھے بدیں وجہ کچھ دیر ہو گئی۔ بہرحال حدیث کے یہ الفاظ سارے تو نہیں البتہ کچھ مل گئے ہیں، مشکوٰۃ شریف کے باب المساجد کے فصل ثانی اور ثالث میں فی احسن صورۃ کے کلمات ہیں اور ترمذی شریف سورت صاد کی تفسیر میں اور مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۳۶۸ اور جلد ۵ ص ۳۷۸ میں بھی ہے مگر وہ کلمات نہیں ہیں، البتہ فیض القدیر شرح جامع صغیر ج ۴ ص ۶ میں ہے وجاء فی بعض الروایات المطعون فیہا رأیت ربی فی صورۃ شاب مگر یہ روایت مطعون بتائی اور کہیں اور نشان نہیں ملا، اگر کہیں مل جائے تو اطلاع دیں البتہ مجمع الزوائد و منبع الفوائد جلد سابع میں علامہ ہیثمی علیہ الرحمہ نے ایک حدیث ذکر کی ہے جو بالکل اس کے موافق ہے جس کا آپ نے ذکر کیا ہے

ج ۷ ص ۱۷۹ رأیت ربی فی المنام فی صورة شاب موفر فی خضر علیہ نعلان من ذھب علی وجھہ فراش من ذھب قال الحدیث رواہ الطبرانی وقال ابن حبان انہ حدیث منکر لان عمارة بن عامر بن حزم الانصاری لم یسمع من ام الطفیل ذکرہ فی ترجمة عمارة۔

نوٹ : یہ عید سے پہلے لکھا تھا مگر کاغذات میں پڑا رہا اور آج روانہ کر رہے ہیں۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۳-۸-۸۱

فتاویٰ نوریہ

جلد ششم

فہرست مسائل فتاوٰی نوریّہ

جلد ششم

فتاویٰ

https://ataunnabi.blogspot.com/

باب ماتبطل بہ الصلوٰۃ وما لا تبطل

ایک عربی فتویٰ

فتاویٰ

فتاوی

فتاویٰ نوریہ

فتاوٰی

فتاویٰ رضویہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ

فتاویٰ رضویہ

فتاوٰی رضویہ

فتاوٰی نوریہ

مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ
وَّلٰكِنْ يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ (المائدہ : ۶)

"اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے بلکہ وہ تو تمہیں صاف ستھرا کرنا چاہتا ہے"

كِتَابُ الطَّهَارَة

وضو میں پاؤں دھونا لازم ہے

درج ذیل فتوے کا سوال قلمی نسخہ میں درج نہیں ہے (مرتب)

ازروئے قرآنِ کریم اور حدیث شریف اور فقہ پاک وضو میں پاؤں کا دھونا لازم ہے قرآنِ کریم میں آیتِ وضو میں ہے وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اور اَرْجُلِكُمْ میں دو متواتر قراتیں ہیں لام کی زبر اور لام کی زیر، دونوں صورتوں میں معنیٰ ایک ہے، زبر کی صورت میں تو ظاہر ہے کہ وُجُوْهَكُمْ پر عطف ہے اور زیر کی صورت میں اس کا عطف وُجُوْهَكُمْ

پڑھی ہے مگر عطف رؤوسکم کے پڑوس کی وجہ سے زیر آئی جسے جرِ جوار کہا جاتا ہے جو قرآنِ کریم اور اشعار و محاوراتِ عرب سے ثابت ہے کہ قرآنِ کریم کا کوئی ایک حکم کسی دوسرے حکم کے مخالف نہیں ہوسکتا اور ایک اس کا معنیٰ مسح کا بھی آتا ہے مگر اس کی صورت یہ ہے کہ پاؤں میں موزے ہوں تو موزوں پر مسح ہے۔ پاؤں کی دو ہی صورتیں ہیں یا ننگا ہوتا ہے یا موزوں میں ہوتا ہے، ننگا ہو تو دھونا اور موزوں میں ہو تو مسح قرآنِ کریم کے یہ معنیٰ مفسرینِ کرام نے بڑی وضاحت سے تحریر فرمائے ہیں چنانچہ تفسیر جلالین اور اس کی شرح صاوی ج۱ ص ۲۳۵ اور جمل علی الجلالین ج۱ ص ۴۶۷ اور تفسیر خازن ج۲ ص ۱۶ اور تفسیر معالم التنزیل ج۲ ص ۱۶، تفسیر روح المعانی ج۶ ص ۷۵، تفسیر روح البیان ج۲ ص ۳۵۱، تفسیراتِ احمدیہ ص ۲۲۸ و ص ۲۲۹ اور تفسیر کشاف ج۱ ص ۴۰۶، تفسیر ارشاد العقل السلیم مع الکبیر ج۳ ص ۹۰ تفسیر بیضاوی ج۱ ص ۲۱۷، تفسیر کبیر ج۱۱ ص ۱۶۳، شہاب علی البیضاوی ج۳ ص ۲۲۰ و ۲۲۱، تفسیر قرطبی ج۶ ص ۹۶ تفسیر فتح القدیر ج۲ ص ۱۷، تفسیر فتح البیان ج۲ ص ۴۵۶، تفسیر ابنِ جریر طبری ج۶ ص ۸۱، تفسیر ابنِ کثیر ج۲ ص ۲۵ تفسیر السراج المنیر ج۱ ص ۳۵۹، تفسیر البحر المحیط ج۳ ص ۴۳۷، تفسیر حسینی ج۱ ص ۱۵۱، تفسیر احکام القرآن جصاص ج۲ ص ۴۲۲ و ۴۲۵، منیۃ المصلی ص ۵، قدوری ص ۸، شرح الوقایہ ج۱ ص ۵۵، ہدایہ ج۱ ص ۱۶، فتح القدیر ج۱ ص ۸، تنویر الابصار، در المختار، رد المحتار للشامی ج۱ ص ۹۱، طحطاوی علی الدر ج۱ ص ۶۳ تبیین الحقائق ج۱ ص ۳، بحر الرائق ج۱ ص ۱۴، الجوہرۃ النیرہ ج۱ ص ۴، کنز الدقائق ص ۴، مبسوط ج۱ ص ۸، فتاویٰ عالمگیری ج۱ ص ۵، فتاویٰ سراجیہ ص ۲، نور الایضاح، مراقی الفلاح، طحطاوی علی المراقی ص ۳۶، ملتقی الابحر، مجمع الانہر، در المنتقی ج۱ ص ۱۰، فقہ حنبلی المغنی ج۱ ص ۱۲۰ تا ۱۲۵، الشرح الکبیر ج۱ ص ۱۴۲، الاقناع و کشاف القناع ج۱ ص ۱۰۱ اور احادیثِ شریفہ بھی بکثرت ہیں جن میں دونوں پاؤں دھونے کا بیان ہے۔

صحیح بخاری ج۱ ص ۲۸، صحیح مسلم ج۱ ص ۱۲۴ و ۱۲۵، سننِ نسائی ج۱ ص ۱۳۱، سننِ ابوداؤد

ج ۱ ص ۱۶، سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۲، سنن دارمی ج ۱ ص ۹۵، سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵۵ تا ۱۵۶۔ اس کے علاوہ حدیث کی کافی کتابوں میں تین تین مرتبہ پاؤں دھونے کا ثبوت ہے بلکہ حضرتِ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بھی ثابت ہے کہ دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھو کر فرمایا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو یوں ہے۔

سنن ابوداؤد ص ۱۶ میں ہے ثم غسل رجلیہ الی الکعبین ثم قال انما احببت ان اریکم طهور رسول الله صلی الله علیہ وسلم اور یونہی ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵۵ میں ہے اور سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۲ میں ہے اور جو ارجلکم زیر کی صورت میں شبہ کیا گیا ہے وہ غلط ہے کیونکہ یہ زیر صرف پڑوس کی وجہ سے ہے اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ مسح کا معنٰی بھی لغتِ عرب میں دھونے کا ہے چنانچہ لغتِ عرب کی مستند کتاب لسان العرب ج ۲ ص ۵۹۳، تاج العروس ص ۲۲۴، کتاب الافعال ج ۳ ص ۱۸۴، مجمع البحار ج ۳ ص ۲۹۶، نہایہ ج ۴ ص ۹۹ میں ہے۔

بہرحال یہ چیز قطعی ہے کہ پاؤں کا دھونا وضو میں ضروری قطعی ہے جبکہ پاؤں ننگے ہوں اور موزوں کی صورت میں مسح ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ مارچ ۷۹ء

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ (التوبہ: ۱۸)

"اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔"

احب البلاد الی اللہ مساجدھا

مسجدیں اللہ کے ہاں زمین کے سب حصوں سے بہتر ہیں

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ مسجد کی چھت کو بطور ایک گھر کے صحن کے استعمال کرنا اور بیوی بچوں سمیت مسجد کی چھت پر رات کو سونا نیز حیض و نفاس والی عورت مسجد کی چھت پر جا سکتی ہے یا نہیں آیا جائز یا حرام؟ فقط والسلام

سائل: سیکرٹری جامع مسجد مائیوالی، ساہیوال

محمد بخش ۸۔۸۔۷۴

مسجد خاص اللہ تعالےٰ کے لئے ہے، قرآنِ کریم کا ارشاد ہے ان المسٰجد للہ اور اس کے پاک رکھنے اور پاک کرنے کا حکم ہے، قرآنِ کریم فرماتا ہے طھرا بیتی تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۶۸ میں ہے لان تطھیرہ (ای المسجد) من النجاسات واجب لقولہ تعالٰی ان طھرا بیتی الآیۃ العبرۃ لعموم الالفاظ لا لخصوص السبب قاعدہ مسلمہ ہے اور پھر حدیث شریف ہے انی لا احل المسجد لحائض ولا جنب[1] کہ میں حائض اور جنبی کے لئے مسجد حلال نہیں کرتا اور فرمایا جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم (رواہ ابن ماجہ ص ۵۵) یعنی اپنے بچوں اور دیوانوں کو مسجدوں سے دور رکھو اور حکم دیا کہ ان تطھر وتطیب کہ مسجدوں کو پاک رکھا جائے اور خوشبودار (رواہ ابن ماجہ ص ۵۵) اور فتاوٰی عالمگیر ج ۱ ص ۲۰، جوہرہ نیرہ ج ۱ ص ۴۳ میں ہے سطح المسجد لہ حکم المسجد کہ مسجد کی چھت مسجد کے حکم میں ہے۔ تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۶۸، شامی ج ۱ ص ۶۱۴ میں ہے ولا یحل للجنب والحائض والنفساء الوقوف علیہ کہ جنبی اور حائض ونفساء کو مسجد پر کھڑا ہونا حلال نہیں۔

---

[1] ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰۔

الحاصل قرآنِ کریم اور حدیثِ پاک اور فقہ حنفی سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ امورِ بالا حلال اور جائز نہیں بلکہ حرام ہیں۔ بالآخر مسلمانوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالےٰ کے گھر کو ایسی چیزوں سے بچائیں۔

واللہ تعالےٰ اعلم وصلی اللہ علیٰ حبیبہ الاعظم محمد خاتم النبیین وعلیٰ آلہٖ واصحٰبہٖ اجمعین وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۹ رجب المرجب ۱۳۹۴ھ ۹-۸-۷۴

الاستفتاء

بخدمت جناب قبلہ وکعبہ الحاج فقیہِ اعظم پاکستان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ علیٰ من لدیکم۔

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسائل کہ:

۱۔ جو رقم مسجد کے لئے اکٹھی کی جاتی ہے یا لوگ خود بخود دے جاتے ہیں یا غلہ مسجد میں جمع ہو اس میں سے مسجد کے امام یا خطیب یا خادم کو تنخواہ دے سکتے ہیں یا نہیں جبکہ مسجد کی تعمیرات مکمل ہو چکی ہوں۔

۲۔ مسجد میں کچھ جگہ ایسی ہے جو عرصہ دراز سے نماز کے لئے استعمال نہیں کی گئی اس میں

پھلواڑی وغیرہ یا جوتیاں رکھی جاتی تھیں مگر عرصہ تیس چالیس سال کے بعد پختہ فرش لگا دیا گیا اور تھوڑی سی جگہ (جیسے کہ نقشہ میں دی گئی ہے) خالی چھوڑ دی گئی جس پر صرف اینٹیں لگادی گئیں۔ نئی فرش شدہ زمین پر عرصہ ڈیڑھ[ف] سال تک کوئی جماعت وغیرہ نہیں ہوئی۔ اب اس زمین پر جوتیاں لا سکتے ہیں یا نہیں؟

ف ڈیڑھ سال سے پہلے اور بعد بھی کوئی جماعت نہیں ہوئی ڈیڑھ سال تو فرش لگے کو ہوا ہے۔

محراب
مسجد کا اندرونی حصہ
باب آخر باب وسط باب اول
برآمدہ
باب آخر باب وسط باب اول
مسجد کا صحن اول اور اب بھی اور قیامت تک رہے گا
دکان
وضو کی جگہ
پہلے یہاں پھلواڑی تھی اب اسے مسجد میں داخل کرلیا گیا اور چند مرتبہ جماعت بھی ہوئی ہے۔
غسل خانہ
غسل خانہ
طہارت خانہ
طہارت خانہ
یہاں نالا ہے
دروازہ
سڑک
بڑا دروازہ مسجد
فرش ہو چکا ہے یہاں جماعت کبھی نہیں ہوئی ہے
کنواں
اینٹوں والی جگہ
دروازہ
حجرہ
حجرہ
دروازہ
یہاں جوتے لا سکتے ہیں یا نہیں

۳۔ (الف) یہ کہ داڑھی کترانے والا یا حد شرع شریف سے کم کروانے والا جو مستقل امام نہیں ہے امام کی غیر موجودگی میں جب تمام نمازی متفق ہوں یا صرف ایک دو آدمی ہی مخالف ہوں تو ایسی صورت میں داڑھی کترانے والا شخص نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں جبکہ جماعت کی فضیلت بھی زیادہ ہے، پڑھنے والوں کی داڑھیاں بھی ایک دو کے سوا حد شرع شریف سے کم ہیں۔

(ب) یہ کہ حافظِ قرآن ہو مگر داڑھی کتراتا ہو تو ایسی صورت میں وہ پڑھا سکتا ہے یا کہ نہیں ؟

۴۔ مسجد کے صحن میں یا جہاں مستقل نماز باجماعت ہوتی ہو، جنازہ رکھ کر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟

نوٹ : حضور آپ مہربانی فرما کر ہمیں جلدی جواب عنایت فرمائیں اور مہر بھی ثبت فرمائیں نیز مولوی محمد نور النسبی شمس آپ حضور کی خدمتِ عالیہ میں نہایت ہی ادب سے سلام عرض کرتا ہے۔

السائل

خاکپائے اہلسنت وجماعت سید محمد بشیر احمد شاہ خادم جامع مسجد غوثیہ

محمد شفیع نمبردار دیگر اہالیان چک $\frac{9}{9\text{-R}}$ شاہ مدار ضلع ساہیوال ۷۶-۶-۹

۱۔ مسجد کے لئے جو رقم جمع کی جاتی ہے وہ تعمیرات و دیگر ضروریات مسجد کے لئے ہی ہوتی ہے اور جبکہ امام و خادم بھی مسجد کے لئے نہایت ضروری ہیں تو ان کی تنخواہیں بھی اس رقم سے دینی جائز ہیں جب کہ تعمیرات بھی مکمل ہو گئی ہیں۔

۲۔ اس پھلواڑی والی زمین پر جب باقاعدہ فرش لگایا گیا تو کس نیت سے ؟ اگر متولی وغیرہ انتظامی حضرات نے مسجد کی نیت سے لگوایا کہ یہ باقاعدہ مسجد میں شامل کیا جائے تو پھر جوتیاں رکھنی غیر مناسب ہیں اور اگر صرف آرائش کے لئے اور نمازیوں کے آرام کرنے کے لئے لگوایا کہ

دنیاوی باتیں کرنی ہوں تو مسجد میں نہ کریں اور یہاں بیٹھ کر کرلیں تو پھر جوتیوں کے لئے بھی وہ فرش استعمال ہو سکتا ہے۔

۳۔ ایسے شخص کو عارضی امام بھی نہ بنایا جائے۔

۴۔ اگر حافظ داڑھی کٹوا کر مشت بھر سے کم کراتا ہے تو وہ نہیں پڑھا سکتا ہے۔ قرآنِ کریم کا حافظ ہو کر بے عملی کرے تو اور برا ہے۔

۵۔ مسجد میں جہاں نمازیں پڑھی جاتی ہیں وہاں جنازہ رکھ کر پڑھنا ہمارے مذہب میں مکروہ ہے جیسے کہ تمام کتبِ فقہ حنفی میں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وآلہ واصحٰبہ وبارک وسلم۔

نوٹ: کئی دن ہوئے آپ کا لفافہ ملا مگر مجھے فرصت نہیں ملتی کہ جواب جلدی دوں خصوصاً جبکہ سوالات کی فہرست ہو تو اور مشکل ہوتی ہے، ہمیشہ صرف ایک ہی سوال ہونا چاہئے۔ مولوی نور نبی صاحب سے سلامِ شفقت اور دعا۔ والسلام۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ ۱۳-۶-۷۶

حضرت صاحب!

گذارش ہے کہ ہمارے مکان کی چھت پر بطور جائے نماز مسجد بنائی گئی تھی اور اب وہ مسجد کے نیچے والا مکان ٹوٹ گیا ہے اور ساتھ ہی مسجد بھی گرا کر مکان تعمیر ہو سکتا ہے واضح رہے کہ مسجد کے نیچے والا مکان ذاتی تصرف میں رہا ہے اور مسجد میں بھی گھر کے افراد ہی نماز ادا کرتے رہے لہٰذا اب اس مسجد کے بارے میں شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ اگر دوبارہ مسجد نہ بنائی جائے تو اس کا ملبہ ذاتی تصرف میں آسکتا ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی اس مسئلہ کو واضح فرماویں۔

سائل، مستری محمد عیسٰے ولد میاں امام دین، دیپال پور

وہ مسجد نہیں بلکہ صرف جائے نماز ہے، دوبارہ نہیں بن سکتی ہے تو کوئی حرج نہیں نماز کسی اور جگہ پڑھتے رہیں اور ملبہ کے متعلق یہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کے نام پر لگا یا گیا ہے تو اللہ تعالےٰ کے راستہ میں ہی لگایا جائے، کوئی مسجد بن رہی ہو تو دے دیں کہ اس میں لگ جائے یا فروخت کر کے قیمت مسجد میں لگا دیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و الہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ
بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور ضلع ساہیوال
۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ ۲۳-۴-۱۹۸۲

الاستفتاء

بخدمت جناب مولانا نوراللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

قبلہ! سنی رضوی جامع مسجد تاندلیانوالہ میں جگہ کی تنگی کے باعث مسجد کے صحن میں ایک طرف ٹیوب ویل کے لئے کنواں بنایا گیا ہے جس کے اوپر چھت ڈالی جائے گی اور نماز پڑھنے کے لئے اسی طرح صفیں ڈالی جائیں گی جیسے کہ کنواں میں کھدائی اور ٹیوب ویل نصب کرنے سے قبل ادا کی جاتی تھیں، نماز پڑھنے کی جگہ میں کوئی کمی نہیں آتی، کنوئیں کے اوپر کنکریٹ کی پوری چھت ہے۔

دستخط: محمد اسلم جاوید، صدر انجمن غوثیہ

سنی رضوی جامع مسجد تاندلیانوالہ ۲۵-۳-۸۳

قرآن کریم میں ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا الآیۃ[1] بہرحال مسجد کا کوئی حصہ بھی شہید کرنا جائز نہیں اور

---

[1] البقرہ، آیت ۱۱۴۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں مسجد ثری سے لے کر آسمان کی سطح تک مسجد ہے تو گو چھت ڈال کر جگہ پوری کر لی جائے تب بھی مسجد کا ادب و احترام ایسا کرنے سے مانع ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۳ھ ۲۵-۳-۸۳

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بیچ موضع بھونڈی سکھو کے جس کو آباد ہوئے تین سو سال ہو چکے ہیں اس وقت موضع مذکور میں مسجد تعمیر کی گئی تھی وہاں دو پتیاں تھیں، مشترکہ جگہ پر گاؤں تعمیر کیا گیا، بعد میں اس کو تقسیم کر کے دو گاؤں کے حصے بنا دئے گئے مگر مسجد مشترکہ ہی رہی مسجد کچی تھی، اس کو پختہ بنانے کے لئے ہر دو پتی داروں نے مشترکہ چندہ اکٹھا کیا مگر بعد میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اب ایک فریق کہتا ہے چونکہ اب مسجد آپ کے رقبہ میں آچکی ہے اس لئے ہم اپنے رقبہ میں اپنی مسجد علیحدہ تعمیر کریں گے ہمیں جمع شدہ اور سامان مسجد وغیرہ میں سے ہمارا حصہ دے دیں، دوسرا فریق کہتا ہے چونکہ چندہ اسی مسجد کے لئے اکٹھا کیا گیا ہے لہذا اسی مسجد پر خرچ ہو گا۔

شرعی لحاظ سے وضاحت فرمائی جائے کہ ہر دو فریق میں سے کون حقدار ہے

اور یہ مسئلہ کیسے حل ہونا چاہیئے۔

محمد عاشق ولد نور محمد قوم وٹو موضع بھونڈی شیکھو کے
تحصیل منچن آباد ضلع بہاولنگر

مسجد کا بڑا ادب ہے اور مسجد کو ویران یا بے رونق کرنا جائز نہیں، قرآن کریم کا ارشاد ہے ومن اظلم ممن منع الآیۃ (پہلا پارہ) حالانکہ گاؤں چھوٹا ہے، سائل نے زبانی بیان کیا کہ وہ گاؤں پچیس یا پچپن گھروں کا ہے تو اگر دو مسجدیں بنائی گئیں تو آباد کون کریگا، پہلی بھی غیر آباد ہو جائیگی اور دوسری بھی، لہٰذا وہ پہلی ہی آباد کریں اور مسجد میں کوئی پتی نہیں بلکہ وہ تو خانۂ خدا ہے، سب مسلمانوں کا برابر ہے خاص کر جبکہ وہ جنکے حصہ میں ہے لکھ دینے کو تیار ہیں کہ یہ مسجد مشترکہ رہے گی جیسے کہ سائل نے زبانی بیان کیا تو ایک ہی رہنے دیں اور اتفاق سے آباد کریں جبکہ ایک ہی گاؤں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ
وآلہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۱۰ ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ   ۱۰-۹-۸۱

مندرجہ ذیل فتویٰ چونکہ فتاوےٰ نوریہ کے قلمی نسخہ میں نامکمل درج تھا اس لئے مطبوعہ فتاویٰ نوریہ جلد اول کی کتاب الوقف میں بھی نا تمام ہی طبع ہوا۔ اب اس فتویٰ کا مکمل مسودہ پرانے کاغذات سے دستیاب ہوا ہے جو نذرِ قارئین ہے۔

(مرتب)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک مسجد جو ۶۰/۷۰ سال سے آباد چلی آتی تھی، سیلاب کی وجہ سے اس کا مکان منہدم ہو گیا اور اسی طرح گاؤں کے بھی کئی مکان منہدم ہو گئے، اپنے اپنے مکان تو لوگوں نے بنا لئے اور گاؤں کو آباد رکھا مگر مسجد کو اسی حال پر چھوڑ دیا اور اس کے قریب ایک نئی مسجد بنانی شروع کر دی حالانکہ گاؤں چھوٹا ہے، ایک مسجد بھی اچھی طرح آباد نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ دونوں، خصوصاً وہ پرانی مسجد جو شکستہ و خستہ چھوڑ دی ہے اور اس کے لئے کوئی امام اور پانی وغیرہ کا انتظام نہ ہو گا تو وہ نئی مسجد (جس میں ہر طرح کا انتظام ہو گا) کے بن جانے سے آباد نہ ہو سکے گی بلکہ ویران رہے گی، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

سائل: سبحان الدین از کوٹھی نور شاہ

قرآنِ کریم سورۂ نور کا نورانی ارشاد ہے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع (آیت ۳۶)

قولِ محقق یہ ہے کہ ان بیوت سے مراد جمیع مساجد ہیں۔ لباب التاویل، خازن معالم التنزیل وغیرہا تفاسیرِ معتبرہ میں ہے والنظم للسید ابی السعود والمراد من البیوت المساجد کلھا اور اس رفع سے مراد رفعِ بنا ہے یا تعظیم۔ ارشاد العقل، لباب التاویل، معالم التنزیل، جمل (عن الکرخی) وغیرہا میں ہے والنظم من الارشاد والمراد بالاذن فی رفعھا الامر ببنائھا رفیعۃ لاکسائر البیوت وقیل ھو الامر برفع مقدارھا۔

بہرحال اس آیۂ کریمہ سے ثابت ہوا کہ مسجد مذکور کو بنار کیا جائے اور اسکی عظمت کو بپا کیا جائے خصوصًا ایسی حالت میں کہ لوگوں نے اپنے اپنے گھر درست کر لئے اور خانۂ خدا یونہی ویران و برباد چھوڑ دیا اور اگر نئی مسجد علیحدہ بنائیں تو اس سے پہلی مسجد کا حق ادا نہیں ہوسکتا حالانکہ وہ مسجد قیامِ قیامت تک مسجد ہی ہے کما فی جمیع معتبرات المذھب المنیف بلکہ اس نئی مسجد کے بن جانے سے وہ محض ویران و معطل پڑی رہے گی تو اندریں حالات نئی مسجد بنانا کریمۂ ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا (البقرۃ آیت ۱۱۴) کا مصداق بننا ہے۔

جلالین، بیضاوی، ارشاد العقل وغیرہا میں ہے والنظم لمولٰنا الجلال علیہ الرحمۃ وسعٰی فی خرابھا بالھدم او التعطیل اور یہ حکمِ اظلمیت حکمًا و لفظًا جمیع مساجد کے تمام مخربین و معطِلین کے لئے عام ہے۔ ارشاد العقل، طبری، کبیر، نیشاپوری، خازن، بیضاوی، صاوی، روح البیان

سہ تصنیف علامہ سلیمان بن عمرو عجیلی شافعی ۱۲ مرتب

والنظم من الحق علیہ الرحمہ وصیغۃ الجمع لکون حکم الاٰیۃ عاما لکل من فعل ذٰلک فی ای مسجد کان۔

صاوی میں تفصیلاً فرمایا کان مسلما او کافرا اور حضرت سیدنا فاروقِ اعظم کے فتویٰ کا بھی یہی حکم وتقاضا ہے کہ اس نئی مسجد کے بنانے سے لزوما بالکل گریز کیا جائے کہ شانِ ضراریت سے پرہیز ہو۔

تفسیراتِ احمدیہ میں مسجدِ ضرار کے بیان میں ہے وعن عطاء لما فتح اللہ الامصار علی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امر المسلمین ان یبنوا المساجد وان لایتخذوا فی مدینۃ مسجدین یضار احدھما صاحبہ۔ لہٰذا اس پہلی مسجد کو آباد کیا جائے اور اس نئی کے بنانے سے پرانی کی خرابی وویرانی سے اجتناب کیا جائے کہ ویرانیٔ دنیا وآخرت سے نجات اور آبادیٔ ابدیہ کے ثمرات حاصل ہوں۔

تفسیرِ صاوی میں ہے لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم کی تفسیر میں فخزی المسلم فی الدنیا بالمصائب والفقر والعمی والموت علی غیر حالۃ مرضیۃ (الی ان قال) علی سبیل التطھیر ان مات مسلما فان العبرۃ لعموم اللفظ لا بخصوص السبب وکل اٰیۃ وردت فی الکفار فانہا تجر ذیلہا علی عصاۃ المسلمین۔

تفسیرِ عزیزی میں آیت ومن اظلم ممن منع الاٰیۃ کی تفسیر میں ہے ہر مسلماں را ازیں امر احترازِ تمام باید نمود واز مقدمات ودواعی واسبابِ قریبہ وبعیدہ ایں کار احتیاطِ تمام باید کرد۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ البصیرفوری

۵ رذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۶۸ھ

کینیڈا سے آمدہ درج ذیل سوال کافی مفصل اور طویل تھا، اختصار کے پیش نظر متکرر عبارتیں حذف کر دی گئی ہیں تاہم کوشش یہ کی گئی ہے کہ زیادہ سے زیادہ سائل کی اصل عبارت اس کے اپنے الفاظ میں آجائے نیز سوال کی اصل روح بھی برقرار رہے اور وہاں کے حالات کی منظر کشی بھی ہو جائے۔ (مرتب)

سلام مسنون!

ایک نہایت ہی ضروری کام کے لئے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں، آپ کے ذریعے انشاء اللہ تعالیٰ یہ مسئلہ حل ہو جائے گا اور کینیڈا میں مقیم مسلمان آرام و سکون کا سانس لینے کے ساتھ ساتھ آپ کے ممنون ہوں گے۔

اٹاوہ، کینیڈا کا دار الحکومت ہے، اس کی آبادی تقریباً چار لاکھ کے قریب ہے،

یہاں اکتوبر سے لے کر مارچ تک متواتر برف باری ہوتی رہتی ہے۔ دارالحکومت ہونے کے باعث یہاں اسلامی حکومتوں کے سفارت خانے بھی ہیں جن کے عطیات کے ذریعے یہاں ایک مسجد تعمیر ہوئی ہے، مسجد کی تعمیر کے لئے ۱۹۷۶ء میں حکومتِ پاکستان کی طرف سے ایک لاکھ ڈالر کا عطیہ دیا گیا، دوسری حکومتوں کے عطیات کا بھی ایسا ہی حال ہے۔ روپیہ زیادہ ہونے کے باعث بنک میں جمع کرا دیا گیا اور اس پر سود لینا شروع کر دیا۔ مسجد کا فی الحال مستقل امام کوئی نہیں ہے۔ ایک ایسوسی ایشن بنی ہوئی ہے وہ مختلف آدمیوں کو امامت کے فرائض کے لئے نامزد کرتی رہتی ہے۔ جمعہ کی نماز مسجد میں اہتمام سے ہوتی ہے پھر جمعہ کو مغرب اور عشاء کی نماز اور ہفتہ کے روز کی تمام نمازیں اگر نمازی اکٹھے ہو جائیں تو ہو جاتی ہیں ورنہ مسجد بند رہتی ہے۔ ہفتہ کے روز فجر کی نماز کے بعد کچھ تعلیم ہوتی ہے۔ اس کے بعد لوگ اپنے ہمراہ کھانا لے کر آجاتے ہیں اور مسجد کے تہ خانہ میں کھانا کھایا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ ظہر تک جاری رہتا ہے۔

مسجد کا طول ۷۵ × ۷۵ ہے۔ مسجد کے تہ خانہ کی بنیادیں زمین کی کھدائی کر کے اٹھائی گئی ہیں، اسی بنیاد پر ہی مسجد کی دوسری چھت ڈالی گئی ہے جہاں نمازیں ادا کی جاتی ہیں، اس کے اوپر تیسری منزل گیلری کی صورت میں ہے تاکہ عورتیں وہاں پر نماز ادا کر سکیں۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ ہفتہ کے دن لوگ تہ خانے میں اکٹھے ہو کر کھانا کھاتے ہیں۔ یہاں کے ماحول کو مدِ نظر رکھتے کہ عورت اور آدمی میں کوئی فرق خیال نہیں کرتے۔ بچوں کے والدین بھی ساتھ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے تبادلۂ خیال کیا جاتا ہے۔ یہاں پاکستان، ہندوستان، لبنان، ترکی، اردن، افریقہ، ملائشیا، کینیڈا اور قاہرہ کے لوگ ہوتے ہیں، یہاں فیشن زدہ عرب لوگ بھی ہوتے ہیں

(میں عرب کی برائی نہیں کرنا چاہتا بلکہ آپ کو تمام حالات سے روشناس کرانا چاہتا ہوں)
اگرچہ تمام اکٹھے ہونے والے لوگ مسلمان ہی ہیں لیکن میل ملاقات کا تمام تر کام اسی مسجد کے تہ خانہ میں ہوتا ہے۔

(آپ سے گزارش ہے کہ یہاں کے مغربی طرز کے ماحول کو نگاہ میں رکھیں کیونکہ یہاں کے عیسائی اور غیر مسلم لوگ آدمی اور عورت کے سرِ عام ملنے کو بالکل معیوب نہیں سمجھتے بلکہ فخر محسوس کرتے ہیں کہ میری بیوی کے اتنے بوائے فرینڈز یا دوست ہیں)

اب یہاں چند لوگوں نے اس تہ خانہ میں ٹیبل ٹینس (TABLE TENNIS) لاکر رکھ دی اور کھیلنا شروع کر دیا۔ جب دیندار لوگوں نے یہ حال دیکھا تو انہوں نے منع کر دیا، معاملہ بورڈ میں گیا اور اکثریت نے نہ کھیلنے کے حق میں ووٹ دیا، اس طرح یہ مصیبت وقتی طور پر ٹل گئی۔ یہ واقعہ ۱۹۷۶ء کا ہے۔

پچھلے سال ۱۹۷۷ء میں بورڈ کا دوبارہ الیکشن ہوا اور اظہر علی خان جس کا تعلق بھی پاکستان سے ہے، ایسوسی ایشن کا صدر منتخب ہوا۔ اب پھر الیکشن ہونے والے ہیں چنانچہ اس نے اپنے دماغ سے سپورٹروں کے کہنے پر ایک میز کی بجائے دو عدد نئے ٹیبل ٹینس لاکر رکھ دئے اور نوٹس بورڈ پر کھیل کے اوقات تحریر کر دئے۔ جب یہ بات خود دار مسلمان کے نوٹس میں آئی تو وہ دونوں میزوں کی دو عدد ٹانگیں بمع پیچ وغیرہ کے اٹھا کر گھر لے آیا اور صدر صاحب کو ٹیلی فون پر تمام صورتِ حال سے آگاہ کر دیا کہ آپ مسجد میں نہیں کھیل سکتے اور کھیل کا نوٹس بھی بورڈ سے اتار لایا۔

صدر صاحب نے اپنی مرضی کے ممبروں کی ہنگامی میٹنگ منعقد کی اور کھیلنے کا فیصلہ پاس کر دیا۔

تمام تر صورتِ حال تفصیل کے ساتھ میں نے تحریر کر دی ہے۔ کھیلنے والے بھی مسلمان ہیں اور رد کرنے والے بھی مسلمان، اب میں بالکل ایک غیر جانبدار رہنے کے باعث آپ کو دونوں گروپوں کے نقطۂ نگاہ سے آگاہ کرتا ہوں۔

کھیلنے والوں کا دعوٰے

۱۔ یہاں کا ماحول گندا ہے اس لئے ہم اپنے بچوں کو مسجد کے ماحول میں لانے کیلئے تھوڑی سی رغبت دلائیں اور اس کے لئے کھیل کا ہونا ضروری ہے۔

۲۔ جب مسجد کا تہ خانہ کھانے میل ملاقات اور بچوں کی تعلیم کے لئے استعمال ہو سکتا ہے تو پھر ٹیبل ٹینس کے لئے کیوں استعمال نہیں ہو سکتا؟ (واضح رہے کہ یہاں پر عورت اور آدمی بلا امتیاز آپس میں گپیں لگاتے ہیں)

۳۔ ان کا خیال ہے کہ مسجد صرف دوسری منزل پر واقع ہے جہاں نماز باجماعت ہوتی ہے تہ خانہ مسجد نہیں ہے لہٰذا اسے کھیل کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ ایسوسی ایشن نے اٹاوہ سے ۱۲ سو میل دور کینیڈا ہی میں ایک جگہ HALIFI سے ایک عرب مسجد کے امام کو بلایا جس نے کہا کہ تم مسجد کے تہ خانہ کو بطور کھیل استعمال کر سکتے ہو کیونکہ یہ مسجد نہیں ہے مزید اس نے ایک حدیث نقل کی کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات میں حبشہ سے چند آدمی آئے تھے جنہوں نے مسجد میں گتکے کے ذریعے اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔ جب رسولِ خدا کی موجودگی میں ایسا ہو سکتا ہے تو اب کیوں نہیں ہو سکتا

۵۔ واشنگٹن (امریکہ) کے ایک امام مسجد ڈاکٹر عبدالرؤف نے تحریری طور پر مسجد کے تہ خانے کو ٹیبل ٹینس کے لئے استعمال میں لانے کی رائے ظاہر کی ہے۔ واضح رہے کہ کینیڈا اور امریکہ میں TABLE TENNES کو PING PONG کہتے ہیں۔

روکنے والوں کا دعویٰ

۱۔ مسجد میں کھیل بالکل ناجائز ہے چاہے رغبت دلانے کے لئے ہو۔

۲۔ مسجد کا ماحول خالص اسلامی ہونا چاہئے، اِس میں عورتوں مردوں کے آزادانہ میل ملاقات اور نمود و نمائش کی پابندی ہونی چاہئے۔

۳۔ مسجد کا تہ خانہ ہو یا بالاخانہ بنیاد سے لے کر آسمان تک تمام جگہ مسجد ہے جس کا احترام ضروری ہے۔

۴۔ ڈاکٹر عبد الرؤف کوئی مفتی نہیں ہے جو فتوٰے دے سکے۔

مسجد کے حالات کے ساتھ ساتھ دونوں گروپوں کے خیالات اور دلائل سے بھی آپ کو اپنی سمجھ کے مطابق بندہ نے آگاہ کر دیا ہے لہٰذا آپ کی خدمتِ عالیہ میں مؤدّبانہ گزارش ہے کہ ہمیں اس بارے میں آگاہ فرمائیں تاکہ مزید کسی قسم کا نقصان ہونے سے پیشتر ہی مسئلہ اچھے طریقے سے حل کیا جا سکے۔ ہمیں اس بارے میں فتوٰی چاہئے۔

(اس کے بعد مختصر سوالات جو تقریباً وہی ہیں جو اس سے اگلے استفتاء میں درج ہیں اس لئے یہاں نقل نہیں کئے جا رہے) (مرتب)

آپ اتنا لمبا خط پڑھ کر شاید اکتا گئے ہوں لیکن تمام حالات کا عرض کرنا بھی ضروری تھا

والسلام

افتخار احمد۔ اٹاوہ (کینیڈا)

مساجد اللہ تعالےٰ کے گھر ہیں، شعائرِ شرع سے معظم ہیں، قرآن کریم اور احادیثِ شریفہ

نے بڑی اہمیت دی ہے۔

وہ لوگ بالکل سادہ لوح اور شرعیات سے بے بہرہ ہیں جو مسجد کے متعلق ایسے خیالات رکھتے ہیں، پہلے پارہ میں سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۱۴ میں ہے و من اظلم ممن منع مساجد اللہ الآیۃ [1] اور سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۸ پارہ دسویں کا ارشاد ہے انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ الآیۃ [2] اور اٹھارہویں پارہ سورۃ النور کی آیت نمبر ۳۶ ہے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیہا اسمہ الآیۃ [3] اور پارہ انتیسواں سورۃ الجن کی آیت نمبر ۱۸ نے فرمایا وان المسٰجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا۔ [4]

ان چار آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسجدوں کی تعظیم و ادب کا ذکر فرمایا ہے اور ادب کا ذکر فرمایا ہے اور ان میں اپنے ہی ذکر کی اہمیت پر زور دیا ہے اور یہ بھی واضح فرمایا ہے کہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں اور یونہی ان کی تفصیل احادیثِ پاک میں ہے۔

ابنِ ماجہ ج ۱ ص ۲۴۷ میں حضرتِ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے

---

[1] اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نامِ خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

[2] اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں۔

[3] ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام

[4] اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔

کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں جن چیزوں سے منع فرمایا، ان میں خرید و فروخت کی ممانعت بھی ہے اور اسی صفحہ میں واثلہ بن اسقع سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وشراءکم وبیعکم وخصوماتکم ورفع اصواتکم واقامۃ حدودکم وسل سیوفکم لیعنی "اپنی مسجدوں کو دور رکھو اپنے بچوں سے اور دیوانوں سے اور خرید و فروخت سے اور اپنے جھگڑوں سے اور آواز بلند کرنے سے اور حدیں قائم کرنے اور تلواریں کھینچنے سے" اور یونہی گم شدہ چیز کے متعلق مسجد میں دریافت کرنے سے منع فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ دریافت کرنے والے کو کہا جائے لا اداھا اللہ الیک فان المساجد لم تبن لھذا یعنی "اللہ تعالےٰ تمہاری وہ چیز واپس نہ فرمائے کیونکہ مسجدیں اس لئے نہیں بنائی گئیں" رواہ ابوداود ج ۱ ص ۶۸ وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور یونہی ترمذی ج ۱ ص ۴۳ میں حضرت عمرو بن عاص کی حدیث مرفوع میں خرید و فروخت وغیرہ سے ممانعت ہے اور حضرت ابوہریرہ سے مسلم شریف ج ۱ ص ۲۱۰ میں بکثرت حدیثوں میں ہے کہ گم شدہ چیز کو مسجد میں دریافت کرنے والے کو یوں دعا دی جائے کہ چیز نہ ملے کیونکہ مسجدیں اس لئے نہیں بنائی گئیں وہ تو اسی کام کے لئے ہیں جس کے لئے بنائی گئی ہیں اور یونہی مسند امام احمد بن حنبل اور سنن بیہقی وغیرہ میں بکثرت حدیثیں ہیں اور بکثرت حدیثوں میں کچے پیاز، لہسن وغیرہ بدبودار چیز کھا کر داخل ہونے سے منع فرمایا گیا ہے۔ مسلم شریف ج ۱ ص ۲۰۹ اور ۲۱۰ وغیرہا کتب حدیث میں بکثرت حدیثیں ہیں۔

نوٹ: حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز یہ فتوےٰ مفصل تحریر فرمانا چاہتے تھے، یہاں تک مسودہ کی شکل میں لکھا تھا کہ بعض انتہائی اہم مصروفیات کے باعث یہ سلسلہ موقوف ہوا تا آنکہ سائل مذکور نے اسی سلسلہ میں بطور یاددہانی مورخہ ۷ - ۷۸ کو مختصر سوالنامہ دوبارہ لکھا جو مورخہ ۲۹ اگست ۷۸ء کو

ان دنوں موصول ہوا جب حضرت علامہ مولانا ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصالِ پر ملال کا سانحہ پیش آئے، صرف ۱۱ دن گزرے تھے۔ شدید صدمہ اور تعزیت کے لئے آنے والوں کے ہجوم کے باوجود حضرتِ فقیہِ اعظم قدس سرہ العزیز نے ۳۱ اگست کو اس کا مختصر جواب تحریر فرمایا جسے اگلے صفحہ پر درج کیا جا رہا ہے (مرتب)

الاستفتاء

یہ سوال دوبارہ مؤرخہ ۷۸-۷-۳۰ کا لکھا ہوا مختصر آیا مؤرخہ ۷۸-۸-۲۹ کو تو یہ جواب لکھا گیا۔ ابو الخیر النعیمی غفرلہٗ ۷۸-۸-۳۱

فتوٰے کے بارے میں ہمیں از حد ضرورت ہے اس لئے آپ وقت نکال کر اپنی اولین فرصت میں اپنے تعاون سے مستفید فرمائیں۔ بندہ دوبارہ جن امور میں فتوٰے چاہتا ہے عرض کئے دیتا ہوں:۔

۱۔ آیا مسجد کے تہہ خانہ میں ٹیبل ٹینس (TABLE TENNIS) یا دیگر کسی قسم کی کھیل وغیرہ کا شغل ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۲۔ مسجد کی تعمیر پر صدقات زکوٰۃ وغیرہ کا روپیہ استعمال ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۳۔ نماز میں ایک بارلیش دینی علم رکھنے والے ظاہری طور پر پرہیزگار (کیونکہ باطن کو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے) کی موجودگی میں بغیر داڑھی کے آدمی جماعت کرا سکتا ہے یا نہیں؟

۴۔ عورتیں اور مرد مسجد کے تہہ خانہ میں اکٹھے مل کر کھانا وغیرہ یا میٹنگ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

یہ تمام مسائل یہاں کے مسلمانوں کے لئے آپس میں کافی رنجش کا باعث بنے ہوئے ہیں اِس لئے آپ لوگوں پر بھی عالم ہونے کے ساتھ اِس بات کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آپ اپنی دینی خدمات اور علم کے ذریعہ امتِ محمدیہ کو راہِ راست پر لانے کے لیے اپنی ذمہ داری سرانجام دیویں۔

ایک ہفتہ کے بعد رمضان المبارک شروع ہو رہا ہے، دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اپنے اِس مبارک مہینہ کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

افتخار

اٹاوہ، کینیڈا

آپ کے سوالات چار ہیں، پہلے اور چوتھے نمبر کا ایک ہی جواب ہے کہ یہ سب چیزیں مسجد میں ناجائز ہیں کیونکہ مسجدیں اللہ رب العالمین کے خاص گھر ہیں جیسا کہ خود اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (سورۃ الجن آیت ۱۸ پ۲۹ ع۱۱) (ترجمہ) اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو اور کسی گھر کی قدر و منزلت گھر والے کی شان سے ہی مستفاد ہوتی ہے۔ دنیا کے کسی شہنشاہ یا بادشاہ یا بااختیار حاکم کے موجود ہوتے ہوئے جبکہ وہ جاگتا اور دیکھتا سنتا ہو اس کے گھر کے

اندر یا اوپر نیچے ایسی حرکتیں نہیں ہو سکتیں تو اللہ رب العالمین جو ہمیشہ ہمیشہ زندہ اور سمیع و بصیر ہے اس کے اپنے خاص گھروں میں ایسی حرکتیں کیونکر روا ہو سکتی ہیں اور یہ بھی واضح ہے کہ گھر کا احترام گھر کے اوپر نیچے گھر والے کی حدِ ملکیت تک ہوتا ہے۔

دیکھئے کوئی کسی کے گھر کے نیچے یا اوپر اخلاقاً اور قانوناً عمارت نہیں بنا سکتا تو وہ اللہ جو زمین کی نچلی تہہ تک اور آسمان کے اوپر تک کا مالک ہے، اس کے گھروں کا احترام بھی اس کی حدِ ملکیت تک لازم ہے چنانچہ فقہ حنفی کی نہایت مستند اور معتمد کتاب درالمختار اور اس کے نہایت معتبر حاشیہ ردالمحتار ج ا ص ۶۱۴ میں ہے، درالمختار کے لفظ ہیں انہ مسجد الی عنان السماء کہ وہ آسمان کے اوپر تک مسجد ہے اور شامی نے فرمایا وکذا الی تحت الثری یعنی جیسے کہ آسمانوں کے اوپر تک مسجد ہوتی ہے یونہی زمین کی تہہ والی نمناک مٹی کے نیچے تک مسجد ہوتی ہے بلکہ مسجد مسجد ہی تب بنتی ہے کہ اس کی نیچی تہہ تک اور اوپر تک سب مسجد ہو۔

شامی ج ۳ میں ۵۱۲ میں ہے ان شرط کونہ مسجدا ان یکون سفلہ وعلوہ مسجدا اور بالخصوص مساجد کی تعظیم اور احترام کا حکم بھی فرمایا گیا چنانچہ ارشاد فرمایا فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ (سورۃ النور آیت ۳۶، ۳۷ پ ۱۸ ع ۱۱) (ترجمہ) ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے، اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح و شام، وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت، اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے، ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل

اور آنکھیں۔

ان گھروں سے مراد مفسرین کرام کے نزدیک مسجدیں ہی ہیں اور بلند کرنے سے مراد تعظیم اور احترام ہے اور احادیثِ طیبہ بھی بکثرت ہیں جو مساجد کی تعظیم کا حکم فرماتی ہیں تو ماہِ نیم ماہ اور مہر نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ مسجد کے اندر یا بالاخانہ یا تہہ خانہ میں یہ حرکات نازیبا اور ناروا ہیں نیز عورتوں اور مردوں کا کسی اجتماع میں اکٹھے کھانا یا میٹنگ کرنے میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ غیر محرم بھی شامل ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں اور زیادہ خرابی ہے۔ قرآنِ کریم نے تو پردے کا حکم دیا ہے تو اس کی بھی خلاف ورزی ہے لہٰذا شرعاً ایسے اجتماعات سے پرہیز بڑی ضروری ہے۔

سوال ۲ کا جواب بھی قرآن مجید میں واضح موجود ہے۔ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (سورۃ التوبۃ آیت ۶۰ پ ۱۰ ع ۱۴) (ترجمہ) صدقات انہی لوگوں کے لئے ہیں جو محتاج اور نرے نادار ہوں اور جو اسے وصول کرکے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے اور گردنیں چھڑانے میں اور قرضداروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو، یہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

یہ زکوٰۃ و صدقات کے خرچ کرنے کی جگہیں ہیں جن میں مساجد داخل نہیں ہیں، سبیل اللہ سے مراد غازی وغیرہ ہیں تو واضح ہوا کہ مساجد پر ان کا استعمال جائز نہیں۔

سوال نمبر ۳ کا یہ جواب ہے کہ بغیر داڑھی کے آدمی دو قسم ہیں، ایک وہ جن کی داڑھی اتری ہی نہیں یا ہیں ہی کھودسے یا کترانے یا منڈانے کے بعد توبہ کر لی تو وہ امام بن سکتے ہیں اور دوسرا قسم جو منڈاتے ہیں یا کترا کر شرعی حد سے کم رکھتے ہیں تو اس دوسری قسم کا آدمی کسی

بارلیش زیادہ دینی علم رکھنے والے پرہیزگار کے ہوتے ہوئے استحقاقِ امامت نہیں رکھتا۔ قرآن پاک میں مقتدی کو امام کی معیت کا حکم دیا گیا ہے، فرمایا وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ (سورۃ البقرہ آیت ۴۳ پ ع ۵) راکعین کا اصل امام ہی ہوتا ہے حالانکہ قرآنِ کریم ہی میں حکم دیا گیا ہے کہ پرہیزگاروں اور صدق والوں کے ایماندار ساتھی بنیں۔ ارشاد ہوتا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورۃ التوبۃ آیت ۱۱۹ پ ع ۴۶) (ترجمہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھی بنو۔ اور احادیثِ مبارکہ میں بڑی وضاحت سے حضور پُرنور سیّدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا اجعلوا ائمتکم خیارکم فانہم وفدکم فی ما بینکم وبین اللہ عز وجل (ترجمہ) اپنے نیکوں کو اپنے امام بناؤ اس لئے کہ تمہارے وفد ہیں تمہارے اور اللہ عزوجل کے درمیان (رواہ الدارقطنی ص ۱۹۷ و البیہقی فی سننہ ج ۳ ص ۹۰ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) اور فقہاءِ کرام نے بھی اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

نوٹ: بعض لوگ اس حدیث شریف سے استدلال کرتے ہیں کہ مسجدِ اقدس میں حبشیوں نے کھیل کیا، یہ قابلِ استدلال نہیں کیونکہ اولاً تو وہ کھیل کھیل ہی نہیں تھا بلکہ جہاد کی مشق تھی، ثانیاً شارحینِ حدیث نے فرمایا کہ وہ مسجد کے اندر نہیں تھا بلکہ مسجد کے نزدیک تھا تو مجازاً مسجد فرمایا گیا چنانچہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے ج ۲ ص ۱۴۹ یعنی در رحبہ مسجد کہ جائے بود متصل مسجد، اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے ای فی رحبۃ المسجد المتصلۃ بہ (ج ۶ ص ۲۶۵) یعنی وہ کھیل مسجد کے رحبہ میں تھا جو مسجد کے متصل تھا، اور انڈیا کے مشہور مدرسہ دیوبند کے شیخ الحدیث نے شرح بخاری فیض الباری ج ۲ ص ۵۵ میں بڑے زور سے کہا کہ وہ کھیل مسجد سے باہر تھی اور یہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، اس کے لفظ یہ ہیں وثبت عندی عن مالک رحمہ اللہ تعالی

ان کان خارج المسجد لا داخلہ تو ایسی محتمل حدیث سے قرآنِ کریم کی واضح آیات اور احادیث کے مقابلہ میں استدلال نہیں کیا سکتا بلکہ فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۱، ص ۴۳۶ اور عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۴ ص ۲۲۰ میں فرمایا کہ یہ حدیث منسوخ ہے یعنی یہ ایک دفعہ ہوا اور پھر جواز اٹھ گیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں ان اللعب فی المسجد منسوخ بالقرآن و السنۃ اما القرآن فقولہ تعالیٰ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع الخ تو اس وشمس کی طرح نمایاں ہوا کہ اس حدیث سے استدلال نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی الہ واصحبہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۵ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ ۳۱-۸-۷۸

الاستفتاء

بخدمت جناب قبلہ وکعبہ جناب مفتی اعظم پاکستان وفقیہ اعظم حضرت مولانا نور اللہ صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ : امابعد

عرض یہ ہے کہ ہمارے گاؤں میں مسجد سے ملحق امام مسجد صاحب کا مکان تھا پھر وہ مکان گرا کر کچھ حصہ مسجد کے ساتھ ملحق کر دیا گیا، باقیماندہ حصے پر بچیوں کے لئے سکول بنانے کے لئے کچھ لوگوں نے تجویز پیش کی۔ زید نے کہا کہ بچیوں کو دینی تعلیم مثلاً قرآن وحدیث پڑھانے

میں کوئی حرج نہیں بلکہ ضروری ہے مگر سکول کی مروجہ تعلیم بالخصوص بچیوں کے ہاتھ قلم دینا باعث فتنہ اور منع ہے، اندریں حالات مندرجہ ذیل مسائل دریافت طلب ہیں :-

۱- کیا بچیوں کو مروجہ سکولوں کالجوں میں تعلیم دلانا از روئے شرع شریف جائز ہے ؟

۲- کیا امام مسجد کے مکان کا وہ حصہ جو مسجد میں داخل نہیں کیا گیا اس میں پرائمری سکول برائے طالبات بنانا جائز ہے ؟ بینوا توجروا۔

محمد عبد الشکور شاد قادری جھنگوی حال خطیب جامع مسجد مدینہ حافظ آباد
ضلع گوجرانوالہ ۲۸ ر نومبر ۱۹۷۸ء

۱- اگر چھوٹی بچی ہو تو احتیاط کے ساتھ کوئی حرج نہیں اور بڑی ہو تو مخلوط تعلیم نہ ہو یعنی لڑکے ساتھ نہ ہوں تو احتیاط کے ساتھ جائز ہے، قلم ہاتھ میں دینے سے بھی حرج نہیں، علم اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اس سے بچیوں کو نفع اٹھانا جائز ہے البتہ مخرب اخلاق و حیا سوز تعلیم سے پرہیز ضروری ہے، بچیوں کو کتابت سیکھنے کی تفصیل فتاوٰی نوریہ میں بڑے دلائل کے ساتھ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲- مسجد کے مکان کا بچا ہوا حصہ امام مسجد کا ملکیت ہو تو اس سے خرید کر یا خوشی اجازت دے تو جائز ہے اور اگر وہ زمین وقف ہے تو واقفین کی مرضی کے خلاف جائز نہیں اور

شاملات دیہہ کی زمین مملوکہ زمینداران ہے تو زمیندار اپنی رضا سے بنا سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علیٰ الہ واصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۳۰ ر ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۹۸ھ

۷۸-۱۲-۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرع متین اندریں کہ مسجد کے شہتیر کڑی اینٹیں جو مسجد پر صرف نہ ہو سکتے تھے، ان کو بیچ کر ثمن اسی مسجد کی عمارت کے لئے رکھنا یا اس کی عمارت میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ خصوصاً ایسی حالت میں کہ ضائع ہونے کا خوف غالب ہو بلکہ بعض ضائع ہو چکے ہوں، لوگوں نے اپنے تصرفِ ذاتی میں استعمال کر لئے ہوں۔ ایک فاضل فرماتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے بلکہ ان اشیاء سے حجرہ بنایا جائے یا پانی گرم کرنے میں صرف کریں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: خوشی محمد، واسو سالم کا، ضلع منٹگمری

۲۲ ۱۳۶۰ھ

بلاشک وشبہہ اشیائے مذکورہ کی بیع قاضی شرع ومتولی کرسکتے ہیں۔ وقایہ، ہدایہ، فتح القدیر، بحرالرائق میں ہے والنظم من البحر[1] قال فی الھدایۃ وان تعذر اعادۃ عینہ الی موضعہ بیع وصرف ثمنہ الی المرمۃ صرفا للبدل الی مصرف المبدل اھ وایضا فیہ[2] وقدمنا انہ لافرق بین المتولی والحاکم فی الاجارۃ والتعمیر فکذا فی النقض وقد سوی بین القاضی والمتولی فی الحاوی انتھی ونقل فی الدر عن الحاوی التسویۃ فقط ایضا۔

اور جب ضائع ہورہی ہوں تو بیع بطریق اولی جائز ہے کہ خوف ضیاع مجوز مستقل ہے حتی کہ صالح الصرف کی بیع کو بھی جائز بنادیتا ہے چہ جائیکہ بوجہ عدم صلاحیت پہلے سے ہی جائز ہو اور ہلاک ہورہی ہوں نہ کہ صرف خوفِ ہلاکت ہو فی البحر والدر من الحاوی واللفظ من الدر[3] اذا خاف ضیاعہ فیبیعہ ویمسک ثمنہ لیحتاج حاوی

---

[1] ج۵ص ۲۲۰

[2] ج۵ ص۲۱۹

[3] درالمختار ج۳، ص۵۲۹

وفی البحر و رد المحتار فعلی ھذا یباع النقض فی موضعین عند تعذر عودہ و عند خوف ھلاکہ[۱]۔ بلکہ شامی میں ہے ثم رأیت الاٰن فی الذخیرۃ قال وفی فتاوی النسفی سئل شیخ الاسلام عن اھل قریۃ رحلوا و تداعی مسجدھا الی الخراب و بعض المتغلبۃ یستولون علی خشبہ وینقلونہ الی دورھم ھل لواحد لاھل المحلۃ ان یبیع الخشب بامر القاضی و یمسک الثمن لیصرفہ الی بعض المساجد او الی ھذا المسجد قال نعم الخ بلکہ اس میں یہ بھی ہے والذی ینبغی متابعۃ المشائخ المذکورین فی جواز النقل بلا فرق بین مسجد او حوض کما افتی بہ الامام ابو شجاع و الامام الحلوانی و کفی بھما قدوۃ لاسیما فی زماننا الخ

پس امس و شمس کی طرح واضح و لائح ہوا کہ اشیاء مذکورہ کی بیع بطریق مذکور جائز ہے، حجرے اور پانی کے گرم کرنے میں صرف نہیں کر سکتے کہ مفاھیم الکتب حجۃ، نیز غیر مصرف میں صرف محتاج دلیل ہے فاذا انعدم انعدم الجواز فعلی الفاضل المانع المجوز التامل الصادق فیما قلت و المراجعۃ الی الکتب فان یجد خلاف ما حررت یکتب برھانا حتی ارجع الی الصواب و الا فلیصدق الجواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم و احکم وصلی اللہ علی المحبوب و اٰلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ الحنفی القادری النعیمی نورہ اللہ ربہ و قواہ القوی

فرید پور جاگیر

۲۲ ربیع الثانی شریف ۱۳۶۰ھ

الاستفتاء

مکرم و محترم حضرت مولانا مفتی اعظم محمد نور اللہ صاحب خدا آپ کا سایہ قائم رکھے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عرض خدمت اقدس میں یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھالیں مسجد میں صرف کی جاسکتی ہیں یا نہیں مسجد زیر تعمیر ہو۔ ویسے مسجد کا کام تو ختم ہو سکتا ہی نہیں ہمارے گاؤں میں ایک حافظ صاحب رونق علی صاحب اور ایک مولوی خلیق صاحب نے یہ مسئلہ بتایا کہ قربانی کی کھالیں مسجد میں لگ سکتی ہیں اس نے گاؤں سے تمام کھالیں جمع کر کے مسجد میں دے دی ہیں۔ اس مسئلہ کے متعلق تفصیل سے آگاہ کریں حضور کی عین نوازش ہوگی۔

نیز مسجد کے ملحقہ مزار شریف ہے کیا قربانی کی کھالیں مزار شریف کے برآمدے پر ساتھ کے حجرے پر صرف کی جاسکتی ہیں اس کے متعلق ارشاد گرامی فرمادیں حضور کی بندہ پروری ہوگی۔

فقط والسلام

آپ کی دعاؤں کا طالب حاجی انتظار محمد خاں

مورخہ ۸۰/۱۱/۲۵

قرآن کریم سورۃ التوبہ میں ہے انما یعمر مسٰجد اللہ من آمن باللہ الآیہ یعنی اللہ کی مسجدوں کو صرف ایماندار ہی آباد کرتے ہیں۔ بہرحال یہ ایمانداروں کا کام بہت اچھا ہے اور شرعاً خیر ہے۔ نیز قرآن کریم سورۃ الحج کے آخری رکوع میں ہے وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون کہ اچھے کام کرو تاکہ تم فلاح پاؤ تو قربانی کا کام بھی اچھا کام اور مسجد کی امداد بھی اچھا کام ہے تو قربانی کا چام مسجد میں بلاشبہ جائز ہوا اور ابوداؤد صفحہ ۲۳ جلد ۲ کی مرفوع حدیث حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ میں ہے فکلوا وادخروا واتجروا کہ کھاؤ اور ذخیرہ کرو اور ثواب حاصل کرو۔ کہ قربانی سے ثواب کماؤ تو اس سے بھی جائز ہوا اور کسی فقیہ نے اس سے منع نہیں کیا تو بہرحال بلاشک وشبہ جائز ہے اور اصل اشیاء میں اباحت ہے حضرت مجدد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور دیگر اکابر فقہا ومشائخ نے بھی جواز کا فتویٰ دیا ہے اور حضرت مولٰنا عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ والد ماجد مولینا شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہم نے بھی جواز کی تصدیق فرمائی ہے اور یوں ہی ملحقہ مزار شریف کا حجرہ پر خرچ کرنا بھی جائز ہے کہ وہ بھی کارِ خیر ہے۔

واللہ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ وآلہ وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۰۳ھ

۱۹۸۳/۳/۱۶

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اندریں مسئلہ کہ کسی شخص نے ایک دینی درس گاہ کو تین کنال انیس مرلہ رقبہ وقف کیا، اتفاقاً اس رقبہ میں سے چودہ مرلہ رقبہ غیر متصل الاٹ ہو گیا جس کے درمیان شارع عام ہے اور اس رقبہ چودہ مرلہ پر مہاجرین قابض و آباد ہیں جن کے بے دخل کرنے سے حرج عظیم لازم آتا ہے نیز اس رقبہ چودہ مرلہ سے مدرسہ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے۔ متولی رقبہ مدرسہ، مدرسہ کے مفاد اور ہمدردی غریبوں کے لئے اس رقبہ چودہ مرلہ کو فروخت کر کے اس کے عوض اس رقم سے اسی ایکڑ زمین میں سے متصل رقبہ خرید کر محض دینی درس گاہ کے مفاد کے پیش نظر شامل کرنا چاہتا ہے۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ صورت مسئولہ میں متولی رقبہ مذکورہ کو فروخت کر کے اس کے عوض اتنا ہی رقبہ خرید کر وقف کر دے تو جائز ہے یا نہ؟ بینوا توجروا۔

سائل: شیخ محمد صدیق ساکن بہاول نگر

نوٹ: یہ سوال مئی ۱۹۸۰ء کے اواسط میں آیا ہے۔

ہاں اندریں حالات واقف کو اختیار ہے کہ اس چودہ مرلہ غیر متصل رقبہ کو فروخت

کر کے حاصل شدہ رقم دار العلوم کے لئے اتنی اراضی یا زیادہ خرید کر متصل رقبہ خرید کر دیدے مگر فروخت شدہ کی رقم میں سے اپنے لئے کچھ نہ رکھے، جو خرید سے بچے وہ رقم بھی دار العلوم کو دیدے کیونکہ وہ رقبہ دار العلوم کا ہی ہے۔ فتح القدیر ج ۵ ص ۴۴۰، بحر الرائق ج ۵ ص ۲۲۳، عقود الدریہ ج ۱ ص ۱۱۷، شامی ج ۳ ص ۵۳۹ میں بالفاظ متقاربہ ہے الحاصل ان الاستبدال اما عن شرط الاستبدال او لا عن شرطہ فان کان لخروج الوقف عن انتفاع الموقوف علیہم فینبغی ان لا یختلف فیہ۔ اور علماء کرام نے بھی یہی فرمایا ہے یفتی بکل ما ھو انفع للوقف (فتاوی خیریہ ج ۱ ص ۱۲۰) بحر الرائق ج ۵ ص ۲۲۱ میں ہے لان الوقف یحمل الانتقال من ارض الی ارض۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ ۲۰-۵-۸۰

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا

(النساء)

بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے اپنے مقرر وقت پر

اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِہِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنْ عَمَلِہٖ صَلٰوتُہٗ۔ (ترمذی)

"بے شک قیامت کے روز بندے کے عملوں میں سے سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔"

کتاب الصلوٰۃ

باب الاوقات

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ حنفی مذہب میں نمازِ عصر اول وقت یا اوسط میں پڑھنی مستحب ہے یا اتنی تاخیر اولیٰ و مستحب ہے کہ مکروہ وقت سے اتنی پہلے مکمل ہو جائے کہ دوبارہ باجماعت ادا کرنے کی صورت میں مکروہ وقت کا شبہ نہ ہو۔ فقہ حنفی کی کتبِ معتبرہ کے حوالہ جات سے تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

منجانب: اہالیانِ جامع مسجد پیر اسلام حکیم حاجی غلام محمد والی حویلی لکھا تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال ۷۷-۱۰-۹

بلا شک وشبہ وریب مذہبِ مہذبِ حنفی کی جلیل القدر کتبِ معتبرہ متون وشروح و فتاویٰ میں روزِ روشن سے بھی زیادہ روشن ہے کہ نمازِ عصر کی ادا کا وقت مستحب جبکہ بادل نہ ہوں ہر موسم میں یہ ہے کہ سورج زرد ہونے سے پہلے پہلے یعنی جب تک کہ نظر اس پر نہ ٹھہر سکے نماز پوری ادا ہو جائے چنانچہ قدوری ص ۲۱، کنز الدقائق ص ۱۷، وقایہ متنِ شرح الوقایہ ص ۱۴۸، ہدایہ ص ۸۳، مبسوطِ سرخسی ج۱ ص ۱۴۷، بدائع صنائع ج۱ ص ۱۲۵، تنویر الابصار، در المختار، شامی ج۱ ص ۳۴۱، ملتقی الابحر ص ۱۷، شرح الکنز زیلعی ص ۸۳، عینی ص ۱۹، بحر الرائق ج۱ ص ۲۴۷، فتح القدیر ج۱ ص ۱۹۹، عنایہ ج۱ ص ۱۹۹ میں ہے والنظم من المبسوط فاما العصر فالمستحب تاخیرھا فی الصیف والشتاء عندنا بحدان یؤدیھا والشمس بیضاء نقیۃ لم یدخلھا تغیر یعنی عصر کی نماز کے لئے یہ مستحب ہے کہ اتنی مؤخر کی جائے گرمیوں اور سردیوں میں کہ سورج سفید اور صاف ہونے کے وقت میں جب کہ اس کی ٹکیہ بدلی نہ ہو ادا ہو جائے۔ اور اس بدلنے سے مراد یہ ہے کہ سورج کی ٹکیہ پر نظر جم جائے اور پریشان نہ ہو، یہی تفسیر صحیح ہے۔

فتاویٰ عالمگیر ج۱ ص ۵۲، فتاویٰ قاضی خان مطبوعہ مع الھندیہ ص ۴۲، منیۃ المصلی ص ۲۰۸، مجمع الانہر ص ۷۱، جوہرہ نیرہ ص ۵۰، عینی علی الکنز ص ۱۹، بحر الرائق ج۱ ص ۲۴۷، تبیین الحقائق ص ۸۳، عینی علی الھدایہ ج۱ ص ۵۰۵، ہدایہ ص ۸۳، در المختار

تنویر الابصار رد المحتار ج ا ص ۳۴۱، مراقی الفلاح ص ۱۰۸ وغیرہا میں ہے والنظم من الهندية والعبرة لتغير القرص لا لتغير الضوء فمتى صار القرص بحيث لا تحار فيه العين فقد تغيرت والا لا كذا فى الكافى وهو الصحيح كذا فى الهداية اور یہی حدیث مرفوع سنن ابی داؤد ج ا ص ۵۹ کا تقاضا ہے جو حضرت علی بن شیبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے قدمنا على رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة فكان يؤخر العصر ما دامت الشمس بيضاء نقية یعنی ہم مدینہ منورہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور عصر کی نماز مؤخر فرماتے تھے جب تک سورج سفید اور صاف رہتا تھا بلکہ نمازِ عصر کا نام عصر رکھا ہی اس لئے گیا کہ مؤخر کی جاتی ہے، عربی زبان میں عصر کا معنٰے نچوڑنا ہے چنانچہ مبسوطِ سرخسی ج ا ص ۱۴۷، بدائع صنائع ج ا ص ۱۲۵ میں ہے وقيل سميت العصر لانها تعصر اى تؤخر سنن دارقطنی ج ا ص ۹۵ میں حضرت ابوقلابہ وغیرہ سے باسناد روایات میں آیا ہے واللفظ له انما سميت العصر لتعصر پھر یہ حدیث مرفوع صحیح کا فیصلہ ہے کہ نمازِ عصر کے بعد کوئی نفل نماز نہ پڑھی جائے كما فى الصحيحين البخارى ومسلم وغيرهما صراحة اور یہی سب اسفار فقہ حنفی میں مبین ہے لہٰذا نمازِ عصر دیر سے پڑھی جائے کہ نوافل کا وقت بند نہ ہوسکتے کہ خود ہی بعد از نماز سورج کے زرد ہونے کے ساتھ بند ہو جائے كما فى الاحاديث المباركة واسفار الفقه الحنفى۔

باقی سائلین حضرات کا استفتاء میں یہ کہنا کہ اتنا وقت بعد از نماز باقی ہو کہ دوبارہ باجماعت ادا کی جاسکے مکروہ ہونے سے پہلے پہلے تو یہ شرط کتبِ متداولہ سے مجھے کہیں نظر نہیں آئی، ہاں یہ نظر آیا کہ مقتدی مسبوق اپنی باقیماندہ نماز کراہتِ وقت سے پہلے ادا کرسکے چنانچہ شامی ج ا ص ۳۴۱ میں ہے وينبغى ان لا يؤخر تاخيرا لا يمكن للمسبوق

قضاءعمافات- اورمسبوق چونکہ قعدہ میں بھی شامل ہوسکتا ہے لہٰذا چار رکعت کا وقت باقی ہونا چاہیئے مگر یہ بھی کسی امام یا شیخ متقدم کا قول نہیں بلکہ متاخرین میں سے کسی صاحب کی بحث یعنی اپنا خیال ہے جو وجیہ ہے کہ جماعت میں شامل ہونا بلاشبہہ جائز ہے اور مقتدی کا خیال رکھنا بھی بہتر ہے مگر دوبارہ جماعت والی قید نہیں ہونی چاہیئے کہ اس کی بنا محض اس وہم پر ہے کہ شاید نماز فاسد ہو جائے تو دوبارہ کرالی جائے جس کا وجود محض وہم ہی وہم ہے و لاعبرة للاوھام ہاں اگر بادل گھرے ہوں تو نماز جلدی پڑھنی مستحب ہے کما فی جمیع الکتب المعتبرة۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ الاعظم وآلہ واصحٰبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۲ر ذی القعدۃ ۱۳۹۷ھ ۷۷-۱۰-۲۶

باب الاذان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قبلہ حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتھم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج گرامی!

ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ درود شریف ہر وقت پڑھنا چاہیے لیکن اذان سے قبل پڑھنا بدعت ہے۔ امید کہ آپ وضاحت فرمائیں گے۔ والسلام

رحمت علی ۲۸ ۵ ب پیر غنی ضلع ساہیوال

کسی مولوی صاحب کا بلا دلیل کچھ کہہ دینا اللہ تبارک وتعالےٰ کے کسی حکم کو بدلا نہیں سکتا جب کہ صاف صاف حکم ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا یہ حکم مطلق ہے اور عموم واطلاق سے استدلال زمانۂ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آج تک علما میں شائع وذائع ہے یعنی جب ایک بات کو شرع نے محمود فرمایا تو جہاں جس وقت اور جس طرح واقع ہوگی ہمیشہ محمود رہے گی تاوقتیکہ کسی صورتِ خاصہ کی ممانعت خاص شرع سے نہ آجائے مثلاً مطلق ذکرِ الٰہی کی خوبی قرآن وحدیث سے ثابت ہوئی تو جب کبھی کہیں کسی طور پر خدا کی یاد کی جائے گی بہتری ہوگی۔ ہر ہر صورت کا ثبوت ضروری نہیں مگر پاخانہ میں بیٹھ کر زبان سے یادِ الٰہی کرنا ممنوع کہ اس خاص صورت کی برائی شرع سے ثابت، غرض جس مطلق کی خوبی معلوم اس کی خاص خاص صورتوں کی جداجدا خوبی ثابت کرنا ضرور نہیں کہ آخر وہ صورتیں اسی مطلق کی تو ہیں جس کی بھلائی ثابت ہوچکی بلکہ کسی خصوصیت کی برائی ماننا یہ محتاجِ دلیل ہے، مسلم الثبوت[1] میں ہے شاع وذاع احتجاجھم سلفا وخلفا بالعمومات من غیر نکیر، اسی میں ہے العمل بالمطلق یقتضی الاطلاق[2] تحریر الاصول[3] علامہ ابن الہمام اور اس کی شرح میں ہے العمل بہ ان یجزیٔ کل ماصدق علیہ المطلق لہٰذا درود شریف ہر وقت پڑھنا چاہئے جب کسی خاص جگہ پڑھنے کی ممانعت نہ آئے تو مولوی صاحب اذان سے پہلے پڑھنے کی ممانعت کسی آیت یا حدیث سے لاتے تو منع ہوتا صرف

ان کے کہنے سے منع نہیں ہو سکتا للذا اگر کوئی پڑھے تو اسے منع نہیں کرنا چاہیے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد وعلیٰ آلہ و

اصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۸ شوال المکرم ۱۴۰۱ھ ۸۱-۸-۱۹

بخدمت مخدومی ومتاعی فقیہ اعظم دامت برکاتہم العالیہ!

سلام مسنون! دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ کے صدقہ جلیلہ میں جناب کا سایۂ عاطفت ہم اہلِ سنت پر تا ابد قائم رکھے۔ آمین۔

عالی جناب حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنا (جو کہ اب اہلِ سنت کا شعار بن چکا ہے) از روئے شرعِ متین جائز ہے، مستحب ہے، سنت ہے، فرض ہے اور دلائلِ شرعیہ کیا ہیں؟

ہ ص ۱۵۴

ہ مسلم الثبوت ص ۲۴۴

ہ ج ۱ ص ۳۳۱

قبل ازیں بھی ایک عریضہ حاضر خدمت کر چکا ہوں لیکن تا حال حضور کا جواب نہیں آیا ہے، امید ہے کہ حضور اولین فرصت میں جواب سے نوازیں گے۔

فقط والسلام

حضور کا خادم سید فیض الحسن شاہ تنویر قادری

فیض العلوم فقیر والی ضلع بہاولنگر

صلوٰۃ وسلام کا پڑھنا قبل اذان بھی بلاشک وشبہ وریب جائز ہے کیونکہ سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶ میں اللہ رب العالمین جل وعلا کے دونوں حکم یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا مطلق ہیں اور اصولِ فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے المطلق یجری علی اطلاقہ اور اس اطلاق میں یقیناً قبل اذان بھی داخل ہے اور یونہی کھڑے ہو کر اور بلند آواز سے پڑھنا بھی یقیناً داخل ہے تو یہ حکم رب العالمین کی تعمیل ہوئی تو نا جائز ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور یہ بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا حضور پُر نور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور قرآنِ کریم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم کا صریح حکم مطلق دیتا ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت ۱۵۷ کے آخر میں ہے فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوا

النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ سورۃ الفتح شریف کی آیت ۹ میں ہے لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ اور یونہی اور بھی متعدد آیات سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر و تعظیم کی اہمیت نیم ماہ و مہر نیمروز سے بھی زیادہ نمایاں و عیاں ہے لہٰذا اس کے جواز و استحباب میں ذرہ بھر بھی شک و شبہہ نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولنا محمد و علی آلہٖ و اصحابہٖ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۸ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ ۶-۷-۷۶ء

الجواب ھو الصواب بلا شک و ارتیاب
ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری نائب مہتمم
دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور
۶-۷-۷۶ء

الجواب صحیح والمجیب نجیح
ابو الضیاء محمد باقر نوری صدر المدرسین
دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

الاستفتاء

بحضور سیدی و سندی فقیہ اعظم قبلہ شیخ الحدیث بانی دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:۔

امید کہ حضور والا مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات فرماکر حوصلہ افزائی کریں گے'

ہمارے محلہ کی مسجد میں صلوٰۃ وسلام کے بارے میں جھگڑا ہوا ہے اور دیوبندی حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضرتِ بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اذان سے قبل کچھ نہیں پڑھا۔ آپ اِس کے بارے میں ثبوت دیں کہ حضرتِ بلال اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام یا کوئی دعا پڑھتے تھے یا نہیں اور وہ کہتے ہیں حضرتِ بلال کا صلوٰۃ وسلام پڑھنا ثبوت ہوجائے تو ہم خود صلوٰۃ و سلام پڑھیں گے۔

عرضے

حافظ جان محمد قادری امام مسجد محلہ این بلاک عارفوالہ تحصیل پاکپتن شریف ضلع ساہیوال

قرآنِ کریم کا ارشاد ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ یہ حکم مطلق ہے کوئی دیوبندی کوئی آیت یا حدیث سے تخصیص نہیں کرسکتا' باقی رہے حضرتِ بلال تو وہ ہمیشہ دعا قبل از اذان پڑھتے تھے۔ دیکھو ابوداؤد ج ا ص ۷۷، سننِ بیہقی ج ا ص ۴۲۵۔ یہ حدیث حسن ہے۔ حافظِ حدیث حضرت ابوالفضل ابنِ حجر علیہ الرحمہ فتح الباری شرح صحیح بخاری ج۲ ص ۸۱ میں فرماتے ہیں اسنادہ حسن پھر ابوداؤد کی شرح عون المعبود جو ایک غیر مقلد کی شرح ہے اس کے ج ا ص ۲۰۴ میں بھی اِس حدیث کی

شرح میں کوئی اعتراض نہیں اور یونہی اس کی شرح بذل المجہود ج۱ ص ۲۹۸ میں کوئی اعتراض نہ کیا۔ اس حدیث شریف کے کلمات یہ ہیں عن عروۃ بن الزبیر عن امرأۃ من بنی النجار قالت کان بیتی من اطول بیت کان حول المسجد فکان بلال یؤذن علیہ الفجر فیأتی بسحر فیجلس علی البیت ینظر الی الفجر فاذا راٰہ تمطی ثم قال اللّٰھم انی احمدك واستعینك علی قریش ان یقیموا دینك قالت ثم یؤذن قالت واللہ ما علمتہ کان ترکھا لیلۃ واحدۃ ھٰذہ الکلمات۔

(ترجمہ) عروہ بن زبیر سے روایت ہے بنی نجار کی ایک خاتون سے (جو صحابیہ ہیں) فرماتی ہیں کہ تھا میرا گھر بڑا اونچا مسجد کے آس پاس والے گھروں سے اور تھے حضرت بلال اس پر فجر کی اذان دیتے، پس آتے سحری کے وقت پس بیٹھ جاتے اس مکان پر نظر کرتے ہوئے طرف فجر کی، جب دیکھتے فجر انگڑائی لیتے پھر یہ دعا کرتے اللّٰھم انی احمدك واستعینك علی قریش ان یقیموا دینك پھر اذان دیتے فرمایا مائی صاحبہ نے اور اللہ کی قسم نہیں جانتی میں ان کو کہ چھوڑا ہو کسی ایک رات بھی ان کلمات کو۔

تو اس حدیث شریف سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ حضرتِ بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ اس دعا کو ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اور دعا کی سنتوں میں اوّل آخر درود شریف پڑھنا بھی داخلِ سنت ہے تو درود شریف بھی ثابت ہوا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی خود اس دعا کو سن کر منع نہیں فرمایا ورنہ ترک جاتے اور ہمیشہ نہ کہتے تو یہ حدیث تقریری بنی، تو مرفوع حدیث سے ثبوت ہو گیا جبکہ قرآنِ حکیم

کے مطلق حکم سے بھی ثابت ہے اور یہ تو خوب ظاہر ہے کہ مطلق کا اطلاق بھی پر زور دلیل ہے جیسے کہ کتبِ اصولِ فقہ سے واضح ہے تو آپ کے محلہ والے دیوبندی صاحب وعدہ کے پکے ہیں تو صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیں ورنہ آپ تو پڑھتے رہیں، کسی کے شک ڈالنے سے شک میں نہ پڑیں۔ یہ لوگ حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام جس طرح پڑھ نہیں سکتے یونہی سن بھی نہیں سکتے تو آپ ان کی باتوں میں نہ آئیں۔

واللہ الہادی

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۹ر شوال المکرم ۱۴۰۱ھ، ۳۰-۸-۱۹۸۱ء

باب الإمامة

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ زید ایک امام مسجد ہے، اس نے عمداً بھنگ پی لیا اور بعد میں توبہ بھی کر لی، کیا امامت کرا سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اسماعیل

قلعہ حاجی محمد یوسف بھٹی تحصیل دیپال پور

زید نے بڑی سخت غلطی کی کہ امام ہو کر بھنگ پی لی حالانکہ نشہ آور چیز حرام ہے مگر چونکہ ابھی تک توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور اللہ تعالٰی نے فرمایا تُوبُوا اِلَی اللّٰہِ تَوبَۃً نَّصُوحًا لہٰذا توبہ کے بعد امامت کرا سکتا ہے، حدیث شریف سے ثابت ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ[1] کہ گناہ سے توبہ کرنے والا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ اس کا کوئی گناہ ہی نہیں اور حافظ صاحب توبہ کے ساتھ ایک دیگ خیرات کرنے کا عہد بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰی بخش ہو جاتے۔ حدیث شریف میں ہے ان الصدقۃ لتطفئ غضب الرب[2] والحمد للہ تعالٰی وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ ۲۳-۴-۸۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ حج کرنے جاتے ہیں تو حرمین

---

[1] جامع ترمذی ج ۱ ص ۸۴۔

طیبین میں صحیح العقیدہ سنی امام کے پیچھے نماز ادا کرنا سخت دشوار ہوتا ہے کیونکہ حرمین طیبین میں فی زمانہ نجدیوں کی حکومت ہے بدیں وجہ حرمین شریفین میں ائمہ مساجد حکومت کی طرف سے مقرر کردہ امام ہیں اور وہ غالباً نجدی ہیں اور اگر کوئی شخص علیحدہ جماعت کرائے تو حکومت کی طرف سے یہ ممنوع ہے، اسے فساد کہہ کر منع کیا جاتا ہے تو ایسے حالات میں مقرر شدہ ائمہ مساجد کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اگر پڑھی جائے تو جماعت کی فضیلت حاصل ہوگی یا نہیں؟

زید کا قول ہے کہ مجبوری کی حالت میں حکومت کے مقرر کردہ امام کے پیچھے نماز پڑھ لینا جائز ہے اور ایسا کرنے سے جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی، فتح القدیر میں ہے وفی الدرایۃ قال اصحابنا لاینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعۃ لان فی غیرھا یجد اماما غیرہ نیز اسی میں ہے لو صلی خلف فاسق او مبتدع احرز ثواب الجماعۃ لکن لا یحرز ثواب المصلی خلف تقی اور اسی میں ہے یرید بالمبتدع من لم یکفر۔

زید کا قول ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت قدس سرہ نے جو ہندوستان کے وہابیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے سختی سے منع فرمایا ہے تو تحذیراً وتنفیراً للقوم ہے کیونکہ ان دیار میں کوئی مجبوری نہیں ہے پھر سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حکم شرعی کے مطابق اسی بدمذہب کی تکفیر کی جو ضروریاتِ دین کے منکر ہیں جو شانِ نبوت ورسالت میں توہین وگستاخی کے مرتکب ہوئے یا ایسا ارتکاب کرنے والوں کو دیدہ ودانستہ حق پر جانتے ہیں لیکن ان کے ماسوا عوام کی تکفیر نہیں کی جا سکتی لہٰذا امام اہلسنت رضی اللہ عنہ کا

فتاویٰ[1] رضویہ مبارکہ میں وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت میں اسی روایت کو دلیل بنایا ہے روی محمد عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف رحمھما اللہ تعالیٰ ان الصلوٰۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز اور اگر اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت اہل الاہوار کو مطلق کافر جانتے تو بجائے اِس روایت کے یہ قول فقہی نقل فرماتے وان انکر بعض ماعلم من الدین ضرورۃ کفر بہا کقولہ ان اللہ جسم کالاجسام وانکارہ صحبۃ الصدیق فلا یصح الاقتداء بہ اصلا (درالمختار)

پھر جو قولِ فقہی امامِ اہلِ سنت مجددِ دین وملت قدس سرہ نے اہل الاہوار کے پیچھے نماز کی ممانعت میں نقل فرمایا اِس کے متعلق فقہاء کا قول ہے روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف ان الصلوٰۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز والصحیح انہا تصح مع الکراھۃ خلف من لا تکفرہ بدعۃ (مراقی الفلاح)

زید کا نظریہ یہ ہے کہ ہر نجدی کی تکفیر نہیں کی جاسکتی، جب تک ضروریاتِ دین میں سے کسی دینی ضروری امر کا انکار نہ کرے اور نجدی حکومت کے منظور شدہ ائمہ مساجد اعتقادیات سے زیادہ واقف نہیں ہوتے بلکہ اگر ان کے سامنے ان کے کسی بڑے کی کوئی گستاخی کی بات بیان کی جائے تو وہ کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں، توبہ توبہ کرتے ہیں بدیں وجہ عوام نجدیوں کو مبتدع ہی کہا جائے گا اور بغیر دلیل کے تکفیر نہیں کی جاسکتی اور بحالتِ مجبوری ان کی اقتداء میں نماز پڑھ لینے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا۔

مراقی الفلاح میں ہے واذا صلی خلف فاسق او مبتدع یکون محرزا ثواب الجماعۃ لکن لاینال ثواب من یصلی خلف امام تقی

---

[1] ج ۳ ص ۲۴۰ وغیرہ (مرتب)

طحطاوی علی المراقی میں ہے قال البدر العینی یجوز الاقتداء بالمخالف و کل بر و فاجر مالم یکن مبتدعا ببدعۃ یکفر بہا۔ ہاں اگر مجبوری ہو تو تو کسی مبتدع کی اقتدا میں نماز ہرگز ہرگز نہ پڑھی جائے جیسے کہ ان دیار میں وہابیہ دیوبندیہ غیر مقلدین وغیرہم ہیں لہٰذا بیان فرمایا جائے کہ زید کا قول درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو دلائل سے تردید کی جائے۔ بینوا توجروا۔

نوٹ: یہ بھی واضح فرمائیں کہ نجدی امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا افضل ہے یا تنہا افضل ہے؟

والسلام

محمد کریم متعلم دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ ضلع سرگودھا

زید کا یہ کہنا کہ عوام نجدیوں کو مبتدع ہی کہا جائے گا اور بغیر دلیل کے تکفیر نہیں کی جا سکتی الخ مجھے درست معلوم ہوتا ہے اور کسی ایسے فاسق و مبتدع امام کی اقتدا میں جس کا کفر ثابت نہ ہو اور ہو بھی مجبوری کی حالت تو نماز درست ہے، اس کی تصدیق زید کے حوالوں کے علاوہ حوالہ جات ذیل سے بھی ہوتی ہے۔

فتاویٰ قاضی خان ص ۴۳ میں ہے من شرائط السنۃ والجماعۃ ان یری الصلوٰۃ خلف کل بر و فاجر۔ عقائد اور شرح عقائد ص ۱۱۵ میں ہے

وتجوز الصلوٰۃ خلف کل بر و فاجر لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوا خلف کل بر و فاجر[1] ولان علماء الامۃ کانوا یصلون خلف الفسقۃ واھل الاھواء والبدع من غیر نکیر وما نقل عن بعض السلف من المنع عن الصلوٰۃ خلف المبتدع فمحمول علی الکراھۃ اذ لا کلام فی کراھۃ الصلوٰۃ خلف الفاسق والمبتدع ھذا اذا لم یؤد الفسق او البدعۃ الی حد الکفر اما اذا ادی الیہ فلا کلام فی عدم جواز الصلوٰۃ خلفہ۔

پھر شرح العقائد ص ۱۱۶ میں اس مسئلہ کو اہلِ سنت کا مابہ الامتیاز قرار دیا، فرمایا من المسائل التی یتمیز بھا اھل السنۃ عن غیرھم اور یہ مسئلہ فتاوٰی قاضی خان ج ا ص ۹۱، خلاصۃ الفتاوٰے ج ا ص ۱۵۰، تنویر الابصار، در المختار شامی ج ا ص ۵۲۵، طحطاوی علی الدر ج ا ص ۲۴۳، فتح القدیر ج ا ص ۳۰۴، کفایہ ج ا ص ۳۰۵، البحر الملتقی اور اس کی شرح در المنتقی اور مجمع الانہر ج ا ص ۱۰۸، زاد الفقیر ص ۵۵، عینی علی الکنز ص ۳۲، عینی علی الہدایۃ ج ا ص ۷۲۲، غرر درر ج ا ص ۸۵، بدائع صنائع ج ا ص ۱۵۷، بحر الرائق ج ا ص ۳۴۹، تبیین الحقائق ج ا ص ۱۳۴، فتاوٰے ہندیہ ج ا ص ۸۴ میں ہے والنظم من الھندیۃ ان کان ھوی لا یکفر بہ صاحبہ تجوز الصلوٰۃ خلفہ مع الکراھۃ والا فلا ھکذا فی التبیین والخلاصۃ وھو الصحیح ھکذا فی البدائع۔ نیز ہندیہ اور عینی علی الہدایہ وغیرہا میں بکلماتِ متقاربہ ہے ولو صلی خلف مبتدع او فاسق فھو محرز ثواب الجماعۃ لکن لا ینال

---

[1] سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۸۸، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۲۱ وغیرہ

مثل ما ینال خلف تقی کذا فی الخلاصۃ اور جو عذر جمعہ میں ہے (کما ذکرہ السائل) جب وہ دوسری نمازوں میں بھی پایا جائے تو ان کا بھی وہی حکم ہونا چاہیے چنانچہ بحرالرائق ج ۱ ص ۳۴۹ میں ہے وینبغی ان یکون محل کراھۃ الاقتداء بھم عند وجود غیرھم والا فلا کراھۃ کما لایخفی پھر تقدیم و تقدم کا فرق ہے یعنی انفرادی یا اجتماعی اختیار سے کسی ایسے کی تقدیم یعنی امام بنانا مکروہ ہے اور کسی ایسے کا اپنی انفرادی یا اجتماعی طاقت سے تقدم یعنی امام بن جانا بے طاقت افراد پر اثر انداز نہیں ہوتا اور پہلے قسم کی طرح کراہت نہیں ہوگی۔

قدوری اور اس کی شرح جوہرہ نیرہ ج ۱ ص ۷۰ اور ہدایہ، فتح القدیر، کفایہ، عنایہ ص ۳۰۳ وغیرہا میں ہے والنظم من القدوری ویکرہ تقدیم العبد (الی ان قال) فان تقدموا جاز۔ اس جاز کا تقاضائے ظاہر مقابلہ کے اعتبار سے عدم الکراہۃ ہے مگر غرر درر ج ۱ ص ۸۶ اور غنیۃ المستملی ص ۳۵۱ میں بکلمات متقاربہ ہے جاز مع الکراھۃ اور یہ کراہتِ تنزیہیہ ہی ہو سکتی ہے۔

بحرالرائق ج ۱ ص ۳۴۹ اور حاشیہ درر، غنیہ ذوی الاحکام ج ۱ ص ۸۶ میں ہے والنظم منھا قول الکراھۃ تنزیھیۃ کما فی البحر اور بحر میں اتنا اضافہ اور بھی فرمایا فان امکن الصلوٰۃ خلف غیرھم فھو افضل والا فالاقتداء اولیٰ من الانفراد اور یہ فرق بھی ہو سکتا ہے کہ تقدیم میں دو کراہتیں ہوں، نفسِ تقدیم اور صلوٰۃ خلفھم اور تقدم کی صورت میں صرف صلوٰۃ خلفھم کی کراہت ہو۔

تنبیہ: حدیث شریف صلوا خلف کل بر و فاجر بلاشبہ قابلِ استدلال ہے۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۵ میں ہے یرتقی الی درجۃ الحسن

عند المحققین وھو الصواب۔ کبیری ص ۴۷۹ میں فرمایا وحاصلہ ان مرسل وھو حجۃ عندنا وعند مالک وجمھور الفقہاء فیکون حجۃ (الیٰ ان قال) یرتقی الیٰ درجۃ الحسن عند المحققین

حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ ص ۵۲۵ میں اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں " وعلماء اہلِ سنت وسنت برآں اجماع کردہ ودر کتبِ عقائد آنرا ذکر کردہ وآنرا از علاماتِ سنت وجماعت داشتہ اند (الیٰ ان قال) وبالجملہ وے از حیثیتِ حدیث ظنی ست واز حیثیت اجماع قطعی " لہٰذا ہمارے مشائخ کرام نے اِس سے استدلال فرمایا کما مر (ھٰذا)

البتہ زید کا اولِ سوال میں یہ کہنا کہ حرمین طیبین میں صحیح العقیدہ سنّی امام کے پیچھے نماز ادا کرنا الخ محلِ نظر ہے۔ اگر باقاعدہ محتاط ہو کر ادا کریں تو ہو سکتا ہے بلکہ آسانی سے ہو تا رہتا ہے کما جربناہ فی الحجات المتعددۃ و للہ الحمد والمنۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ سیدنا سیدنا محمد وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۸ شعبان المعظم ۱۳۹۴ھ

۲۷-۸-۷۴

الاستفتاء

از کندھ کوٹ ۷ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

بخدمتِ اقدس استاذ العلماء مخدوم الفقراء والفقہاء حضرت علامہ صاحب

السلام علیکم: بعد از ہدیہ مسنون کے معروض خدمت ہوں، خیریت ہے۔ امید ہے آپ بھی بخیریت ہوں گے۔ مندرجہ ذیل مسائل کا جواب باصواب ارسال فرما کر مشکور فرماویں۔

۱- ایک امام مسجد میت کو غسل بھی دیتا ہے اور مستقل امامت بھی کراتا ہے۔ اس کا غسل دینا معاوضہ مطلوب ہوتا ہے تو اس صورت میں اس کی مستقل امامت جائز بلکہ بلا کراہت ہے یا کہ ناجائز یا مکروہ ہے، جب عوام اس کام کو حقیر جانتے ہیں اور غسال کو بھی ادنیٰ نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور غسل دینا امام کے لئے ایک امامت کے لوازم میں شمار کرتے ہیں، مفصل بیان لکھیں۔

۲- بعض علاقوں میں مرد عورتوں کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں اور یہ بات ایک ضروری سمجھی جاتی ہے، غیر محرم عورت کو بھی مصافحہ کرتے ہیں تو یہ جائز ہے یا ناجائز؟

۳- مسجد کے باہر وضو کے لئے ٹوٹیاں، ٹینکی، نلکا وغیرہ پہ زکوٰۃ کا مال لگ سکتا ہے یا نہیں؟ فقط والسلام

بشیر احمد معرفت حاجی ولی محمد دوکاندار،

کندھ کوٹ ضلع جیکب آباد، سندھ

۱۔ میت کو غسل دینا ضروری ہے، اس کو حقیر کیوں سمجھا جاتا ہے؟ اصل تو یہ ہے کہ میت کے وارث گھر والے غسل دیں مگر رونے چلّانے میں لوگ چالاک ہیں اور ایک فریضۂ دینی ادا کرنا ناپسند ہے۔ امام کو کیوں مجبور کرتے ہیں کہ غسل دے اور جب دیتا ہے تو نکتہ چینیاں شروع کر دیتے ہیں اور معاوضۃً مال خود دیتے ہیں۔ امام پر فضول اعتراض نہیں کرنا چاہیے بلکہ فضول سے ہمیشہ بچنا چاہیے۔ فتاویٰ عالمگیری ج۱ ص ۸۲ میں ہے ویستحب للغاسل ان یکون اقرب الناس الی المیت فان لم یعلم الغسل فاھل الامانۃ والورع۔ دیکھو پرہیزگار بہتر ہے تو معلوم ہوا کہ اعتراض فضول ہے والافضل ان یغسل المیت مجانا وان ابتغی الغاسل الاجر یجوز اخذ الاجر الخ

۲۔ مرد کا غیر محرم عورت سے مصافحہ کرنا ناجائز ہے۔ ہماری پیاری ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں واللہ ما مست ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ید امرأۃ قط[۱] حالانکہ آپ سب امت کے باپ ہیں تو اور کس کو جائز ہو؟ جو لوگ جائز کہتے ہیں جاہل ہیں؟ حرام کو حلال بلکہ ضروری سمجھتے ہیں، جائز نہیں ناجائز ہے دیکھو درالمختار شامی ج۵ ص ۳۲۵، ۳۲۶۔

[۱] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۹۶

۳۔ زکوٰۃ کے مال میں مالک بنانا ضروری ہے لہٰذا مسجد اور ٹوٹیوں پر زکوٰۃ کا مال خرچ نہیں ہوسکتا۔ فتاوٰی عالمگیر ج ا ص ۱۷۹ میں ہے لا یجوز ان یبنی بالزکوٰۃ المسجد وکذا القناطیر والسقایات الخ۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ الاکرم وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۳ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

۲۸-۵-۸۰

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام مسجد مولوی صاحب فریضہ امامت ادا کرتے ہوئے یہ عقیدہ رکھے اذان پڑھنے سے پہلے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھنا واقعی بدعت ہے، شرعاً جائز نہیں ہے اور اس کا کوئی ثواب بھی نہیں ہے، کیا بحکم شریعت ایسے امام کے پیچھے نماز کے ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟ مدلل و مفصل جواب عطا فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

میاں نور محمد ولد امیر قوم سندھیلا، چک ۱۲۰ 9.L ساہیوال

حاجی محمد یوسف مہتمم مدرسہ جامعہ غوثیہ حضرت خواجہ محمد پناہ رحمۃ اللہ علیہ

قرآن کریم میں ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا لہٰذا صلوٰۃ وسلام جس وقت اور جس جگہ بھی پڑھا جائے جائز ہے اور اس حکم پاک کی تعمیل ہے، اس کو بدعت کہنے یا عقیدہ کرنے والا سخت ترین غلطی پر ہے، اس پر فرض ہے کہ صدقِ دل سے توبہ کرے ورنہ امامت کے قابل نہیں۔ امامت کے لئے ضروری ہے کہ حضور امام الاولین والآخرین صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اچھا عقیدہ رکھے اور ان پر صلوٰۃ وسلام جو خاص اعزاز و اکرام ہے اس کو جائز اور باعثِ ثواب و نجاتِ دارین جانے اور کسی آیت یا حدیث کے حکمِ خاص سے جب تک ممانعت ثابت نہ ہو مثلاً پاخانہ کے وقت یا بیت الخلاء میں نہ پڑھے، ناجائز و بدعت نہ کہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولٰنا محمد والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ

۱۸-۹-۷۶

الاستفتاء

جناب محترم و مکرم مولانا مفتی صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ :-

عرض احوال یہ ہے کہ چند روز ہوئے ہمارے گاؤں میں محمد شکیل نام کا ایک مولوی بطور امیدوار امام مسجد آیا۔ جمعہ کے دن اس نے دورانِ تقریر اولیاء اللہ کے حالات و حکایات بھی بیان کئے، علمِ غیب کی باتوں کو علمِ غیب نہیں مانا بلکہ کہا کہ اولیاء اللہ کو علمِ غیب نہیں ہوتا بلکہ وہ لوگ اپنی نورانیت سے بھانپ لیا کرتے ہیں، بعد نمازِ جمعہ اس نے کتاب سے دیکھ کر سلام بھی پڑھا۔

ہم نے اس سے پوچھا کہ آپ نے تعلیم کہاں سے حاصل کی ہے؟ اس نے بتایا کہ مدرسہ خیر المدارس ملتان سے تعلیم حاصل کی ہے، دیگر ذرائع سے ہمیں معلوم ہوا کہ وہ، اس کا باپ اور اس کے رشتے دار پکے دیوبندی ہیں۔ ہمیں اس کے صحیح بریلوی مسلک ہونے میں شک ہوا لہٰذا راقم نے ایک سوال مولوی مذکور کو مسجد میں لکھ کر بھیجا کہ آپ علی الاعلان بتائیں کہ مولوی اشرف علی تھانوی مصنف بہشتی زیور کافر ہے یا مسلمان؟

مولوی مذکور نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا فقط یہ کہا کہ ہم کسی کلمہ گو مسلمان کو کافر نہیں کہتے اور کافر کو بھی کافر نہیں کہنا چاہیے۔ جواب سن کر ہم نے برسرِ عام اعلان کیا کہ ہم اس مولوی کو امام رکھنے میں رضامند نہیں ہیں لیکن لوگوں نے اپنی مرضی سے امام رکھ لیا

(اکثریت اَن پڑھ لوگوں کی ہے) اور تصدیق کے لئے صاحبزادہ عبدالسلام ولد عبدالصمد صاحب عرف حضور جی جو کہ رنیالہ خورد ضلع ساہیوال میں ایک گدی نشین پیر ہیں، ان سے رجوع کیا کیونکہ اس گاؤں کے چند افراد اور مولوی مذکور ان کا مرید ہے (صاحبزادہ عبدالسلام صاحب کے دیوبندی بھی بہت سے مرید ہیں) انہوں نے یعنی صاحبزادہ عبدالسلام صاحب نے کہا کہ یہ مولوی مذکور پہلے دیوبندی تھا اب ٹھیک ہے، دوسرے یہ کہ ہم کسی کلمہ گو مسلمان کو کافر نہیں کہتے۔

اب اِس صورت میں دو سوال آپ کے سامنے پیش ہیں :۔

۱۔ یہ کہ مولوی مذکور کے پیچھے صحیح سنی بریلوی کی نماز ہو گی یا نہیں؟ اگر مولوی صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے لیکن مولوی اشرف علی تھانوی کا معتقد ہے۔

۲۔ یہ کہ کسی پیر کی دلیل کو بطور فتوٰے کے شرعی مسائل میں مانا جاتے یا نہیں؟

جواب جلدی فرما کر شکر گذاری کا موقع بخشیں۔ فقط والسلام

صوفی عبدالعزیز نقشبندی مجددی

معرفت

قمرالدین کریانہ مرچنٹ نزد چکی عبداللہ

کلب روڈ وہاڑی

اہلِ سنت وجماعت کا امام بھی سنی ہو، گول مول امام نہیں ہو سکتا۔ پیر اگر عالم فاضل ہو

اور سنی صحیح العقیدہ تو فتویٰ کے قابل ہے ورنہ نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہٖ وآلہٖ

واصحٰبہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو کہ امام مسجد ہے دوسرے دو اشخاص جو کہ مولوی نہیں ہیں کہا کہ تم میرے ساتھ فلاں مسئلہ پہ بحث مباحثہ کرو تو انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ ہمارا ملازمت کا معاملہ ہے لہٰذا ہم آپ سے کھلم کھلا بات نہیں کر سکتے تو امام مسجد صاحب نے کہا مجھے خدا کی قسم اور قرآن کی قسم اگر میں آپ کے بارے میں یا آپ کا نام لیکر کسی کو بتاؤں، بات ختم ہو گئی۔

ٹھیک دو دن کے بعد جمعہ کے روز عوام الناس کے سامنے لاؤڈ سپیکر پر اعلان کر دیا اور نام لیکر کہا کہ میں افسرانِ بالا کو اپیل کرتا ہوں کہ آپ فلاں فلاں مولوی صاحبان کو یہاں آنے سے روک دیں کیونکہ یہاں آ کر ایٹم بم گراتے ہیں اور غالباً جمعہ کے بعد یا پہلے ان کے افسروں کو ٹیلی فون پر بتا دیا، جس کو ٹیلی فون کیا تھا اس نے خود بتایا ہے کہ مجھے فلاں آدمی نے ٹیلی فون کیا ہے لہٰذا آپ شریعت کی رو سے فرمائیں، ایسی جھوٹی قسمیں کھانے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ مسئلہ کی صحیح وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

بینوا وتوجروا۔

المستفتیان

سیف اللہ حسن دین بقلم خود احمد یار محمد شفیع

اگر سوال صحیح اور حقیقت واقعی ہے کہ امام مسجد نے قسمیں اٹھا کر وعدہ کیا اور پھر توڑ دیا تو اس نے بڑا جرم کیا۔ قرآنِ کریم اور حدیثِ پاک میں ایفائے عہد کا حکم ہے لہٰذا ایسا شخص مقامِ احترام اور امامت کے لائق نہیں۔ فتاوٰی عالمگیری، شامی، غنیۃ المستملی وغیرہ میں فاسق کی امامت مکروہ لکھی ہے اور مکروہ بھی تحریمی ہے لہٰذا اس شخص کو مصلے سے دور کرنا چاہیے۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ وآلہ واصحٰبہ وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۷ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ ۸-۹-۸۰

بخدمتِ اقدس قبلہ وکعبہ سیدی وسندی غوثی وغیاثی مفتیٔ اعظم پاکستان محدثِ عرب وعجم

شیخ الحدیث والتفسیر قبلہ الحاج اباجان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ :-

۱- شرعِ متین علماءِ دین اس مسئلہ میں کیا فرماتی ہے کہ ایک مولانا صاحب نے عدت میں نکاح پڑھا دیا ہے حالانکہ اس بات کا مولانا صاحب کو پورا پورا علم تھا کہ ابھی تک عدت ختم نہیں ہوئی۔ کیا نفسِ نکاح ہو گیا یا نہیں؟ نیز نکاح خوان پر شرعی حکم کیا سزا، جزا ہے یا کہ نہیں؟

۲- اور مولانا صاحب نے دورانِ جماعت قرآنِ پاک کی ترتیب غلط پڑھی اور مقتدیوں نے بعد از جماعت مولانا صاحب سے پوچھا کہ آپ نے سورتوں کی ترتیب توڑ دی ہے تو مولانا صاحب نے جواب دیا کہ موجودہ قرآنِ پاک کی ترتیب حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ نے دی ہے، غلط ہے۔ کیا بقول مولانا صاحب کے غلط ہے یا کہ نہیں؟ شرع سزا جزا حکم ہے؟

براہِ کرم ان دونوں مسائل کا جلدی اور مدلل بحوالہ جواب سے نوازیں تاکہ ان مسائل کی وجہ سے شبہات دور ہو جائیں۔ فقط والسلام

آپ حضور کا ادنیٰ خادم: محمد عبد الغفور نوری

امام مسجد چک دربار میراں شاہ شریف، ڈاخلی بکا سدھار تحصیل پاکپتن شریف

۱- عدت کے اندر نکاح نہیں ہو سکتا۔ تمام کتبِ فقہِ حنفی کا متفقہ مسئلہ ہے اور

جس نے دیدہ دانستہ نکاح پڑھایا اس نے بڑا ظلم کیا، حرام کا مرتکب ہوا۔ اگر حلال جانا تو اسلام سے بھی خارج ہو گیا اس کا اپنا نکاح بھی ٹوٹ گیا، نئے سرے سے اسلام لائے اور دوبارہ اپنا نکاح بھی کرے، باقی سزا و جزا کا مسئلہ تو وہ حکومت کا کام ہے، اس کی سزا سزائے موت ہے اور جزا ر کچھ بھی نہیں، جزا ر تو نیک کام پر ہوتی ہے، بُرے کام پر سزا ہوتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ قرآنِ پاک کی ترتیب کسی کی خود ساختہ نہیں بلکہ عند اللہ یہی ہے اور لوح محفوظ پر بھی یونہی ہے، وہ خود ساختہ امام جاہل یا بدمذہب ہے، اس کا کہنا غلط ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں خود قرآنِ کریم میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ پ۱۴ سورۃ الحجر آیت ۹۔ نیز ارشاد فرمایا لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ پارہ ۲۴ سورہ حٰم السجدہ آیت ۴۲۔

ان آیات سے روز روشن کی طرح ثابت ہو رہا ہے کہ قرآنِ کریم تغیر و تبدل سے محفوظ ہے، تمام تفاسیر وضاحت سے بیان کر رہی ہیں قرآنِ کریم کی ترتیب صحابہ کرام نے حضور پُر نور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے فرمائی ہے جو ہدایتِ رب العالمین سے ہے۔ دنیا بھر میں قرآنِ کریم کے لاکھوں نسخے ہر ملک میں اِسی ترتیب سے ہیں جاہل ملّا اپنی غلطی نہیں تسلیم کرتا بلکہ حضرتِ ذی النورین رضی اللہ عنہ پر تہمت لگاتا ہے حالانکہ ان کی ترتیب باتفاقِ صحابہ کرام ہے دیکھو تفسیر اتقان ج۱ ص ۵۷ اور اس کے آگے نیز بالاتفاق آیاتِ قرآنِ کریم کی ترتیب یہی ہے، اِس پر ساری امت کا اتفاق ہے تفسیر اتقان ج۱ ص ۶۰۔۶۱ اور یونہی فتح الباری شرح صحیح بخاری ج۲ ص ۲۰۴، ج۹ ص ۳۲ اور قسطلانی ج۲ ص ۱۱۰ اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۲ ص ۲۹۲ وغیرہا کتبِ کثیرہ میں ہے اور اسی سے ترتیبِ سور بھی ثابت

ہو گئی ہے، جاہل لوگ یونہی کوئی بے سری بات ہانک دیتے ہیں اور لوگ شبہ میں پڑ جاتے ہیں، قرآنِ کریم کا شان لاریب فیہ ہے، لہٰذا شبہات سے بچنا ضروری ہے، پھر مدلل جواب کا تقاضا کرتے ہیں حالانکہ دلائل سمجھنے کی لیاقت ہی نہیں۔

بہر حال یہ نہایت مدلل مختصر فتوےٰ لکھ دیا ہے، اللہ تعالےٰ شبہات سے بچائے اور بے دینوں سے پناہ دے، قرآنِ کریم پر اعتبار نہ ہو تو ایمان ہی نہیں، ایسے کے پیچھے نماز جائز ہی نہیں، توبہ کریں اور آئندہ اس کے پیچھے نماز سے بچیں۔ یہ تمام کتبِ فقہ میں صاف صاف لکھا ہے، دلائل کا مطالبہ کرتے ہیں اور علم نہیں پڑھتے تو کیا سمجھیں گے؟

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۴ر شوال المکرم ۱۴۰۰ھ ۱۶-۸-۸۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال جب کہ امام کے سامنے کھڑا ہو کیسا ہے اور مکبر کے سامنے کھڑا ہو تو کیسا ہے۔ جو آدمی یہ کہے کہ عدمِ جواز کے علماء کے فتوے کو جو نہیں مانتا وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے اس کے پیچھے امامت نہیں ہوتی۔ مذکورہ شخص کے

بارے میں شرع شریف کیا حکم صادر فرماتی ہے تفصیل سے ذرا جواب ارقام فرمائیں بینوا وتوجروا۔

السائل، ابوالاعجاز قاری امتیاز حسین نقشبندی
مدرس دارالعلوم جامعہ قادریہ رضویہ مصطفےٰ آباد
سرگودہا روڈ فیصل آباد

نماز شروع کرنے سے قبل امام کے پاس سپیکر لول رہا اور چالو کیا جاتے کہ امام کی آواز اور تک پہنچا دے تو شرعاً جائز ہے کیونکہ اباحت اصلیہ کا یہی تقاضا ہے کہ جس کی حرمت یا عدم جواز قرآنِ کریم اور حدیثِ پاک سے ثابت نہ ہو وہ مباح ہے وَمَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا اللہ تعالےٰ بھول سے پاک ہے۔

دین کامل ہو چکا اب یہ دین میں پیوند کاری کرنے والے کون ہیں، ان میں سے پیش پیش مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب رضائے مصطفےٰ والے ہیں مگر آج تک انہوں نے بھی کوئی آیت یا حدیثِ حرمت و عدمِ جواز کے لئے نہیں لکھی، اس کی تفصیل فتاوٰے نوریہ رسالہ مکبر الصوت میں ہے من شاء فلینظر۔

عدمِ جواز کے قائلین آج تک کوئی دلیل پیش نہیں کر سکے اور تقریباً اسلامیان

عالم عملی طور پر استعمال کر رہے ہیں، صرف ہندوستان اور پاکستان کے بعض حضرات ہی بلا دلیل عدم جواز پر زور دیتے ہیں۔

رہا وہ حکم جو فرقی کہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں وہ سراسر جہالت ہے عدم جواز کے قائلین بھی یوں ہرگز ہرگز نہیں کہتے، ایسا کہنے والا فوراً توبہ کرے ورنہ احادیثِ صحیحہ مسلم و بخاری سے ڈرے حقد باء پر غور کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ ۲۸-۴-۸۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرض نماز اور وتر، تراویح، عیدین، جمعۃ المبارک لاؤڈ سپیکر میں جائز ہے یا نہیں شبینہ اور تراویح اور جمعۃ المبارک کے موقع پر اکثر مقامات پر لاؤڈ سپیکر استعمال کیا جاتا ہے، آیا یہ جائز ہے یا نہیں تفصیلی طور پر

یہ عمل اجماع حضرت مولانا فضیلۃ الشیخ محمد ضیاء الدین صاحب مدنی دامت برکاتہم العالیہ نے تفصیلاً بیان کیا جسے میں نے سامنے فرماتے ہوئے اپنے کانوں سے سنا اور حضرت موصوف امام اہلسنت اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کے خلیفہ ہیں۔ ۱۲ منہ غفرلہ

صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۱ ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۷

ازروئے شرع جواب سے مطلع فرماکر شکریہ کا موقع دیں۔ فقط

محتاج الدعاء: الفقیر محمد بشیر چشتی غفرلہ ۲۸-۷-۱۹۸۲

نماز فرض وغیرہ یوں ادا کرنی کہ امام کے پاس پہلے سے چالوسپیکر رکھا جائے کہ امام کی قرارت اور تکبیراتِ انتقالیہ مقتدی بہ آسانی سن سکیں جائز ہے جس کا جواز آفتابِ نصف النہار اور ماہِ نیم ماہ سے زیادہ نمایاں اور بفضلہٖ تعالٰی ثابت کیا گیا ہے۔ فقیر نے مختلف سوالات کے جوابات دیئے ہیں۔ رسالہ مکبر الصوت کئی مرتبہ چھپ چکا ہے اور اب وہ الگ تو نایاب ہے البتہ فتاوٰے نوریہ میں آپ دیکھ سکتے ہیں جو بآسانی مل سکتا ہے، جلد اوّل میں رسالہ بالاستیعاب آگیا ہے وہی منگوالیں، اب ضخیم کتاب لکھنی تو مشکل ہے ہاں یہ چیز ذہن نشین رہے کہ یوں استعمال نہ ہو کہ قریب مساجد کے نمازی تکلیف اٹھائیں یا متصلہ مکانوں کے نماز پڑھنے والوں کو تکلیف ہو ورنہ قاعدۂ فقہیہ الضرر یزال کے لحاظ سے قابلِ احتراز ہوگا۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ الانور وآلہ الاطھر۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۱ر شوال المکرم ۱۴۰۳ھ ۱-۸-۸۲

الاستفتاء

قبلہ وکعبہ آداب نیاز۔

جناب قبلہ استاذ العلماء حضرت شیخ الحدیث فقیہ اعظم مولانا الحاج ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی قادری

جناب عالی! السلام علیکم کے بعد مزاج اقدس۔

گزارش ہے کہ بندہ شعبہ تبلیغ کا ممبر ہوں ۱۵۷۔ گزارش ہے کہ ایک مسئلہ درپیش ہے۔ مقتدی نے مغرب کی نماز میں جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور بقایا اکیلا دو رکعت کس طرح پڑھے؟ ایک پڑھ کر التحیات پر بیٹھے یا کہ دونوں پڑھ کر بیٹھ جائے؟ برائے کرم مسئلہ لکھ کر بھیج دیں۔

خادم: حاجی محمد شریف ولد رحیم بخش، غوثیہ فریدیہ مکینیکل ورکشاپ

فتاوےٰ نوریہ کی قیمت آپ کے ہاں کیا ہے اور مل سکتی ہے اور ہم پڑھ سکتے ہیں۔ برائے کرم نگاہِ کرم کیا کرو (آمین)

مغرب کی نماز جماعت کے ساتھ تیسری رکعت ملی تو بعد از سلامِ امام رکعت لیں

پڑھے کہ ایک رکعت بعد از امام تنہا پڑھ کر التحیات اور پھر دوسری رکعت کے آخر میں تشہد پڑھ کر سلام کہے مگر ان دونوں رکعتوں میں قرارتِ سورہ اور فاتحہ پڑھے۔ فتاویٰ عالمگیر ج ۱ ص ۹۱ طبع جدید حتی لو ادرك ركعة من المغرب قضى ركعتين و فصل بقعدة فتكون بثلاث قعدات و قرأ في كل ركعة فاتحة و سورة اور یونہی دوسری کتبِ فقہ حنفی میں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ ۸۰-۸-۶

فتاویٰ نوریہ مکمل مل سکتا ہے، قیمت[1] جلد اول پچیس ۲۵ روپے اور جلد ثانی بائیس ۲۲ روپے۔ اگر یہ جواب پڑھ لیں تو پھر وہ پڑھ لیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

---

[1] اس وقت فتاویٰ کی یہی قیمت تھی جو اوپر درج ہے، اب کاغذ وغیرہ کی گرانی کی وجہ سے جدید ایڈیشنوں کی قیمت تبدیل ہو چکی ہے ۱۲ (مرتب)

باب ما تبطل بہ الصلوۃ وما لاتبطل

الاستفتاء

ما قول السادۃ الحنفیۃ فی ان المسبوق لو نسی مسبوقیتہ وسلم مع الامام فقال لہ مدرک تمم صلوتک فانک مسبوق فتذکر واتم الصلوۃ، افصلوتہ جائزۃ ام لا؟

بینوا ماجورین من رب العالمین ادامکم اللّٰہ بالخیر دائمین عن الضر محفوظین۔

ینبغی ان تجوز صلوٰتہ لان الفقہاء صرحوا قاطبۃ بان الامام اذا سلم یستحب لہ ان یقول اتموا صلوٰتکم فانا قوم سفر، اخذوا ذلک من الحدیث حیث قال فی الھدایۃ لانہ علیہ السلام قال حین صلی باھل مکۃ وھو مسافر، قال فی الفتح رواہ ابوداؤد والترمذی عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ قال غزوت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وشھدت معہ الفتح فاقام بمکۃ ثمان عشرۃ لیلۃ لا یصلی الا رکعتین یقول یا اھل مکۃ صلوا اربعا فانا قوم سفر صححہ الترمذی وعللوہ ایضا بانہ لاحتمال ان یکون خلفہ من لا یعرف حالہ ولا یتیسر لہ الاجتماع بالامام قبل ذھابہ فیحکم حینئذ بفساد صلوٰۃ نفسہ بناء علی ظن اقامۃ الامام ثم افسادہ بسلامہ علی رکعتین کما فی الفتح والبحر والمقیم المقتدی کالمسبوق لانہ فی الھدایۃ ثم البحر فینفرد فی الباقی کالمسبوق وفی الھندیۃ وصاروا منفردین کالمسبوق الا انھم لا یقرءون فی الاصح کذا فی التبیین فھذا کالنص فی المسئلۃ لان الامام کالمدرک والمقیم کالمسبوق وسلامہ لا یخرجہ

عن الصلوۃ کما نصوا علیہ قاطبۃ فیجب ان تکون صلوتہ واما
مسئلۃ الفساد باخذ الفتح عن غیر مقتدیہ فمختص[1] بفتح القراءۃ
فی ما اری لوجوہ۔

اما اولا فلانھم ذکروا فی تفاصیل مسائل الفتح
القراءۃ فقط فھذا تدل علی الاختصاص لانھم ینصون علی جل الجزئیات
ففی الھندیۃ مثلا ولو فتح علی غیر امامہ تفسد الا اذا عنی بہ التلاوۃ
دون التعلیم وایضا فیھا ثم قیل ینوی الفاتح بالفتح علی امامہ التلاوۃ
والصحیح ان ینوی الفتح علی امامہ دون القراءۃ۔ ھذا اذا ارتج علیہ
قبل ان یقرأ قدر ما تجوز بہ الصلوۃ او بعد ما قرأ ولم یتحول
الی اٰیۃ اخری واما اذا قرأ او تحول ففتح علیہ تفسد صلوۃ الفاتح
والصحیح انھا لاتفسد صلوۃ الفاتح بکل حال ولا صلوۃ الامام
لو اخذ منہ علی الصحیح ھکذا فی الکافی ویکرہ للمقتدی ان یفتح علی
امامہ من ساعتہ لجواز ان یتذکر من ساعتہ فیصیر قارئا خلف
الامام من غیر حاجۃ کذا فی محیط السرخسی ولا ینبغی للامام
ان یلجئہم الی الفتح لانہ یلجئہم الی القراءۃ خلفہ وانہ مکروہ
بل یرکع ان قرء قدر ما تجوز بہ الصلوۃ والا ینتقل الی اٰیۃ
اخری کذا فی الکافی وتفسیر الالجاء ان یردد الاٰیۃ او یقف ساکتا

[1] باخذ الکلام قراٰنا کان او غیرہ عن غیر مقتدیہ کما حققتہ حق تحقیق بفضلہ وکرمہ تعالٰی فی "مکبر الصوت" فانظر تجد عجبا ۱۲ ابو الخیر النعیمی غفرلہ ۱۰ شوال المکرم ۱۳۹۰ھ

کذا فی النہایۃ ارتج علی الامام ففتح علیہ من لیس فی صلوتہ وتذکر
فان اخذ فی التلاوۃ قبل تمام الفتح لم تفسد و الا تفسد لان تذکرہ
مضاف الی الفتح وفتح المراھق کالبالغ ولو سمعہ المؤتم
ممن لیس فی الصلوۃ ففتحہ علی امامہ یجب ان تبطل صلوۃ الکل
لان التلقین من خارج کذا فی البحر الرائق ناقلا عن القنیۃ انتہٰی
و ایضا صرح الفقہاء بانہ کلام ففی الھدایۃ لانہ تعلیم و تعلم
فکان من کلام الناس ثم شرط التکرار فی الاصل لانہ لیس من
اعمال الصلوۃ فیعفی القلیل منہ ولم یشترط فی الجامع الصغیر
لان الکلام بنفسہ قاطع و ان قل و ھکذا فی الفتح و الغنیۃ والبحر
فاستفید من ھذا ان غیر الکلام لایدخل فی الفتح خصوصًا اذا ذکروا
التسبیح لعروض شیئ اٰخر للامام۔

و اما ثانیا فلما سمعت من نص الصریح اتمو اصلوتکم
فانا قوم سفر و ایضا اذا کان یصلی الی غیر القبلۃ خطأ فاخبرہ رجل
ان القبلۃ الی ھذہ الجھۃ فتوجہ الیہ تجوز ففی الغنیۃ والبحر و
رد المحتار والھدایۃ و النظم للامام البرھان و ان علم ذٰلک فی الصلوۃ
استدار الی القبلۃ وبنی علیہ لان اھل قباء لما سمعوا بتحول القبلۃ
استداروا کھیئتھم فی الصلوۃ واستحسنہ النبی علیہ السلام
و فی الغنیۃ و الدر والنظم للعلاء ولو اعمٰی فسواہ رجل بنی
و قررہ الشامی علیہ الرحمۃ فھٰذہ النصوص تنص علی ان
الفتح علی الاطلاق و ایضا لا فارق بین ھذہ الجزئیات والمسئلۃ

المسئولۃ واللہ الموفق، وفی الدر والبحر وحاشیۃ الشامی والھندیۃ والنظم منھا مصل اقعد عند نفسہ انسانا فیخبرہ اذا سھا عن رکوع او سجود یجزیہ اذا لم یمکنہ الا بھذا کذا فی القنیۃ لکن فی البحر والدر ینبغی ان یجزیہ واقرہ الشامی وفی الخلاصۃ لوکان المقتدی عن یمین الامام فجاء ثالث وجذب المؤتم الی نفسہ بعد تکبیر الثالث او قبلہ لا تفسد صلوتہ وھکذا فی الفتح ورد المحتار وفیھما لوجذبہ قبل التکبیر لایضرہ وفی البحر والاصح انہ لاتفسد صلوتہ وفی البحر الرائق" وفی فتح القدیر وروی ابوداؤد والامام احمد عن ابن عمر رضی اللہ عنھما انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقیموا الصفوف وحاذوا بین المناکب وسدوا الخلل ولینوا بایدی اخوانکم لاتذروا فرجات للشیطٰن من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ وروی البزار باسناد حسن عنہ صلی اللہ علیہ وسلم من سد فرجۃ فی الصف غفر لہ وفی ابوداؤد عنہ صلی اللہ علیہ وسلم قال خیرکم الینکم مناکب فی الصلوۃ وبھذا یعلم جھل من یستمسک عند دخول داخل بجنبہ فی الصف ویظن انہ فسحہ لہ ریاء بسبب انہ یتحرک لاجلہ بل ذٰلک اعانۃ لہ علی ادراک الفضیلۃ واقامۃ لسد الفرجات المامور بھا فی الصف والاحادیث فی ھٰذا کثیرۃ شھیرۃ" اھ وکذا فی الفتح وھٰکذا فی الدر المختار فھٰذہ

النصوص تنص علی ان الفتح لیس علی الاطلاق وایضا لافارق بین ھٰذہ النصوص والمسئول عنہ۔

فان قلت قد عللوا الفساد باخذ فتح غیر المقتدی بانہ تعلم کما فی الھدایۃ والغنیۃ ورد المحتار وفتاوی الامام قاضیخان واطلاق التعلم یشتمل المسئول عنہ فاقول ان التعلم مطلقا لیس بمفسد بل تعلم الکلام والقول بہ مفسد کما تدل علیہ النصوص المذکورۃ وما فی فتاوی الامام قاضیخان من انہ لو طلب من المصلی انسان شیئا فاومأ المصلی برأسہ بنعم او اراہ انسان درھما وقال اجید ھو فاومأ برأسہ بنعم لا تفسد صلوتہ وفی البحر ولو طلب انسان من المصلی شیئا فاومأ برأسہ او قیل لہ اجید ھٰذا فاومأ برأسہ بلا او بنعم لا تفسد صلوتہ اھ من الفتاوی الظھیریۃ والخلاصۃ وغیرھما وفی الھندیۃ طلب من المصلی شیئا فاشار بیدہ او برأسہ بنعم او بلا لا تفسد صلوتہ ھٰکذا فی التبیین وفی المنیۃ وشرحہ الغنیۃ طلب منہ شیئا فاومأ برأسہ او عینیہ او حاجبیہ ای قال نعم او لا فان صلوتہ لا تفسد بذالک وکذا لو اراہ انسان درھما وقال اجید ھو فاومأ بنعم او لا لعدم عمل الکثیر فی جمیع ذٰلک وفی الذخیرۃ ولا بأس بان یتکلم الرجل مع المصلی قال اللہ تعالیٰ فنادتہ الملٰئکۃ وھو قائم یصلی فی المحراب الآیۃ وفی احکام القراٰن للحلوانی ولا بأس للمصلی ان یجیبہ برأسہ ذکرہ الزاھدی وفی البحر والھندیۃ والدر المختار ورد المحتار وفی النظم

من البحر لانہ اشمل فی الفتاوی الظھیریۃ والخلاصۃ وغیرھما لو سلم انسان علی المصلی فاشار الی رد السلام برأسہ او بیدہ او باصبعہ لاتفسد صلوتہ وکذا فی المنیۃ فجمیع النصوص تدل علی ان التعلم فقط ای التفھم مع الجواب بالفعل القلیل غیر مفسد فالمراد من التعلم فی التعلیل التلقن والقول بہ کما فی مسئلۃ القراءۃ عن المصحف احد وجھی الفساد ھذا حیث قال فی البحر الثانی انہ تلقن من المصحف فصار کما اذا تلقن من غیرہ ومثلہ فی رد المحتار و الھندیۃ والغنیۃ والھدایۃ والفتح وھذا الوجہ ھو الصحیح کما فی الھندیۃ والغنیۃ والبحر والشامی ونصہ وصحح الثانی فی الکافی تبعا لتصحیح السرخسی انما زدت والقول بہ لان موضوع المسئلۃ القراءۃ من المصحف والقراءۃ ھو القول ولانھم صرحوا بانہ لو نظر الی مکتوب مستفھما لاتفسد صلوتہ ففی البحر و الھدایۃ والعنایۃ والکفایۃ والفتح والھندیۃ والدر المحتار و رد المحتار والنظم منہ قولہ ولو مستفھما اشار بہ الی نفی ماقیل انہ لو مستفھما تفسد عند محمد قال فی البحر والصحیح عدمہ اتفاقا لعدم الفعل منہ الخ فھذا یدل علی ان التلقن فقط ای التفھم غیر مفسد بل صرح بہ فی الفتح حیث قال وقولھم لانہ تلقن غلط اذ المفسد التلقن المقترن بقول اتلقنہ وھو منتف واللہ الموفق وھو اعلم والحمد للہ اولا واٰخرا ظاھرا وباطنا وصلی اللہ تعالی علی المحبوب الاعلی۔

ترجمہ اردو فتویٰ سابقہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں حضرات احناف اس مسئلہ میں کہ مسبوق[1] اگر بھول کر امام کے ساتھ ہی سلام پھیر دے، پھر کسی مدرک (اول رکعت سے تشہد تک امام کے ساتھ پوری نماز میں شریک رہنے والا) کے یاد دلانے پر وہ بقیہ نماز ادا کرلے تو کیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

وضاحت کے ساتھ جواب سے سرفراز فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو ہمیشہ بخیریت اور ہر ضرر سے محفوظ رکھے۔

اس کی نماز ہوجانی چاہیے کیونکہ تمام فقہاء کرام نے اس امر کی صراحت فرمائی ہے کہ مسافر امام جب سلام پھیرے تو اسے یہ کہنا مستحب ہے کہ لوگو! اپنی نماز پوری کرلو کیونکہ ہم مسافر ہیں

---

[1] یعنی ایسا شخص جس کی کوئی رکعت جماعت سے رہ گئی ہو (جسے وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کرے گا)

فقہاء نے یہ مسئلہ حدیثِ پاک سے اخذ کیا ہے چنانچہ صاحبِ ہدایہ نے اس کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا، اس لئے کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بحالتِ سفر مکہ والوں کو نماز پڑھا کر یہی ارشاد فرمایا تھا۔

شیخ ابنِ ہمام نے فتح القدیر میں اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی کے حوالے سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی معیتِ مبارکہ میں غزوہ کیا اور فتح مکہ کے موقع پر آپ کے ساتھ حاضر تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھارہ راتیں مکہ مکرمہ میں قیام پذیر رہے۔ اس دوران آپ صرف دو رکعت نماز ادا کرتے اور فرماتے کہ اے مکہ والو تم چار رکعت نماز پڑھو ہم تو مسافر لوگ ہیں، اسے ترمذی نے صحیح کہا ہے۔

نیز فقہاءِ کرام نے اس مسئلہ کی یہ بھی علت بیان کی ہے کہ امام مسافر کا بعد از تسلیم اتموا صلوتکم کہنا اس احتمال کی وجہ سے ہے کہ ممکن ہے کہ امام کے پیچھے کوئی ایسا آدمی بھی ہو جسے نہ تو اس امام کا حال معلوم ہوا اور نہ ہی امام کے وہاں سے چلے جانے سے پہلے امام سے اس کی ملاقات ہو سکے، پس اندریں صورت وہ اس گمان کی بناء پر اپنی نماز کے ٹوٹنے کا حکم لگا دے کہ شاید امام مقیم تھا اور اس نے (کسی عذر کے باعث) دو رکعتوں پر سلام پھیر کر اپنی نماز کو فاسد کر لیا ہے۔ (فتح القدیر، بحر الرائق)

اور مقیم مقتدی اپنے مسافر امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ نماز میں مسبوق کی طرح ہے۔ (ہدایہ، بحر)

ہندیہ میں ہے "مقیم مقتدی مسبوق کی طرح منفرد ہو گئے مگر اصح قول میں ایک فرق ہے کہ یہ لوگ قرآن نہیں پڑھیں گے (بلکہ اندازے سے قراءت کی مقدار خاموش کھڑے رہیں گے) اسی طرح تبیین میں ہے تو یہ بات مسئلہ مسئولہ میں نص کی طرح ہو گئی

کیونکہ اس صورت میں مسافر امام (مسئلہ مذکورہ کے) مدرِک کی طرح ہے (یعنی دونوں نماز سے فارغ ہو چکے ہیں) اور مقیم مقتدی مسبوق کی طرح ہیں (یعنی جیسا کہ اس صورت میں امام کے اتموا صلوتکم کہنے سے مقتدیوں کی نماز نہیں ٹوٹتی ایسے ہی مدرک کے کہنے سے بھی مسبوق کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔

اور امام کا سلام مسبوق کو نماز سے باہر نہیں لاتا جیسا کہ سب فقہاءِ کرام نے اس امر پر نص فرمائی ہے لہٰذا واجب ہے کہ اس کی نماز جائز ہو۔

باقی رہا اپنے مقتدی کے علاوہ کسی اور سے لقمہ لینے کی صورت میں نماز کے فاسد ہو جانے کا مسئلہ تو میری رائے میں کئی وجوہ کی بنا پر یہ فساد[1] قراءت کے لقمہ کے ساتھ مختص ہے۔

اوّلاً تو اس لئے کہ فقہاء کرام نے لقموں کے مسائل کی تفاصیل میں صرف قراءت کا ذکر کیا ہے تو یہ چیز اختصاصِ مذکور پر دلالت کرتی ہے کیونکہ وہ تمام ضروری جزئیات پر نص کرتے ہیں (لقموں کے مسائل میں صرف قراءت کے ذکر کی چند مثالیں) مثلاً ہندیہ میں ہے اور اگر اپنے امام کے علاوہ کسی اور کو لقمہ دے تو اس کی اپنی نماز فاسد ہو جائے گی مگر جب لقمہ کے الفاظ سے تلاوت کی نیت کی تو نماز فاسد نہ ہو گی اور اگر بہ نیتِ تعلیم لقمہ دیا تو لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

نیز اسی میں ہے: پھر کہا گیا ہے کہ لقمہ دینے والا اپنے امام کو لقمہ دیتے وقت

---

[1] اپنے مقتدی کے علاوہ کسی اور سے کلام اخذ کرنے کے ساتھ مختص ہے خواہ وہ کلام قرآن ہو یا غیر قرآن جیسا کہ میں "مکبر الصوت" میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی تحقیق کا حق ادا کر چکا ہوں جس کا مطالعہ بہت خوش کن ہو گا۔ ابوالخیر النعیمی غفرلہ ۱۵ ر شوال المکرم ۱۳۷۹ھ

تلاوت کی نیت کرے لیکن صحیح یہ ہے کہ تلاوت کی نہیں، اپنے امام کو لقمہ دینے کی نیت کرے
بعض فقہاء نے یہ بھی کہا ہے کہ لقمہ دینے سے اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی جب کہ
نماز کے لئے بقدرِ ضرورت قرات نہ کرچکا ہو یا اتنی مقدار پڑھ چکا ہو لیکن وہ کسی اور آیت
کی طرف منتقل نہ ہوا ہو بہرحال اگر بقدرِ ضرورت قرات کرچکا ہو یا کسی دوسری آیت کی طرف
منتقل بھی ہو چکا ہو تو ایسی صورت میں اسے لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن
صحیح یہ ہے کہ لقمہ دینے والے کی نماز کسی حال میں بھی فاسد نہیں ہوتی اور نہ ہی لقمہ لینے سے
امام کی نماز فاسد ہوتی ہے (کافی میں اسی طرح ہے) اور مقتدی کے لئے فوری طور پر لقمہ
دینا مکروہ ہے ممکن ہے امام کو اسی لمحے یاد آجائے اور وہ خود بخود تصحیح کرلے سو ایسی صورت میں
مقتدی کا لقمہ دینا امام کے پیچھے بلاضرورت پڑھنے کے مترادف ہوگا (اسی طرح محیط سرخسی میں ہے)
اور امام کے لئے بھی یہ بات نامناسب ہے کہ مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور کرے کیونکہ اس طرح گویا وہ
انہیں قرات کرنے پر مجبور کرے گا حالانکہ قرات خلف الامام مکروہ ہے بلکہ ایسی صورت میں امام کو
چاہئے کہ وہ رکوع میں چلا جائے اگر اتنی مقدار پڑھ چکا ہے جس سے نماز ہو جاتی ہے ورنہ کسی
دوسری آیت کی طرف منتقل ہو جائے۔ کافی میں یونہی ہے اور "مجبور" کرنے کا مطلب یہ ہے کہ امام
ایک آیت کو بار بار پڑھے یا چپ کر کے کھڑا ہو جائے (اسی طرح نہایہ میں ہے) امام پر اشتباہ پڑا
اور کسی ایسے شخص نے لقمہ دے دیا جو اس کا مقتدی نہیں ہے اور اسے یاد آگیا تو اگر لقمہ
مکمل ہونے سے قبل اس نے تلاوت شروع کردی تو نماز فاسد نہ ہوئی ورنہ ٹوٹ جائے گی
کیونکہ اس صورتِ متاخرہ میں) اسے یاد آنا لقمہ کی طرف منسوب ہوگا اور مراہق کا لقمہ بالغ کے لقمہ
کی مانند ہے اور اگر مقتدی نے کسی ایسے شخص سے سن کر اپنے امام کو لقمہ دیا جو کہ اس کے ساتھ
نماز میں شریک نہیں تھا تو لازم ہے کہ سب کی نماز باطل ہو جائے کیونکہ یہ نماز میں شریک
نہ ہونے والے کی تلقین ہے۔ اسی طرح البحر الرائق میں القنیہ سے نقل کرتے ہوئے

لکھا گیا ہے۔

نیز فقہائے کرام نے صراحت فرمائی ہے کہ لقمہ کلام ہے۔

ہدایہ میں ہے اس لئے کہ یہ تعلیم و تعلم ہے لہٰذا لوگوں کی کلام کی جنس سے ہوا امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط میں تکرار کی شرط لگائی ہے (یعنی بتلانے میں تکرار سے کام لے، اگر ایک آدھ بار بتایا تو فاسد نہ ہوگی) اس لئے کہ یہ عمل افعال نماز میں سے نہیں ہے لہٰذا اس کا قلیل سا حصہ قابلِ معافی ہوگا اور جامع صغیر میں تکرار کی بھی شرط نہیں لگائی کیونکہ کلام بذاتِ خود قاطع نماز ہے اگرچہ قلیل ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح فتح، غنیہ اور بحر میں بھی ہے۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ غیر کلام لقمہ میں داخل نہیں ہے خصوصاً جب امام کو کسی شے کے عارض ہونے کی وجہ سے لوگ متنبہ کرنے کے لئے "سبحان اللہ" کہیں ثانیاً: مقتدی کے علاوہ کسی دوسرے سے لقمہ لینے کی صورت میں فسادِ نماز صرف قرارت کے لقمہ سے مختص ہونے پر دوسری دلیل) نصِ صریح اتموا صلوٰتکم فانا قوم سفر کی وجہ سے جس کا پہلے بیان ہو چکا (یعنی امام سلام پھیر کر یہ تلقین کرے تو مقیم مقتدیوں کی نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگا کیونکہ امام کی اس ہدایت کا لقمہ قرارت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔)

(تیسری دلیل) نیز جب کوئی شخص بھول کر غیر قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی آدمی اسے خبر دے کہ قبلہ تو اس طرف ہے اور وہ ادھر رخ کرلے تو اس کی نماز جائز ہے پس غنیہ، بحر، ردالمحتار اور ہدایہ میں ہے چنانچہ امام برہان الدین رقمطراز ہیں اگر دورانِ نماز جہتِ قبلہ کا علم ہو جائے تو قبلہ کی طرف رخ کرلے اور نماز کا جو حصہ ادا کر چکا ہے اسی پہ بنا کرتے ہوئے بقیہ نماز (دوسری طرف منہ کرکے) پوری کرلے اس لئے کہ اہلِ قبا نے جب نماز کی حالت میں تبدیلیٔ قبلہ کا حکم سنا تو اسی حالت میں کعبہ کی طرف گھوم گئے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے اس بات کو بہت پسند فرمایا اور غنیہ اور در۔ں ہے جبکہ عبارت علامہ علاؤ الدین کی ہے کہ اگر کوئی نابینا نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی آدمی اس کا رخ درست کر دے تو وہ اسی پر بنا کرے اور شامی علیہ الرحمہ نے اِس مسئلہ کو ثابت رکھا۔

پس یہ ساری نصوص ناطق ہیں کہ لقمہ علی الاطلاق مفسد نہیں ہے (بلکہ کلام کے ساتھ مختص اور مقید ہے)

نیز ان جزئیات اور مسئلہ مسئولہ کے درمیان کوئی فارق نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

ہندیہ میں ہے کوئی نماز پڑھنے والا اپنے پاس کسی ایسے آدمی کو بٹھا لے جو اسے بھول چوک کے وقت رکوع اور سجدہ بتاتا جائے تو یہ نماز اسے کافی ہے جب کہ اس کے بغیر اسے نماز پڑھنا ممکن نہ ہو۔ اسی طرح قنیہ میں ہے (نیز بحر اور در میں بھی بالفاظِ متقاربہ یہی مفہوم ہے) اور خلاصہ میں ہے "اگر مقتدی امام کے دائیں طرف ہو پس تیسرا آدمی آجائے اور وہ تکبیرِ افتتاح کہہ لینے سے پہلے یا اس کے بعد اِس مقتدی کو پیچھے اپنی طرف کھینچے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی" اور اسی طرح فتح اور ردالمحتار میں ہے کہ اگر تکبیرِ تحریمہ سے پہلے اسے کھینچ لے تو امام کے ساتھ کھڑے ہوئے شخص کی نماز میں کوئی نقص واقع نہیں ہوگا اور بحر میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ اسکی نماز فاسد نہیں ہوگی (یعنی نمازی کو کھینچنے والا شخص اگرچہ ابھی نماز میں شامل نہیں ہوا مگر اس کی ہدایت پر عمل کر کے پیچھے ہٹنے والے شخص کی نماز میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا، اسی طرح مدرک کا مسبوق کو نماز پوری کرنے کے بارے میں کہنا اور مسبوق کا اس پر عمل کرنا مفسدِ نماز نہیں)

البحرالرائق میں ہے "اور فتح القدیر میں ابوداؤد اور امام احمد کے حوالے سے عبداللہ بن عمر کی روایت میں ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفیں سیدھی کیا کرو، کندھے برابر رکھو،

خالی جگہیں پُر کیا کرو اور اپنے (مسلمان) بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم رہو اور شیطان کے لئے خلا نہ چھوڑو، جس نے صف کو ملایا اللہ اسے ملائے اور جس نے صف کو توڑا اللہ اسے توڑے۔

بزار نے ایک سندِ حسن کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے صف میں خالی جگہ کو پُر کیا اس کی مغفرت کردی جائیگی۔

ابوداؤد میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو نماز کے دوران اپنے کندھے بہت نرم رکھتے ہیں۔

ان احادیث کی رو سے اس شخص کی لیت معلوم ہوجاتی ہے جو صف میں اپنے ہم پہلو در آنے والے آدمی کے داخل ہونے پر یہ سمجھ کر اسی جگہ جمار ہے کہ اس کے لئے گنجائش اور وسعت پیدا کرنا کہیں ریاکاری نہ بن جائے حالانکہ صف میں گنجائش پیدا کرنے کے لئے اس کا حرکت کرنا ریاکاری نہیں بلکہ فضیلت مخصوصہ کے پانے اور صف میں خالی جگہیں پر کرنے کے مامور بہا فعل پر اس کی اعانت ہوگی۔ اس باب میں بہت زیادہ مشہور احادیثِ مبارکہ وارد ہیں۔ "فتح القدیر" اور درِمختار میں بھی یونہی ہے۔

سو ان نصوص سے یہ امر طے پا گیا کہ لقمہ علی الاطلاق مفسدِ صلوٰۃ نہیں ہے نیز ان نصوص اور مسئلۂ مسئولہ کے مابین کوئی فارق نہیں ہے۔

پس اگر تو کہے کہ انہوں نے غیر مقتدی سے لقمہ لینے کے سبب نماز فاسد ہونے کی یہ علت بیان کی ہے الخ۔ تعلم (یعنی چونکہ اس نے سمجھ اور جان لیا ہے لہٰذا التعلم و تفہم مفسدِ صلوٰۃ ہوا) جیسا کہ ہدایہ، غنیہ، ردالمحتار اور فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے اور اس تعلم و تفہم کا اطلاق مسئلہ مسئول عنہا کو بھی شامل ہے تو اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ مطلقاً تعلم مفسدِ صلوٰۃ نہیں ہے بلکہ کلام کے تعلم و تفہم کے ساتھ ساتھ اسے بولنا اور پڑھنا مفسد ہے

جیسا کہ نصوص مذکورہ اس پر دلالت کر رہی ہیں۔

اور یونہی فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے والے سے کچھ طلب کرے پس وہ نمازی سر سے اشارہ کر دے "ہاں" یا کوئی انسان اسے درہم دکھائے اور پوچھے کہ یہ کھرا ہے؟ جواباً یہ اپنے سر سے "ہاں" کا اشارہ کر دے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔

اور بحرالرائق میں فتاویٰ ظہیریہ اور خلاصہ وغیرہ سے ہے کہ اگر کوئی انسان نمازی سے کچھ طلب کرے پس وہ سر سے اشارہ کر دے یا اس سے پوچھا کہ یہ کھرا ہے؟ اور وہ اپنے سر سے نہ یا ہاں کا اشارہ کر دے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔

اور ہندیہ میں ہے کہ نماز پڑھنے والے سے کسی نے کچھ مانگا پس اس نے اپنے ہاتھ یا سر سے ہاں یا نہ کا اشارہ کر دیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی تبیین الحقائق میں بھی یونہی ہے۔

منیہ اور اس کی شرح غنیہ میں ہے کسی نے نمازی سے کچھ مانگا تو اس نے اپنے سر، آنکھ یا ابرو سے اثبات یا نفی کا اشارہ کر دیا تو اس سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی، اسی طرح اگر کوئی انسان اسے درہم دکھلائے اور پوچھے کیا یہ کھرا ہے؟ پس وہ ہاں یا نہ کا اشارہ کر دے تو نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ ان ساری صورتوں میں عمل کثیر نہیں پایا گیا۔

ذخیرہ میں ہے کہ کوئی آدمی نماز پڑھنے والے سے بات کر لے تو کوئی حرج نہیں (یعنی نمازی کی نماز درست رہے گی بشرطیکہ وہ بدستور خاموشی سے نماز میں مشغول رہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تو فرشتوں نے انہیں (زکریا علیہ السلام کو) ندا کی جب کہ وہ محراب میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے" الآیہ (آلِ عمران، آیت ۳۹) اور حلوانی کی کتاب احکام القرآن میں ہے کہ

نماز پڑھنے والا اگر سر سے جواب دے دے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اسے زاھدی نے ذکر کیا ہے۔"

ہندیہ، درالمختار اور ردالمحتار میں اجمالاً اور بحرالرائق میں فتاوی ظہیریہ اور خلاصہ وغیرہما کے حوالے سے تفصیلاً مذکور کہ "اگر کوئی شخص نماز پڑھنے والے کو سلام کہے اور وہ اپنے سر، ہاتھ یا انگلی سے اس کے سلام کا جواب دے دے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی اور اسی طرح منیہ میں بھی ہے۔

یہ ساری نصوص اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ محض تعلم و تفہم یعنی کسی بات کو سمجھ کر عمل قلیل سے جواب دینے کی صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی لھٰذا فسادِ صلوٰۃ کی اس تعلیلِ مذکور میں تعلم سے محض تعلم مراد نہیں بلکہ تلقن مع القول یعنی سمجھ کر اسے بولنا مراد ہے جیسا کہ مصحف پر سے دیکھ کر پڑھنے کی صورت میں فسادِ صلوٰۃ کی دو وجوہ میں سے ایک وجہ یہی چیز ہے جیسا بحرالرائق میں ہے:

"دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ مصحف سے متلقن و متفہم ہوا ہے تو وہ ایسے ہو گیا جیسے اپنے غیر سے متلقن ہوا ہو" اور یونہی ردالمحتار، ہندیہ، غنیہ، ہدایہ اور فتح القدیر میں بھی ہے اور صحیح وجہ یہی ہے جیسا کہ ہندیہ، غنیہ، بحر اور شامی میں صراحۃً مذکور ہے نیز کافی میں بھی سرخسی کی اتباع کرتے ہوئے اسی دوسری وجہ کو صحیح کہا گیا ہے۔

میں نے تعلیلِ مذکور میں تعلّم کے ساتھ والقول بہ کا اضافہ اس لئے کیا ہے کہ موضوعِ مسئلہ قراءۃ عن المصحف ہے اور قراءت قول ہی ہے نیز اس لئے بھی کہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ نماز پڑھنے والا اگر لکھے ہوئے پر نظر کر کے سمجھ بھی لے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی پس بحر، ہدایہ، عنایہ، کفایہ، فتح، ہندیہ، درالمختار اور ردالمحتار میں ہے اور عبارت شامی کی ہے: اقول ولو مستفهما یہ کہہ کر اس قول کے بطلان کی طرف

اشارہ کیا ہے وہ جو کہا گیا ہے اگر مصحف پر نظر کر کے سمجھ لے تو امام محمد کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

بحر میں فرمایا اور صحیح یہ ہے کہ بالاتفاق نماز باطل نہیں ہوتی کیونکہ اس سے نماز کے منافی کوئی فعل سرزد نہیں ہوا، پس یہ لفظ دلالت کر رہے ہیں کہ صرف تلقن و تفہم (یعنی نماز میں شریک نہ ہونے والے کی ہدایت کو سمجھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا) مفسد نماز نہیں چنانچہ فتح القدیر میں صراحۃً مذکور ہے" اور ان کا یہ کہنا غلط ہے کہ نماز تلقن کی وجہ سے باطل ہوتی ہے کیونکہ مفسد ایسا تلقن ہے جو سمجھے ہوئے کو بولنے کے ساتھ ملا ہوا ہو اور ایسا تلقن یہاں منتفی ہے۔"

اور اللہ تعالےٰ ہی توفیق دینے والا اور بہتر جاننے والا ہے اور اول و آخر ظاہر و باطن سب تعریفیں اسی کے لئے ہیں اور اللہ تعالےٰ سب سے بلند و بالا محبوب پر درود بھیجے۔

عبدہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

نوٹ: اس ترجمہ کا عربی متن فتاوےٰ نوریہ (قلمی نسخہ) کی پہلی جلد سے لیا گیا ہے جس پر کوئی تاریخ و سن درج نہیں ہے، سیاق و سباق سے البتہ اندازہ ہے کہ یہ ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۴ء کی تحریر ہے ـــــــ اس عربی فتوے کا یہ اردو ترجمہ مولانا حافظ محمد اسداللہ نوری (مدرس دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور) نے کیا ہے۔

(مرتب)

باب التطوّع

تعارف رسالہ "قضائے سنت فجر"

مسئلہ یہ ہے کہ فجر کی نماز اگر رہ جائے اور زوال سے پہلے اس کی قضائی دی جائے تو فرضوں کی سنتیں بھی پڑھی جائیں لیکن اگر صرف سنتیں رہ جائیں تو شیخین (سیدنا امام اعظم و امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما) کے نزدیک ان کی قضا لازم نہیں ہے۔

رسالہ ہذا میں اسی مسئلے کی توضیح ہے ـــــ اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی صاحب نے فجر کی سنتوں کی قضا لازم ہونے کا فتویٰ تحریر کر کے حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی طرف بھیجا، جس کے جواب میں آپ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ فتویٰ بھیجنے والے صاحب کا نام اور رسالہ ہذا کا سن تحریر معلوم نہیں ہوسکا۔ البتہ اس کے آخر میں حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے جو دستخط ثبت فرمائے ہیں، ان سے واضح ہے کہ یہ "فرید پور جاگیر" کے زمانۂ قیام (۱۹۳۸ تا ۱۹۴۵ء) میں

تحریر کیا گیا۔

یہ تحریر فتاوی نوریہ کے قلمی نسخے میں درج نہیں ہے۔ البتہ حضرت کے اپنے قلم سے تحریر کردہ اس کا مسودہ بصورتِ رسالہ کاغذات سے ملا ہے۔ جس پر کوئی عنوان درج نہیں ہے۔

اس رسالہ کو" قضائے سنتِ فجر" کے عنوان سے فتاوی نوریہ میں شامل کیا جارہا ہے۔

(مرتب)

قضائے سنت فجر

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

جناب مولانا صاحب زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ

آپ کا فتویٰ بلا اظہر مافیہ ہوا۔ رکعتین فجر اگر بدون الفرض رہ جائیں تو عدم القضاء قبل الطلوع وعند الطلوع تو آپ کے نزدیک بھی مجمع علیہ ہے اور بعد الطلوع میں اختلاف۔ امام ہمام علیہ الرحمہ کا مذہب یہ کہ بعد الطلوع بھی قضا نہیں والامام ابو یوسف علیہ الرحمۃ معہ۔ چنانچہ وقایہ، شرح الوقایہ، درالمختار، ردالمحتار، کنزالدقائق، بحرالرائق، نورالایضاح، غنیۃ المستملی وغیرہا میں ہے والنظم من الکبیری واذا ترکہما فعندھما لا تقضی اصلا لا قبل طلوع الشمس لکراھۃ النفل فیہ ولا بعدہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک قضاء بہتر اور رسم الافتاء کا قاعدہ مقررہ کہ سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کے قول پر ہی فتویٰ ہے ردالمحتار میں ہے وکذا لا تخییر لو کان احدھما قول الامام والاٰخر قول غیرہ لانہ لما تعارض التصحیحان تساقطا فرجعنا الی الاصل

وھو تقدیم قول الامام علیہ الرحمہ۔

اقول ھذا اذا صح القولان کما ینبئ قولہ تعارض التصحیحان ولان کلامہ لیس الافیہ فکیف اذا لم یصحح۔ بحرالرائق ج۲ ص ۱۲۹ وانا اتعجب من فتواھم فی ھذا وامثالہ بما یخالف مذھب الامام خصوصا المخالف للنص الصریح اگرچہ امام مقدم تنہا ہی ایک جانب ہوں درالمختار، ردالمحتار، خزانۃ المفتین، فتاوی سراجیہ، فتاوٰے ہندیہ، بحرالرائق میں ہے والنظم للزین علیہ الرحمہ وصحح فی السراجیۃ ان المفتی یفتی بقول ابی حنیفۃ علیہ الرحمۃ علی الاطلاق۔ اگرچہ مشائخ نے تصریح فرمائی ہو کہ صاحبین علیہما الرحمہ کے قول پر فتوٰے ہے۔ ردالمحتار میں فتاوٰے خیریہ اور بحرالرائق سے ہے بل فی شہادات الفتاوی الخیریۃ المقرر عندنا انہ لا یفتی ویعمل الا بقول الامام الاعظم ولا یعدل عنہ الی قولھما او قول احدھما او غیرھما الا لضرورۃ کمسألۃ المزارعۃ وان صرح المشائخ بان الفتوی علی قولھما لانہ صاحب المذھب والامام المقدم اھ ومثلہ فی البحر عند الکلام علی اوقات الصلوۃ وفیہ من کتاب القضاء یحل الافتاء بقول الامام بل یجب وان لم نعلم من این قال انتہی ما فی ردالمحتار۔

فتاوٰے عالمگیر، فتاوی قاضی خان، ردالمحتار میں ہے واللفظ من الھندیۃ قال عبداللہ بن المبارک یؤخذ بقول ابی حنیفۃ علیہ الرحمۃ لانہ کان من التابعین وزاحمھم فی الفتوی کذا فی محیط السرخسی غنیۃ المستملی، ردالمحتار میں ہے کہ عبادات میں مطلقاً قولِ امام علیہ الرحمہ پر فتوٰے ہے والنظم

للشامی علیہ الرحمۃ قد جعل العلماء الفتوٰی علی قول الامام الاعظم فی العبادات مطلقا وھو الواقع بالاستقراء مالم یکن عنہ روایۃ کقول المخالف خصوصا جبکہ احد الصاحبین ساتھ ہوں۔ فتاوٰی قاضی وخزانۃ المفتین میں ہے واللفظ من الاٰخر وان کان مع ابی حنیفۃ علیہ الرحمۃ احد صاحبیہ یاخذ بقولہما لوفور الشرائط واستجماع ادلۃ الصواب بینہما بالخصوص جب ابو یوسف علیہ الرحمہ ہوں لما یتلوہ من تقدیم اقوالہما علی قول محمد علیہم الرحمۃ بلکہ اگر بالفرض امام مقدام علیہ الرحمہ کا اس مسئلہ کے متعلق کوئی قول نہ ہوتا اور صاحبین علیہ الرحمہ کا آپس میں اختلاف ہوتا تب بھی امام ابو یوسف ہی کا قول مفتی بہ ہوتا کہ در المختار، رد المحتار، خزانۃ المفتین، سراجیہ، ہندیہ، بحر میں ہے ان المفتی یفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد الخ علیہم الرحمۃ نیز عموماً متون میں قولِ شیخین علیہما الرحمہ پر اقتصار ہے چنانچہ وقایہ، تنویر الابصار، کنز الدقائق، نور الایضاح وغیرہا میں ہے واللفظ من النور ولم تقض سنۃ الفجر الا بفوتہا مع الفرض اور متون نقلِ مذہب کے لئے موضوع۔

منحۃ الخالق علی البحر الرائق کے ج۲ ص ۵۵ پر شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ان المتون موضوعۃ لنقل المذھب نیز اسی کے ج ا ص ۲۰۶ پر ہے واعتماد اصحاب المتون علی شیئ ترجیح لہ تو جو مسئلہ متون کے مخالف وہ مذہب کے مخالف لہٰذا اس پر عمل وفتوٰی نہیں جائز۔ رد المحتار ج ۵ ص ۳۰۸ کتاب الکراہیۃ فصل فی اللبس تحت قولہ قال فی القنیۃ میں ہے قال فی الخیریۃ فالحاصل انہ مخالف لما فی المتون الموضوعۃ لنقل المذھب فلا یجوز العمل والفتوٰی بہ۔ بحر الرائق ج ا ص ۷۹ پر ہے یعمل بما صح من المذھب اور متون کا

اتنا اعتبار کہ اگر ان کے مخالف فتاوٰے ہیں ہو تو متون کو ترجیح ہے۔ درالمختار، ردالمحتار، بحرالرائق وغیرہا میں ہے والنظم للزین علیہ الرحمۃ والعمل علی مافی المتون بلکہ شروح[1] پر بھی ترجیح ہے لما سمعت وصرح بہ فی الدر المختار اور جب ان دلائل قطعیہ سے ثابت ہوا کہ عدم القضاء ہی راجح و مفتی بہ ہے تو اس کے خلاف پر فتوٰے دینے کا حکم درالمختار سے سنئے والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع۔ ردالمحتار میں ہے قولہ بالقول المرجوح کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا لم یصحح ویقو وجھہ۔ اور یہاں تو قولِ شیخین ہے لہٰذا اشد جہلاً وخرقاً ہوگا۔

اب اس شمس کی طرح واضح ولائح ہوا کہ فتوٰی شیخین علیہما الرحمہ کے قول پر دینا ضروری ہے تو ثابت ہوا کہ اس مسئلہ میں بھی ان کے قول پر فتوٰے ہے، والحمد للہ علی ذٰلک۔

جب اثباتِ مدّعٰی سے فراغت پائی تو عنانِ سمندِ قلم لبوئے ردِ فتوٰے اٹھائی فالق السمع بقلب شھید۔

آپ کا ارشاد کہ شیخین علیہما الرحمہ کے نزدیک قضاء لازم نہیں، اس کا مفہومِ مخالف یہ کہ ان کے نزدیک بہتر ہے اور یہی امام محمد علیہ الرحمہ کا قول تو اختلاف کہاں رہا جس کے مُقر آپ بھی تھے۔ "قضاء لازم نہیں" یہ کس لفظ سے مفہوم ہے، جنابِ من! لاباس تو خلافِ اولٰی پر دلالت کرتا ہے۔ ردالمحتار، بحر، غنیہ، منحۃ علی البحر ج ۱ ص ۳۲۲ واللفظ للشامی علیہ الرحمہ فی المنحۃ وترکہ یوجب خلاف الاولٰی وھو مرجع

---

[1] شامی ج ۱ ص ۶۶ پر ہے اقول وینبغی تقیید التخییر ایضا بما اذا لم یکن احد القولین فی المتون لما قدمناہ انفا عن البیری ولما فی قضاء الفوائت من البحرانہ اذا اختلف التصحیح والفتوٰی فالعمل بما وافق المتون اولٰی اھ وکذا لو کان احدھما فی الشروح والاٰخر فی الفتاوٰی لما صرحوا بہ من ان ما فی المتون مقدم علی ما فی الشروح وما فی الشروح مقدم علی ما فی الفتاوٰی لکن ھٰذا عند التصریح بتصحیح کل من القولین او عدم التصریح اصلاً۔ الخ ۱۲ نور عفی عنہ

لاباس بہ فی اغلب استعمالہ الی ان نقل عن البحر ان مرجع خلاف الاولی کلا باس الی التنزیہ۔ اور لازم نہیں استحباب پر وان ھذا الاثبات احد المتناقضین بوجود الاٰخر، یہ کیسے متعین ہوا کہ وان قضی فلاباس بہ کلام شیخین علیہما الرحمہ سے ہے جس پر آپ کے دعوے کی بنیاد ہے، دلیل سے کیوں نہ ثابت کیا بلکہ سیاقِ کلام صراحۃً دال کہ مقولہ موفق سے ہے۔ امامین جلیلین کا شانِ والا اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ شے کی نفی کرکے فرمائیں لاباس بہ کہ منفی کا وجود ہی نہیں پھر ارتکاب کس کا جس پر لاباس فرمایا جائے۔

آپ نے ردالمحتار کی پوری عبارت[1] کیوں نہ نقل کی کہ آپ کے اس پیچ و تاب کی بیخ و بنیاد ہی اکھڑ جاتی۔ صد افسوس، علماء کا یہ شان نہیں مگر اس ہشیاری سے تو کام نہیں بنتا، کیا ہمارے ہاں ردالمحتار نہیں یا ہم ردالمحتار کی عبارت نکال نہیں سکتے یا سمجھنے سے قاصر ہیں؟

مولوی صاحب! جب آپ کی منقولہ عبارت کے صدر میں ہے واما بعد طلوع الشمس فکذٰلک عندھما۔ اس "کذٰلک" کا مشار الیہ کیا ہے؟ یہی مذکور الصدر فلاتقضی قبل طلوع الشمس میں "فلاتقضی" پس اگر فلاتقضی کا معنٰی اس جگہ بھی یہی ہے کہ قضاء لازم نہیں تو صاف صاف ثابت ہوا کہ ہوسکتی ہے بلکہ بلحاظِ مفہوم مخالف مستحبیت ثابت ہوئی حالانکہ آپ بھی مُقِر ہیں کہ اس وقت قضاء نہیں اور اگر فلاتقضی کا معنٰی "قضاء نہیں کی جاسکتی" کریں اور لزوم والی قید کو بالائے طاق تو وہاں بھی یہ قید

---

[1] پوری عبارت یہ ہے واما بعد طلوع الشمس فکذٰلک عندھما وقال محمد احب الی ان یقضیھا الی الزوال کما فی الدرر قیل ھذا قریب من الاتفاق لان قولہ احب الی دلیل علی انہ لولم یفعل لالوم علیہ وقالا لایقضی وان قضی فلاباس بہ کذا فی الخبازیۃ ومنھم من حقق الخلاف وقال الخلاف فی انہ لوقضی الخ خط کشیدہ عبارت کو مولوی صاحب نے ملاکر لکھا اور اول و آخر کو کاٹ دیا، ناظر باہر اس وصل و قطع کے راز غیر مخفی ویعرف مافیہ بادنی التامل الصادق ۱۲

نور عفی عنہ

نہیں لگا سکتے۔

نیز عموماً متون میں اس مسئلہ کو نفی واستثناء کے ایسے پیرایہ میں بیان فرمایا کہ ماؤلین کی تمام تاویلات ان کے آگے خام تنویر الابصار، وقایہ، کنز الدقائق، نور الایضاح وغیرہا میں ہے والنظم من الکنز ولم تقض الا تبعا پس اس نفی میں تمام صور قضاء سنۃ الفجر قضاء فائتۃ بدون الفرض قبل الطلوع بعد الطلوع او قضاء فائتۃ مع الفرض عند الطلوع بعد الطلوع بعد الزوال وغیرھا، تمام صور داخل اِلّا سے قضاء فائتہ مع الفرض قبل الزوال کو استثناء کیا، باقی تمام صورتیں داخل رہیں ایک ہی سلک میں منسلک ہیں، ایک نفی سے منتفی اور ایک ہی الترامیں ملتوی، پس اگر بدون الفرض کی قضا بعد الطلوع کے جواز بلکہ استحباب کے حامل ہوں تو باقی میں بھی یہی کہنا پڑے گا ولا قائل بہ۔

آگے چلئے! آپ کی منقولہ عبارت کے وسط سے یہ عبارت رہی ہوئی ہے قیل ھذا قریب من الاتفاق لان قولہ احب الی دلیل علی انہ لو لم یفعل لا لوم علیہ۔ آگے آپ کی منقولہ عبارت کا دوسرا حصہ آگیا اعنی وقالا لا یقضی وان قضی فلا باس بہ کذا فی الخبازیۃ۔

اس عبارت سے ثابت کہ یہ اختلاف اختلاف ہے مگر اتفاق کے قریب اور اگر لا یقضی کا معنے "لازم نہیں" کریں جس کا مفہوم مخالف یہ کہ قضاء بہتر ہے اور یہی امام محمد علیہ الرحمہ کا قول تو قریب من الاتفاق نہ رہا بلکہ عین الاتفاق ہوا، اگر ذرہ بھر تدبر سے کام لیتے تو لا باس بہ کو شیخین علیہما الرحمہ کے مقولہ سے نہ فرماتے کہ قضاء لا باس بہ ہو ہی نہیں سکتی، وجہ سننے کہ قضاء اگر لا باس بہ ہو تو خلاف اولیٰ ضرور ہو گی کہ لا باس بہ اور خلاف اولیٰ متساوی الاقدام ہیں حالانکہ قضاء نائب و مثل ادا ہے اور ادا مؤکد و بجا ہے تو قضاء کیسے خلاف اولیٰ ہے

والحمد للہ فی الآخرۃ والاولیٰ اور خود شامی علیہ الرحمہ بھی اس قیل والی توفیق کے مخالف اور مضعف ہیں کہ قیل[1] صیغہ تمریض و تضعیف سے بیان فرمایا۔

ردالمحتار کی کتاب القضاء میں تحت قولہ والفاسق لا یصلح مفتیا وقیل نعم وبہ جزم فی الکنز ہے، قولہ وبہ جزم فی الکنز حیث قال والفاسق یصلح مفتیا وقیل لا فجزم بالاول ونسب الثانی الی قائلہ بصیغۃ التمریض فافہم۔ ایضاً کتاب القضاء کے فصل فی الحبس ج۴ ص۴۳۶ کے اوائل میں ہے ان التعبیر بقیل یفید الضعف آگے جو آپ نے شامی سے نقل کیا ومنہم من حقق الخلاف وقال الخلاف فی انہ لو قضی کان نفلا مبتدأ او سنۃ کذا فی العنایۃ یعنی نفلا عندہما سنۃ عندہ کما ذکرہ فی الکافی اسماعیل بس یہی خلاف محقق ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یقضیہا اور قضاء سنت کا قائل ہونا سنیت ما صلی کا قائل ہونا اور شیخین علیہما الرحمہ لا یقضیہا اور عدم القضاء کا قائل ہونا عدم سنیت ما صلی کا قائل ہونا ہے غنیۃ المستملی، بحر الرائق، ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے والمنقول من الغنیۃ فالذی لا یشک فیہ انہم اذا قالوا تقضی اولا معناہ انہا تفعل بعد ذلک الوقت وتقع سنۃ کما ہی فی ذلک الوقت او لا تقع سنۃ بلکہ غنیہ میں فتح القدیر سے اسی جزئیہ کی تصریح موجود حیث قال الاتری انہم لما اختلفوا فی سنۃ الفجر ہل تقع بعد الشمس سنۃ او نفلا مبتدأ حکوا الخلاف فی انہا تقضی او لا۔

---

[1] وفی البحر ج۱ ص۲۴۳ وقد نقلوا ہذا التصحیح ہنا بصیغۃ التمریض (باب الاستنجاء)

نوری عفی عنہ

اس کی وجہ وہی جو سن چکے کہ قضاء مثل ادا ہے اور اسی وجہ کی طرف کلام محقق ذوالکمال

ناظر حیث قال وتقع سنۃ کماھی فی ذلک الوقت اور شامی علیہ الرحمہ نے اسکے

خلاف محقق کو "قال" سے بیان فرمایا کہ مقبول ہے نہ "قیل" سے کہ مخذول ہے اور امام محمد علیہ الرحمہ نے

جو قضاء کو احب فرمایا اس میں اشارہ ہے کہ آپ نے احتیاطاً قضاء کا ارشاد فرمایا ورنہ احب

نہ فرماتے کہ احب کے تارک کو ملامت نہیں کر سکتے اور سنت مؤکدہ کے تارک کو ملامت کر سکتے ہیں

تو ثابت ہوا کہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک قضاء لازم نہیں اور شیخین علیہما الرحمہ کے نزدیک ہو ہی نہیں سکتی

کہ لاتقضی فرما کر نفی کر دی۔

آپ نے جو یہ فرمایا کہ فقیر کے نزدیک بھی نہ قضاء دینے سے قضاء دینی بہت بہتر ہے

اس کے متعلق یہی کافی کہ آپ مقلد ہیں اور مقلد کی رائے مخالف کا اعتبار نہیں۔ بحر الرائق میں ہے

ان کان مقلد الابی حنیفۃ فلاعبرۃ برأیہ المخالف لمذہب امامہ۔

آپ کی دلیل کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنت فجر کی بہت تاکید فرمائی ہے اور

حدیث رکعتا الفجر واشد تعاھدا آئی۔ اس کا جواب اوّلاً یہ کہ یہ تاکید وحدیثیں سنت فجر

کے متعلق اور جب بعد الطلوع سنت ہی نہیں تو تاکید بھی نہ رہی کہ وجود مؤکد بدون المؤکد غیر موجود۔

ثانیاً یہ کہ یہ تاکید وحدیثیں شیخین علیہما الرحمہ جیسے زبردست ائمہ وعلماء کو بھی معلوم تھیں یا نہیں "نہیں"

کی طرف تو راہ ہی نہیں، تو ضرور معلوم تھیں اور جب شیخین علیہما الرحمہ باوجود علم واجتہاد واحتیاط و

تقویٰ ارشاد فرمائیں کہ "لاتقضی" تو آپ کو اس میں کیا تأمل ہے حالانکہ بحر الرائق میں ہے

---

[1] عقود الدریہ ج۲ ص ۳۶۸ پر ہے کل اٰیۃ او خبر یخالف قول اصحابنا یحمل علی النسخ او التأویل او الترجیح علی ماصرح بہ فی الکشف الکبیر اذا کان حدیثا مخالفا لما ذھب الیہ ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی ھل یجوز ان یقال انہ لم یبلغہ قالوا لا لانہ وجدہ غیر صحیح او مؤولا ۱۲ نور عفی عنہ

وان كان المفتى مقلدا يقلد الامام فنص امامه وان كان اجتهادا فى حقه كالدليل القطعى۔

آپ نے جو فرمایا کہ شیخین کی قضا میں بھی اجازت ہوئی، اس کا جواب لازم نہیں کا جواب ہے کہ وہ اصل و یہ فرع اور میں نہایت ہی متعجب ہوں کہ اگر قضا ہوتی تو اجازت نہ ہوتی بلکہ ضروری ارشاد ہوتا کہ قضا مثل ادا اور ادا ضروری تو قضا کیوں غیر ضروری بلکہ مظنّہ منع ہوئی اور حدیث لیلۃ التعریس کے دو جواب تو وہی ہیں جو پہلی حدیثوں کے جواب ہیں اور ایک وہ جو ہدایہ، بحر، غنیہ وغیرہا میں ہے واللفظ لابراھیم علیہ الرحمۃ ولابعدہ اختصاص القضاء خارج الوقت بالواجبات الا ما ورد بہ شرع والشرع انما ورد فی قضاءہ یعنی الفجر عند فوتہا مع الفرض قبل الزوال کما فی غداۃ لیلۃ التعریس ولم یرو فی قضائہا اذا فاتت وحدھا وایضا اقول ان السنن القبلیۃ لابد لہا من الامرین الاداء فی الوقت و قبلیۃ الفرض اما الاول فعارض لابدیتہ تبعا للفرض والثانی ذاتی نظرا الی التبعیۃ فان فاتت مع الفرض فات الامر الاول العرضی فتقضی قبل الزوال تبعا للفرض مع قبلیۃ الفرض وان فاتت بدون الفرض فات الامر الذاتی اعنی قبلیۃ الفرض و بالطلوع فات الاول ایضا فوضح الفرق وللہ الحمد فلا یقاس علیہ غیرہ۔

اور نفلوں سے کون منع کرتا ہے؟ میں نے وہاں کیا نہیں کہا تھا کہ اگر ہزار رکعت نفل پڑھے میں تب بھی منع نہیں کرتا ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ رکعتین فجر جو بدون الفرض فوت ہوں ان کی قضا نہیں ہے۔

باقی رہا آپ کا جبروتی حکم کہ قضاء سنتِ فجر سے منع نہ کیا جاوے ورنہ مناعٍ للخیر میں داخل ہوگا، اس کی کیا دلیل ہے جب قضا ہو ہی نہیں سکتی تو نافی منفی، مناع للخیر میں کیونکر

داخل ہوگا اور اگر داخل ہوگا تو آپ بھی ضرور داخل ہیں کہ جمعہ فی القریٰ کی نفی جس طرح میں کرتا ہوں ویسے ہی آپ بھی کرتے ہیں حالانکہ فضائل وتاکید جمعہ میں بھی بہت حدیثیں وارد، میں تو یہی کہوں گا کہ فضائل وتاکید بھی اس کے متعلق نہ ہوئے تو نفی منتفی میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مولوی صاحب! صدہا افسوس کہ آپ نے جھٹ کہہ دیا کہ مناع للخیر میں داخل ہوگا مگر یہ نہ سوچا کہ مناع للخیر کن کے حق میں وارد اور اس کا معنے کن لوگوں کے ساتھ مختص، یقیناً کفار کے حق میں وارد اور اس کا معنے کفار سے مختص مگر آپ اہل علم ہو کر اہلِ علم کے حق میں پڑھتے ہیں حالانکہ نافی اپنی طرف سے نافی نہیں بلکہ باتباع شیخین ومشائخ علیہما وعلیہم الرحمۃ نافی ہے تو آپ کا یہ جبری حکم کہاں تک پہنچا؟

اگر اس کے ورود واختصاص میں شک ہو تو تفاسیر معالم التنزیل ولباب التاویل ومفاتیح الغیب وارشاد العقل وحسینی وغیرہا کو دیکھیں اور ورود تو نص قرآنی کے سیاق سے اظہر من الشمس ہے، نیز مفسرین کرام نے مناع للخیر کے دو معنے بیان فرمائے، دونوں کو اس سے تعلق ہی نہیں ہے مگر آپ اہل ایمان کے متعلق پڑھ رہے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما یراھم شرار خلق اللہ وقال انہم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین کیا اگر میں جواباً کریمہ والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا واثما مبینا تحریر کروں تو نہیں کر سکتا؟ مگر میں مناسب نہیں سمجھتا واللہ المتعال العاصم۔

یہ ہے آپ کی تحریر کا جواب بے نقاب جو دلائل قاہرہ باہرہ پر منطوی، باقی جواب آئندے پر ملتوی، اگر یہ جواب در نظر جناب صواب سے بہرہ ور نہ ہو تو مطلع فرمائیں مگر اسی پر اکتفاء نہ فرمائیں مطرود ومردود ہے بلکہ بیانِ دلائل ونقصِ اوائل فرداً فرداً میں ہی سود ہے کہ سخن معقول ومسموع ہو ورنہ عند العقلاء مخنوع ومردوع۔ والسلام۔

وصلی اللہ تعالی علی المحبوب المرغوب المطلوب المصحوب فی کل آن وحین وعلی آلہ الکرام وصحبہ العظام اجمعین وان الحمد للہ رب العلمین۔

نور عفی عنہ، فرید پور جاگیر

الاستفتاء

اس فتوے کا مسودہ استفتاء کے بغیر پرانے کاغذات میں سے ملا ہے جس میں مندرجہ ذیل تین سوالوں کے جوابات دئے گئے ہیں :۔

۱۔ نفلی نماز کی جماعت کا حکم؟

۲۔ غیر مسلموں پر قربانی کا گوشت صدقہ کرنے کا حکم؟

۳۔ اعتکاف میں غسل کا حکم؟

(مرتب)

۱۔ ہاں یقیناً جائز ہے جبکہ محذورات شرعیہ سے مبرا ہو، قرآن کریم کا ارشاد مبین ہے وارکعوا مع الرٰکعین وقد بین فی الاصول ان العبرۃ لعموم الالفاظ

وان الاطلاق بمنزلة النص والتخصيص نسخ لا يجوز في القطعي بخبر الواحد ولا القياس وذا جبل العلم والفضل العلامة الشامي يستدل على مسئلة التراويح فيقول لان جماعتهم مشروعة فلا الدخول فيها معهم لعدم المحذور وذا ظاهر جدا۔

اور احادیثِ کثیرہ صحاح سے بھی ثابت ہے جس کے ثبوت میں اصلا کوئی شک و شبہ نہیں اور یہی ہمارے ائمہ و مشائخ احناف کے کلماتِ متظاہرہ اور تصریحاتِ وافرہ سے ثابت ہے البتہ اگر تداعی سے ہو جو دوسرے لفظوں میں جماعتِ کثیرہ ہے تو ہمارے فقہائے کرام نے اسے مکروہ فرمایا ہے کہ یہ متوارث کے خلاف ہے مگر اس مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے۔ منحۃ الخالق علی البحر الرائق ج ۱ ص ۳۴۵ میں ہے وان الکراھة کراھة تنزیہ۔ اور شامی ج ۱ ص ۶۶۴، منحۃ الخالق ج ۲ ص ۷۰ میں ہے وھو کالصریح فی انھا کراھة تنزیہ۔ اور یہ بھی تب جب دوام ہو اور احیاناً یہ بھی نہیں چنانچہ حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جماعتِ کثیرہ کے ساتھ وتر ادا کرنے سے ثابت ہے۔

شامی ج ۱ ص ۶۶۳ میں ہے ثم ان کان ذٰلك احیانا کما فعل عمر کان مباحا غیر مکروہ وان کان علی سبیل المواظبة کان بدعة مکروھة لانه خلاف المتوارث اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ مواظبت کے ساتھ یہ تشبہ النفل بالفرض بنے گا اور وہ بعض کے نزدیک مکروہ ہے کما قالوا فی التعریف۔

-۲ لحمِ اضحیہ دینا تبرع ہے یا تصدق اور غیرمسلم پر تبرع اور تصدق کی بہترین تفصیل وہ ہے

جو امام اہل السنت والجماعت نے المحجۃ المؤتمنۃ میں فرمائی۔

۳۔ معتکف کو غیر فرض غسل کے لئے معتکف یعنی اس مسجد سے نکلنا جس میں معتکف ہے جائز نہیں جبکہ اعتکاف واجب یا سنت ہو۔

(مسودہ یہاں تک دستیاب ہوا)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اندریں مسئلہ کہ نوافل جب بیٹھ کر پڑھے جائیں تو رکوع کرتے وقت سرین اور پنڈلیاں جدا کرنی ضروری ہیں یا کہ نہیں؟ لبعض لوگ کہتے ہیں اس طرح سجدہ ہو جاتا ہے لہٰذا منع ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

نیازمند سردار احمد بقلم خود
خطیب حدت کالونی وقاری گورنمنٹ کالج ملتان

فرزند با تمیز سلمہ ربہ العزیز

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ؛ بعد از دعوات عافیت دارین آنکہ چند ایام ہوئے

آپ کا گرامی نامہ آیا جس میں بخیریت تین بجے ملتان پہنچنے کا ذکر تھا اور گھر کی خیریت بھی، مسرور ہوا اور ایک استفتار نوافل میں قعود کی صورت میں رکوع کس طرح کیا جائے اور کچھ اختلافِ مصلین کا ذکر بھی تھا جو پورا یاد نہیں رہا کیونکہ وہ لفافہ گم ہوگیا ہے جس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔ اگر لفافہ سامنے ہوتا تو انشاء اللہ خوب رد کرتا مگر مقصود اصل مسئلہ ہے جو خوب منقح کر کے لکھ دیتا ہوں۔

عزیزا! نفل یا سنت پڑھنے میں رکوع کی اصل صورت یہ ہے سرین اٹھا کر رکوع یوں کرے کہ سر اور پیٹھ ہموار ہو جیسے کہ قیام کی حالت میں رکوع میں ہوتا ہے جو سب کتبِ فقہ میں مذکور ہے کیونکہ مطلق رکوع کا ذکر ہے کہ سر اور پیٹھ ہموار کرے جس میں بیٹھنے والے کا رکوع بھی داخل ہے کیونکہ اطلاق کا یہی تقاضا ہے اور پھر فقہاء کرام نے تصریح فرمائی کہ بیٹھنا قیام کے عوض ہے تو احکام قیام جو قیام کے علاوہ ہیں اس میں بھی جاری ہوں گے شامی ج ۱ ص ۴۵۵ میں درالمختار کے قول ثم رأیت فی مجمع الانھر المراد من القیام ماھو الاعم لان القاعد یفعل کذٰلک کے تحت فرمایا ای من القیام الحقیقی والحکمی فان القعود فی النافلۃ وفی الفریضۃ وما الحق بہ لعذر کالقیام بلکہ نورالایضاح رکوع کے بیان میں مصنف علیہ الرحمہ نے اس کی شرح مراقی الفلاح میں کل مصل فرمایا یعنی یہ حکم ہر نمازی کا ہے جس میں قاعد بھی داخل ہے۔

شرح المراقی کے حاشیہ طحاوی ص ۱۶۹ نصہ (ثم کبر) کل مصل (ما کعا الی ان قال (مستویا رأسہ بعجزہ الخ اور درالمختار میں فرمایا ویسوی

سہ فتویٰ پیپر ڈاک کرنے کے بعد مسئلہ مذکورہ مختصر الفاظ میں دوبارہ موصول ہوا جسے بطور استفتار درج کر دیا گیا ہے۔ (مرتب)

ظهره بعجزه، حاشیہ شامی ج ۱ ص ۴۶۱۔ اب غور کریں روز روشن سے بھی روشن کہ جب سر پیٹھ اور سرین برابر ہوں تو قاعد کے سرین رانوں سے ضرور اٹھے ہوں گے تو مسئلہ بالکل واضح ہو گیا وللہ تعالی الحمد۔

تنبیہ

عجز کا معنے کتب لغت میں سرین لکھا ہے چنانچہ غیاث اللغات، منتہی الارب، صراح، منتخب اللغات میں ہے وھو الظاھر من لسان العرب وتاج العروس والنھایۃ ومجمع البحار وغیرھا من کتب اللغۃ اور شامی علیہ الرحمہ نے تو یہ جزئیہ بالکل واضح کر دیا ہے۔ ج ۱ ص ۴۱۶ میں فرمایا ولو کان یصلی قاعدا ینبغی ان یحاذی جبھتہ قدام رکبتیہ لیحصل الرکوع اھ قلت لعلہ محمول علی تمام الرکوع والا فقد علمت حصولہ باصل طاطۃ الرأس۔

جب ماتھا زانوؤں کے اگلے حصوں کے سامنے ہو اور سر پیٹھ، سرین برابر ہوں تو لامحالہ سرین رانوں سے اٹھے ہوں گے اور یہ کہنا کہ اس طرح سجدہ ہو جاتا ہے بالکل لغو ہے اور غلط ہے کیونکہ یہ بالفعل رکوع و سجود ہے نہ کہ اشارۂ رکوع و سجود۔

واللہ تعالی اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

جمادی الاخرٰی ۱۴۰۰ھ

الاستفتاء

بخدمت جناب قبلہ الحاج فقیہِ اعظم پاکستان مدظلہ العالی بانی و مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ : بعد ازیں عرض ہے کہ :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ نماز تسبیح کا کیا طریقہ ہے ایک مولوی ... صاحب لکھتے ہیں کہ مشکوٰۃ شریف میں یوں ہے ان تصلی اربع رکعات تقرء فی کل رکعۃ فاتحۃ الکتاب وسورۃ فاذا فرغت من القراءۃ فی اول رکعۃ وانت قائم قلت سبحان اللہ والحمد للہ الخ خمس عشرۃ ثم ترکع فتقولها وانت راکع عشرا ثم ترفع راسك من الرکوع فتقولها عشرا ثم تهوی ساجدا فتقولها وانت ساجد عشرا ثم ترفع راسك من السجود فتقولها عشرا ثم تسجد فتقولها عشرا ثم ترفع راسك فتقولها عشرا فذلك خمس وسبعون فی کل رکعۃ۔

نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ کو یہ طریقہ بتایا تو اب ہمیں بھی اِس طرح پڑھنا چاہیئے ۔ میں نے کہا کہ رسالہ رکن دین و دیگر رسائلِ انجمن حزب الرحمٰن میں ہے کہ بعد از ثناء ۱۵ بار اور قبل از رکوع ۱۰ بار باقی ہر مقام میں دس دس بار لٰہذا یہ طریقہ بہتر ہے کیونکہ حضرتِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بعد از سجود سوا التحیات کے بیٹھنا صحیح نہیں تو حضرتِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مقلد ہونے والا تو اسی طرح پڑھے گا

تو مولوی صاحب نے کہا کہ جب اصل حدیث سے ثابت ہے تو پھر فقہ کی کیا ضرورت؟
اب آپ حضور اس کے متعلق بالتحقیق و بالحوالہ تحریر فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

السائل

آپ حضور کا خادم الحقیر عبدالرسول محمد نور نبی شمس نوری عفی اللہ عنہ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ

نمازِ تسبیح کے یہ دونوں طریقے احادیثِ شریفہ سے ثابت ہیں۔ پہلے طریقہ کی حدیث تو سائل نے لکھ ہی دی ہے اور دوسرا طریقہ سننِ ترمذی شریف میں ہے جو حضرت عبداللہ بن مبارک حضرتِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگردِ رشید سے ثابت ہے سننِ ترمذی ج ۱ ص ۶۴ میں ہے سألت عبد اللہ بن المبارک عن الصلوٰۃ التی یسبح فیہا قال یکبر ثم یقول سبحانک اللّٰھم وبحمدک و تبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک ثم یقول خمس عشرۃ مرۃ سبحٰن اللہ و الحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ثم یتعوذ و یقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وفاتحۃ الکتاب و سورۃ ثم یقول عشر مرات سبحان اللہ والحمد للہ و لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ثم یرکع فیقولہا عشرا ثم یرفع رأسہ فیقولہا عشرا ثم یسجد فیقولہا عشرا ثم یرفع رأسہ فیقولہا عشرا ثم یسجد الثانیۃ

فیقولها عشرا یصلی اربع رکعات علی هٰذا فذلک خمس وسبعون تسبیحة فی کل رکعة یبدأ فی کل رکعة بخمس عشرة تسبیحة ثم یقرأ ثم یسبح عشرا اور یہ دونوں طریقے جائز ہیں چنانچہ شامی ج ا ص ۴۴۳ میں ہے والذی ینبغی فعل هٰذه مرة وهٰذه مرة طحطاوی علی الدر ج ا ص ۲۸۸ میں ہے والظاهر جواز الامرین لورود الاحادیث بکل اور حضرتِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق کوئی روایت نظر نہیں آئی البتہ بعض مشائخ نے صرف اس لحاظ سے کہ جلسۂ استراحت چونکہ حضرت امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مکروہ ہے اور پہلی ترکیب پر وہ جلسہ کرنا پڑتا ہے لہٰذا دوسری ترکیب کو ان بعض مشائخ نے پسند فرمایا ہے چنانچہ شامی ج ا ص ۴۴۳ میں ہے قال فی شرح المنیة ان الصفة التی ذکرها ابن المبارک هی التی ذکرها فی مختصر البحر وهی الموافقة لمذهبنا لعدم الاحتیاج فیها الی جلسة الاستراحة اذهی مکروهة عندنا۔

یہ صرف بعض حضرات کا خیال ہے ورنہ نمازِ تسبیح کے متعلق ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ایسی کوئی نص نہیں اور جب پہلے طریقے کی حدیث بھی ثابت ہے تو ہمارے نزدیک بھی کوئی حرج نہیں چنانچہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں لکن علمت ان ثبوت حدیثها یثبتها وان کان فیها ذٰلک البتہ دوسرے طریقے کو ہمارے فقہائے کرام کے علاوہ دوسرے کئی حضرات نے بھی پسند فرمایا ہے چنانچہ حضرتِ امام ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ قوت القلوب شریف کے ج ا ص ۴۴ میں فرماتے ہیں وهٰذه الروایة احب الوجهین الی وهو اختیار عبد اللّٰه بن المبارک۔

حضرتِ امامِ غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم شریف کے ج ا ص ۲۱۴ میں فرماتے ہیں هٰذا هو الاحسن وهو اختیار ابن المبارک۔

بہرحال یہ دونوں طریقے بلاشبہ جائز ہیں اور حسبِ تصریحِ شامی لائق یہ ہے کہ کبھی یوں پڑھے کبھی یوں پڑھے۔

رہا مولوی صاحب کا کہنا کہ پھر فقہ کی کیا ضرورت؟ یہ محض غلط ہے، اس کی بنیاد اس پر ہے کہ فقہ اور حدیث کی مخالفت ہے حالانکہ یوں ہرگز نہیں بلکہ فقہ خلاصۂ احادیث ہے کما بینہ العلماء فی تصانیفہم المنیفۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہٖ واصحٰبہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۴ر شوال ۱۳۷۶ھ ۲۹-۹-۷۶

باب الجمعة والعيدين

الاستفتاء

بگرامی خدمت عظیم الدرجات جناب حضرت علامہ الحاج صوفی محمد نصر اللہ صاحب نعیمی (دامت برکاتہم العالیہ)

السلام علیکم! مزاجِ گرامی۔

دیگر احوال یہ ہے کہ ہمارے علاقہ تحصیل چونیاں ضلع قصور میں مسئلہ جمعۃ المبارک اور عیدین کا ہے، کشیدگی اختیار کر چکا ہے، بعض علمائے کرام کا یہ قول ہے کہ جمعۃ المبارک کے دن اگر عید ہو تو صرف عید ہی کا خطبہ ہو سکتا ہے جمعۃ المبارک کا خطبہ نہیں ہونا چاہیے، آپ ہمیں باحوالہ طور پر ارشاد فرمائیں کہ احادیث کے لحاظ سے ہمیں دونوں خطبوں کو ادا کرنا چاہیے یا کہ نہیں، جمعۃ المبارک وغیرہ کا تو ہمارا جھگڑا ہی نہیں۔ جس مقام پر جمعۃ المبارک فرض ہو

اور جمعہ والے دن ہی عید ہو تو تحریر فرما دیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہماری آواز کو صحرا نہیں ہونے دیں گے۔ والسلام

خیر اندیش: غلام نبی خطیب جامع مسجد نظام پورہ تحصیل چونیاں ضلع قصور

محمد حنیف پی ٹی آئی گورنمنٹ مڈل سکول نظام پورہ عبدالعزیز ایم اے بی ایڈ گورنمنٹ نظام پورہ تحصیل چونیاں ضلع قصور محمد اکرم عبدالجبار بقلم خود

مولوی غفور احمد محمد اسحاق بقلم خود

اکبر علی چوہدری (مہر) ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ مڈل سکول نظام پورہ ضلع قصور

سردار علی بقلم خود

اصل مسئلہ نماز کا ہے، اگر جمعہ کے دن عید آئے تو آیا جمعہ کی نماز بھی لازم ہے یا نہیں، اگر نماز لازم ہے تو خطبہ بھی ہوگا۔ قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ سے نمازِ جمعہ عید کے دن بھی لازم ہے لاطلاق الاحکام اور بعض کو جو شبہ ہوا ہے تو وہ محض بادر ہوا ہے چنانچہ حضرتِ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور پرنور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عید جمعہ کے دن آئی تو حضور نے عید پڑھا کر فرمایا کہ جو چاہے جمعہ کی نماز کے لئے آئے اور جو نہ چاہے نہ آئے رواہ احمد فی مسندہ ج ۴ ص ۳۷۲ والطحاوی فی مشکل الآثار ج ۲ ص ۵۳ وابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۳ والنسائی ج ۱ ص ۲۳۶

وابن ماجۃ ص ۹۴ والبیھقی فی السنن ج ۳ ص ۳۱۷ والنص عن ابی داؤد قال صلی العید ثم رخص فی الجمعۃ قال من شاء ان یصلی فلیصل۔

پھر ابوداؤد نے حضرت ابی ہریرہ کی حدیثِ مرفوع روایت کی جس کے آخر میں فرمایا وانا مجمعون اور یونہی مشکل الآثار ج ۲ ص ۵۶ میں حضرت ذکوان کی حدیثِ مرفوع کے آخر میں ہے وانا مجمعون یعنی اور ہم جمعہ ادا کرنے والے ہیں تو اس "ہم" سے مراد کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور اہلِ مدینہ منورہ مراد ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ اجازت دیہات والوں کیلئے تھی جو باہر سے آکر عید و جمعہ مدینہ منورہ میں ادا کرتے تھے کیونکہ عید کا دن کھانے پینے اور خوشی کا دن ہے لوگ اگر یہاں جمعہ ادا کرنے تک رہیں تو مشکل ہے اور اگر جاکر دوبارہ آئیں تو یہ بھی مشکل ہے لہٰذا اجازت دے دی مگر اہلِ مدینہ کے لئے کوئی مشکل نہیں لہٰذا فرمادیا وانا مجمعون یعنی ہم جمعہ ادا کرنے والے ہیں اور اسکی وضاحت حضرت سیدنا ذی النورین رضی اللہ عنہ نے فرمادی چنانچہ مشکل الآثار ج ۲ ص ۵۶ اور صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۵ اور مؤطا امام مالک ص ۱۶۵ اور مؤطا امام محمد ص ۱۳۹ اور کتاب الام حضرت امام شافعی ج ۱ ص ۲۳۹ میں ہے کہ ابوعبید کہتے ہیں شھدت العید مع عثمان بن عفان فجاء فصلی ثم انصرف فخطب فقال انہ قد اجتمع لکم فی یومکم ھٰذا عیدان فمن احب من اھل العالیۃ ان ینتظر الصلوۃ فلینتظرھا و من احب ان یرجع فلیرجع فقد اذنت لہ۔

یعنی حضرتِ عثمان بن عفان کے ساتھ میں عید کے دن حاضر ہوا تو آپ نے آکر نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا تو فرمایا کہ آج کے دن دو عیدیں اکٹھی آگئی ہیں تو جو چاہے دیہات والوں سے کہ نمازِ جمعہ کا انتظار کرے تو کرے اور جو واپس جانا چاہے تو چلا جائے، میں نے اجازت دے دی۔

حضرتِ امامِ شافعی فرماتے ہیں کہ یہ اجازت باہر سے آنے والوں کے لئے ہے اور شہر والوں کے لئے نہیں اور یونہی طحاوی فرماتے ہیں اور ہمارے محرر مذہبِ حنفیہ کے امام حضرتِ امامِ محمد بھی یونہی فرماتے ہیں چنانچہ اس حدیث کے بعد ص ۱۴۰ میں ہے قال محمد و بهذا ناخذ وانما رخص عثمان فی الجمعۃ لاهل العالیۃ لانهم لیسوا من اهل المصر وهو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

پھر ہماری کتبِ فقہیہ حنفیہ کی جامع صغیر ص ۲۰، درالمختار اور طحطاوی علی الدر ج ۱ ص ۳۵۱ اور شامی علی الدر ج ۱ ص ۷۷۳ میں ہے والنظم للشامی قال فی الهدایۃ ناقلا عن الجامع الصغیر عیدان اجتمعا فی یوم واحد فالاول سنۃ والثانی فریضۃ ولا یترک واحد منهما۔ پھر فرمایا عن علی ان ذلک فی اهل البادیۃ ومن لا تجب علیهم الجمعۃ۔

پھر غیر مقلدین کی مایہ ناز کتاب المحلی کے ج ۵ ص ۸۹ میں ہے اذا اجتمع عید فی یوم جمعۃ صلی للعید ثم للجمعۃ ولا بد ولا یصح اثر بخلاف ذلک اور آخر میں کہا الجمعۃ فرض والعید تطوع والتطوع لا یسقط الفرض۔

یہ جملہ حضرتِ امامِ محمد علیہ الرحمہ کے ارشاد سے ہی ہے۔ بہر حال اگر جمعہ کے دن عید آئے تو جن پر پہلے جمعہ فرض ہے ان پر فرض ہی ہے اور جن پر فرض نہیں مثلاً دیہات والے تو ان کے لئے اجازت ہے کہ عید پڑھ کر گھر چلے جائیں اور پھر جمعہ کے لئے آئیں تو آئیں اور نہ آئیں تو اجازت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ

الاعظم و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

نوٹ : یہ آپ کا استفتار شاید ماہِ رمضان المبارک ۱۳۹۸ میں آیا جبکہ میرا نورِ نظر لختِ جگر مولانا محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمہ مرض الموت میں لاہور شفاخانہ میں تھے اور میں مدینہ منورہ میں تھا تو مجھے اب یہ لفافہ اتفاقیہ ایک کتاب میں مل گیا تو جواب لکھ رہا ہوں۔ والسلام

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۳ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ ۲۲-۳-۷۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ کیا نماز جمعۃ المبارک مسجد کے باہر ہوتی ہے جب کہ امام بھی مسجد میں نہ ہو نہ اذان نہ خطبہ اور جگہ بھی ایسی ہو جہاں ہفتہ بھر جانور لید گوبر غلاظت پیشاب وغیرہ پھیلاتے رہیں اِس جگہ ہفتہ بھر نجاستِ غلیظہ موجود رہے صرف جمعہ کے روز اِس کو تھوڑا سا صاف کر کے دریاں وغیرہ بچھا کر جمعہ کی نماز ادا کر لی جائے جبکہ ارد گرد شہر میں بالکل قریب اور بھی اسی مسلک کی جامع مساجد موجود ہوں۔ کیا نمازِ جمعہ وہاں ہو جاتی ہے۔ اگر نہیں تو پڑھی گئی، نمازوں کا اعادہ کیا ضروری ہے؟ تفصیل کے ساتھ مسلکِ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق جواب عنایت فرمائیں۔

سائل : محمد امین خاں دولتانہ

تحصیل بازار بہاولنگر

ایسی جگہ میں جمعہ ادا کرنا جائز ضرور ہے مگر بالکل غیر مناسب ہے جب سب ہی ایک مسلک کے ہیں مگر تعجب ہے یوں ہوتا کیوں ہے، شاید کسی جانب کوئی غرض فاسد ہو تو گناہ اس پر ہے جس کی غرض فاسد ہے بلکہ یوں خیال آتا ہے کہ شاید کسی بھٹو کے چیلے کی یہ تفریق وفساد ہے، اللہ تعالیٰ ایسے شرپسندوں کے شر سے بچائے۔

ہاں جائز کیوں لکھا ہے اس لئے کہ جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں اور نہ ہی کسی کتاب میں کوئی ایسی شرط لگائی گئی ہے بلکہ سب سے پہلا جمعہ جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمایا تھا وہ جنگل میں ہی مدینہ منورہ کے قریب تھا جہاں تبرک کے لئے چھوٹی سی مسجد یادگار بنی ہوئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تفریق وفساد وعناد بہت بری چیز ہے جمعہ کو جمعہ کہا ہی اس لئے کہ سب جماعتوں کو جمع کرنے والا ہے۔

شامی ج ۱ ص ۷۶۱ میں ہے وکذا تسمی جمعة لاجتماع الجماعات فیھا اور اسی لئے تو حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ کے ایک قول میں شہر کی صرف ایک مسجد یا ایک جگہ ہی ہو سکتا ہے مگر فتوےٰ دوسرے قول پر ہے کہ کئی مساجد یا مواضع میں جائز ہے۔ فتاوےٰ عالمگیر ج ۱ ص ۷۵ میں ہے وتؤدی الجمعة فی مصر واحد فی مواضع کثیرة وھو قول ابی حنیفة ومحمد وھو الاصح الخ اور شامی ج ۱ ص ۷۵۵ میں ہے جو ان التعدد وان کان اسجح و

اقوى دليلا لكن فيه شبهة قوية لانه خلافه مروى عن ابى حنيفة ايضا واختاره الطحاوى والتمرتاشى وصاحب المختار وجعله العتابى الاظهر وهو مذهب الشافعى والمشهور عن مالك واحد الروايتين عن احمد۔

والله تعالىٰ اعلم وصلى الله تعالىٰ على حبيبه الاعظم وعلىٰ اٰله واصحابه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۶ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ ۳۱-۵-۸۰

بابُ الجنائز

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندریں کہ آیا نمازِ جنازہ میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم ہے یا درمیان میں ایک ایک کی جگہ چھوڑ کر کھڑے ہونا چاہیے۔ بعض لوگ اس طرح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ درمیان میں فرشتوں کے کھڑے ہونے کی جگہ چھوڑنی چاہیے۔ آیا ان کا یہ معمول و مقول صحیح ہے۔

نماز میں مطلقاً مل کر صفوں میں کھڑے ہونے کا حکم ہے۔ حضرتِ انس رضی اللہ

تعالٰی عنہ سے امام بخاری ج ا ص ۱۰۰ و نسائی ج ا ص ۱۳۱ راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں کو سیدھا کرو اور خوب مل کر کھڑے ہو کہ بیشک میں تمہیں اپنے پیچھے دیکھتا ہوں فاقبل علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بوجھہ فقال اقیموا صفوفکم و تراصوا فانی اراکم خلف ظھری۔

صحیح مسلم ج ا ص ۱۸۱، سنن نسائی ج ا ص ۱۳۱، سنن ابن ماجہ ص ۷۱ میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم فرشتوں کی طرح صفیں نہیں بناتے، عرض کی گئی فرشتے کس طرح صفیں بناتے ہیں فرمایا پہلے صفوں کو پورا کرتے ہیں اور خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں واللفظ عند ابن ماجۃ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا تصفون کما تصف الملائکۃ عند ربھا قال قلنا و کیف تصف الملائکۃ عند ربھا قال یتمون الصفوف الاول و یتراصون فی الصف؛

سنن نسائی میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا خوب ملاؤ صفوں کو اور نزدیکی کرو ان کے درمیان اور برابر کرو گردنوں کو پس قسم ہے اللہ تعالٰی کی کہ میں بے شک دیکھتا ہوں شیطان کو داخل ہوتا ہے سوراخِ صف میں حذف (ایک قسم کی چھوٹی بکری) کی طرح۔

در المختار وغیرہ میں ہے قال الشمنی و ینبغی ان یامرھم بان یتراصوا و یسدوا الخلل تو نمازِ جنازہ میں بھی یہ احکام بلاشبہ ضرور ثابت کہ مطلق و عام اپنے عموم و اطلاق پر رہا کرتے ہیں کما برھن فی اصول الفقہ۔

ج ۱ ص ۵۳۱

تو بعض لوگوں کا دستور العمل صحیح نہیں اور حدیث شریف سے سن چکے کہ سوراخِ صف میں شیطان گھس جاتا ہے تو فرشتوں کے لئے جگہ چھوڑنا نہ ہوا بلکہ شیطان کے لئے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۱۳۶۰ھ

الاستفتاء

مشکوٰۃ شریف میں کتاب الجنائز میں دو حدیثیں ہیں، ایک اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء، دوسرے اسی راوی سے مروی ہے اذا صلی علی الجنازۃ قال اللّٰھم اغفر لحینا و میتنا الخ دوسری حدیث میں دعا فی الصلوٰۃ الجنازۃ مراد ہے اور پہلی سے کونسی مراد ہے فی الجنازۃ یا بعد الجنازۃ۔ بعض لوگوں نے اِس حدیث سے دعا بعد الجنازہ کا استدلال کیا ہے کیا یہ استدلال درست ہے حالانکہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۷ حاشیہ نمبر ۸ میں ہے قال الکرمانی ولا یدعو للمیت بعد الصلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ۔ آپ کے خیال میں صلوٰۃ الجنازہ اگر کوئی قوی فقہی دلیل یا حدیث صحیح تخصیص دعا بعد جنازہ کی ہو تو تحریر فرمائیں۔

مشکوٰۃ شریف میں دیکھا ہے اس میں دوسری حدیث کے متعلق فی الصلوٰۃ کا لفظ نہیں نظر آیا تو احتمال بعد الصلوٰۃ کا بھی ہے اور اسی طرح پہلی حدیث میں بھی دونوں احتمال ہیں۔ بہر حال دعا ر بعد از جنازہ بھی دعا رہی ہے تو عموم دعا میں داخل ہے اور عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں، صرف کرمانی کا قول دلیل نہیں بن سکتا جبکہ صفوف توڑنے کے بعد دعا ہو تو زیادتی کا وہم نہیں پڑتا اجیب دعوۃ الداع اذا دعان سورۃ البقرہ کے عموم میں داخل ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز ص ۳۳۲ میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عبد اللہ بن سائب کے دفن سے فارغ ہو کر قبر پر کھڑے ہو کر دعا کی جو بعد از جنازہ ہی ہے لفظ لما فرغ من قبر عبد اللہ ابن السائب قام ابن عباس علی القبر فوقف علیہ ثم دعا اور اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا تو چار تکبیریں کہیں پھر چل کر میت کے پاس گئے اور دعا فرمائی اللّٰھم عبدک وابن عبدک الخ اور یونہی حضرت ایوب رضی اللہ عنہ سے ہے۔ راوی کے لفظ ہیں رأیت ایوب یقف علی القبر فیدعو للمیت قال وبہ رأیتہ یدعو لہ وھو فی القبر قبل ان یخرج۔ یہ حدیثیں باقاعدہ مسند ہیں اور باب ہے فی الدعاء للمیت بعد ما یدفن و یسوی علیہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ الاعظم والسلم

واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۵ ر ذی قعدۃ الحرام ۱۴۰۱ھ ۱۵-۱۲-۸۱

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں ان مسائل کے :

۱- ایسی مسجد جہاں بقاعدہ باجماعت نماز ادا کی جاتی ہے کیا اس کو دوسری جگہ بنایا جائے اور اس مسجد کی زمین کسی دوسرے کام میں لائی جاسکے، اس کے متعلق کیا حکم ہے ؟

۲- جنازہ قبرستان کی طرف لے جاتے وقت جنازہ کی چارپائی کی پاؤں والی طرف کس طرف ہونی چاہیے یعنی اگر قبرستان مشرق کی طرف ہے اور جنازہ لے کر چلنا ہے، اب جنازہ کے پاؤں والی طرف کس سمت ہونی چاہیے؟ اس کے متعلق کیا حکم ہے ؟

السائل : مولوی نذیر احمد، قادر آباد

۱- مسجد تحت الثریٰ سے آسمان تک مسجد ہی ہے لہٰذا اس کو بدلا نہیں جاسکتا، قرآن کریم

میں ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا۔

۲۔ قبرستان لے جاتے وقت سر والی طرف قبرستان کی طرف ہو اور جب قبرستان مشرق کی طرف ہو تو بظاہر پاؤں کعبہ کی طرف ہوں گے مگر در باطن منہ ہوگا کیونکہ میت اور مریض کے قبلہ رُخ ہونے کی ایک یہ بھی صورت ہے، اگر میت یا مریض کو اٹھایا جاتے تو رخ ظاہر میں بھی قبلہ کو ہو جاتا ہے لہٰذا مریض نماز کے وقت یوں لیٹ کر پڑھے تو نماز ہو جاتی ہے، اگر میت کو غسل کے وقت یوں رکھا جائے تو بھی جائز ہے اور جنازہ اٹھانے کا یہ طریقہ حضرتِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے صاف صاف ثابت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ الاعظم وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۴ھ ۲-۷-۷۴

مسئلہ

مسمّٰی سجوار کھرل کنڈر کے موضع دھون کوٹ روپ چند داخلی سوہاگ علیے کے میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنے کا مسئلہ دریافت کیا کہ جائز ہے یا نہیں ؟

تو اس کا **جواب** یہ ہے کہ شرع شریف میں قبر سے نکالنا جائز نہیں چنانچہ درالمختار شامی فتاوٰی عالمگیری وغیرہا کتبِ مذہب مہذبِ حنفی میں تحریر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ الاعظم وآلہٖ واصحٰبہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ ۵-۵-۷۶

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ
وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۔ (التوبہ: ۱۰۳)

”اے محبوب! ان کے مال میں سے زکوٰۃ وصول کیجئے جس سے
تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔“

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوْءِ۔ (ترمذی)

• غضب الٰہی کے فرو کرنے اور بری موت سے بچنے کا ذریعہ صدقہ ہے۔

ذیل کے فتوے پر حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا
جواب ص۳۶۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔ (مرتب)

الاستفتاء

علماء دین کا اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے کہ تعلیمات اسلامیہ کے مدارس اور دوسرے مذہبی ادارے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے اپنے سفیر اور عمال مخیر اور رمز کی حضرات کی طرف بھیجا کرتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ سفیر وغیرہ فقراء اور طلباء کے وکیل ہوتے ہیں یا متولین ومزکین کے اور کیا یہ زکوٰۃ جس طرح فقراء اور طلباء پر خرچ

کی جاتی ہے، اسی طرح مدرسین اور مدارس کے ملازمین کو اس مال سے تنخواہ بھی دی جاسکتی ہے؟ دلائل سے واضح فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔

مستفتی: محمد حسن از کراچی

۱۳رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ ۱۶-۷-۸۱

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

اللّٰھم اھدنی الی الصواب انک انت اعلم بالصواب وانی الیک انیب والیک المآب۔

زکوٰۃ وصول کرنے والے سفیر اگرچہ فقراء اور طلباء کی طرف سے جاتے ہیں لیکن انہیں فقراء وغیرہ کا وکیل نہیں بنانا چاہیے کیونکہ اس صورت میں طلباء وغیرہ کی تملیک ضروری ہوتی ہے پھر بعداز تملیک ان سے مال واپس لینا بھی ناپسندیدگی سے خالی نہیں اور یہ بھی کہ تملیک شاذونادر کوئی ادارہ کراتا ہوگا لہٰذا اس پیچیدگی سے بچنے کے پیشِ نظر سفراء وغیرہ کو اہلِ زکوٰۃ کا وکیل بنانا بہتر ہے تاکہ عدمِ تملیک کی خرابی لازم نہ آئے اور اداروں کے منتظمین حضرات سفیروں سے زکوٰۃ وصول کرکے مالداروں کی طرف سے بحیثیت وکیل اس مال کو مصارفِ حقہ میں خرچ کرتے رہیں اور شرعاً مالی عبادت میں نیابت جائز اور درست بھی ہے، رہا مدرسین وغیرہ کو اس مال سے بطور اجرت تنخواہ دینے کا سوال

تو جس طرح فقرا اور طلبہ کو یہ مال دیا جاتا ہے اور اسے زکوٰۃ کے مال سے اجرت دیجاتی ہے اور بڑھ کر یہ کہ اگر عامل مالدار ہو تو بھی اسے اِس زکوٰۃ سے تنخواہ دینا جائز ہے اِس لئے کہ اس نے اپنا وقت نکال کر یہ کام کیا۔

صاحبِ روح المعانی زیر آیہ وَالْعَامِلِیْنَ عَلَیْهَا لکھتے ہیں وانما حلت للغنی مع حرمة الصدقة علیه لانه فرغ نفسه لهٰذا العمل فیحتاج الی الکفایة والغنی لا یمنع من تناولها عند الحاجة کابن السبیل کذا فی البدائع والتحقیق ان فی ذٰلک شبها بالاجرة وشبها بالصدقة فبالاعتبار الاول حلت للغنی الخ

روح المعانی ج۱۰ ص ۱۲۱ بعینہٖ یہی عبارت بحر الرائق میں موجود ہے ج۲ ص ۲۵۹ وفی منح الغفار بعد ذکره ما مر عن البدائع من تعلیل حل الدفع للعامل الغنی بانه فرغ نفسه لهٰذا العمل فیحتاج الی الکفایة الخ قال وبهٰذا التعلیل یقوی ما نسب الی بعض الفتاوٰی ان طالب العلم یجوز له ان یاخذ الزکوٰة وان کان غنیا اذا فرغ نفسه لافادة العلم واستفادته لکونه عاجزا عن الکسب والحاجة داعیة الی ما لابد منه وهٰکذا رأیته بخط موثوق وعزاه الی الواقعات (منحة الخالق علی البحر الرائق ج۲ ص۲۶۰)

اِن عبارات سے ثابت ہوا کہ مدرسین حضرات کو تعلیم و تدریس کی اجرت اور تنخواہ زکوٰۃ کے مال سے دینا جائز ہے اگرچہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہوں اور اس کی علت تعلیم و تدریس کے لئے اپنے کو وقف کر دینا ہے واللہ اعلم بالصواب وہو ولی الاجر والثواب۔

المجیب خادم العلماء والفقراء ابوالطاہر محمد رمضان خادم الحدیث بدار العلوم الحنفیۃ الغوثیہ
۱۳ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ ۱۶-۷-۸۱ بیوم الخمیس

محترم مولانا ابوالطاہر صاحب موصوف نے یہ فتوےٰ تقریظ کے لئے حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کی طرف بھیجا، اس پر حضرت علیہ الرحمۃ نے درج ذیل مکتوب مع جوابِ فتوےٰ تحریر فرمایا۔ (مرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا صاحب مدظلہم العالی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : حسب الحکم یہ مختصر عریضہ قلتِ فرصت اور مشاغلِ کثیرہ میں تحریر کیا حالانکہ میری صحت بھی یونہی ہے اس پر نظرِ تحقیق فرمائیں، اگر پسند آئے تو اطلاع دیں ورنہ جو چیز محلِ نظر ہو تو اس سے مطلع فرمائیں۔ والسلام مع الاکرام

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

زکوٰۃ وصول کرنے والے زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے وکیل ہو سکتے ہیں کیونکہ فقراء کے لئے وکیل بننے میں بڑی خرابی ہے۔ دیکھئے فتاوٰے عالمگیر طبع مجیدی کانپور ج ۲ ص ۳۵۲ میں ہے وتبنی علی ھذا مسائل ابتلی بھا اھل العلم والصلحاء منھا العالم اذا سأل للفقراء شیئا واختلط بعضھا ببعض یصیر ضامنا للجمیع ذلک الخ

پھر ان سفراء و مدرسین وغیرہم کو جو لغوی عامل تو ضرور ہیں مگر ان کو زکوٰۃ کے عامل قرار دینا تو مشکل ہے کیونکہ وہ تو حسبِ نصِ قرآنِ کریم و العاملین علیہا میں اور مدرسین اور دوسرا عملہ تنخواہ خوار عاملین علیہا میں داخل ہی نہیں تو یہ فتویٰ سے تقریباً سارا ساقط ہو جاتا ہے ہاں اس کی ایک اور شرعی صورت ہے وہ یہ کہ دینی مدارس کے طلباء فی سبیل اللہ میں داخل ہیں اور ان کے ضروریات خوراک اور رہائش، روشنی، تعلیم وغیرہ پر خرچ کرنا بھی طلباء پر ہی خرچ کرنا ہے اور اس کی دلیل کہ طلباءِ علوم دینیہ فی سبیل اللہ میں داخل ہیں فی سبیل اللہ کا اطلاق ہی ہے۔

بدائع صنائع ج ۲ ص ۴۵ طبع مصر میں ہے واما قولہ تعالٰی وفی سبیل اللہ عبارۃ عن جمیع القرب فیدخل فیہ کل من سعٰی فی طاعۃ اللہ وسبیل الخیرات اذا کان محتاجا اور درالمختار علٰی حاشیۃ الشامی ج ۲ ص ۸۳ میں اسے مقرر رکھا اور علامہ شامی علیہ الرحمہ نے بھی مقرر رکھا بلکہ اس کی تائید فتاوٰی ظہیریہ اور مرغینانی سے نقل کی اور علامہ شلبی علیہ الرحمہ نے بھی تبیین الحقائق ج ۱ ص ۲۹۸ میں نقل فرمایا اور طحطاوی علیہ الرحمہ نے درالمختار کی شرح ج ۱ ص ۴۲۴ اور ۴۲۵ میں نقل فرمایا اور بحرالرائق ج ۲ ص ۲۴۲ میں بھی نقل فرمایا اور اس تفصیل کو پسند فرمایا اور الاکلیل علی المدارک ج ۴ ص ۲۶۰ میں بھی جواز کی تصریح فرمائی طلباء کے لئے اور تفسیر مظہری سورہ التوبہ مطبع فاروقی ص ۲۳۹ میں ہے فالاولی ان لا یخص فی سبیل اللہ بالحج ولا بالغزو بل یترک اعم منہما ومن سائر ابواب الخیر ومن انفق مالہ فی طلبۃ العلم صدق انہ انفق فی سبیل اللہ اور تفسیر کبیر ج ۱۶ ص ۱۱۳ میں ہے و فی سبیل اللہ لا یوجب القصر علٰی کل الغزاۃ۔

نیز یہ قاعدہ کہ عموم الالفاظ لا یخصہ خصوص السبب اور

العبرة لعموم الالفاظ بلکہ اصول کا قاعدۂ مسلمہ یہ ہے کہ الاطلاق بمنزلة النص لہٰذا طلباء یقیناً اِس اطلاق میں داخل ہیں اور سروجی کا یہ اعتراض جو علامہ شامی اور طحطاوی نے نقل کیا اور علامہ شلبی نے بھی تو اس کا جواب علامہ شامی اور ملا خسرو حنفی نے الدرر الحکام ج ۱ ص ۱۸۹ میں دیا والنقل من الدرر قال فی الظهيرية فی سبيل الله قيل طلبة العلم و قال السروجی قلت بعيد فان الأية نزلت وليس هناك قوم الخ قلت واستبعاده بعيد لان طلب العلم ليس الا استفادة الاحكام وهل يبلغ طالب علم رتبة من لازم صحبة النبی صلی الله عليه وسلم لتلقی العلم عنه كاصحاب الصفة فالتفسير بطالب العلم وجيه خصوصا وقد قال فی البدائع فی سبيل الله جميع القرب فيدخل فيه كل من كان فی طاعة الله و سبيل الخيرات اذا كان محتاجا الخ اور شامی ج ۲ ص ۸۱ اور الاکلیل ج ۴ ص ۲۶۰ میں ہے قلت و رأيته فی جامع الفتاوى و نصه و فی المبسوط لا يجوز دفع الزكوة الى من يملك نصابا الا الى طالب العلم والغازی و منقطع الحج لقوله عليه الصلوة والسلام يجوز دفع الزكوة لطالب علم و ان كان له نفقة اربعين سنة اور شامی میں ہے قوله لان طالب العلم ای الشرعی تو ثابت ہوا کہ مدرسین وغیرہ تنخواہ دار عملہ کو جو طالبانِ علم کے لئے ہی ہیں مالِ زکوٰۃ دینا طلباء کو ہی دینا ہے۔

واللّٰه تعالیٰ اعلم بالصواب والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیب اللّٰه

وآلہ واصحبہ اجمعین۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۲ر شوال المکرم سنہ ۱۴۰۱ھ ۱۳-۸-۸۱

ذیل کا فتوٰی بصورت مسودہ کاغذات سے ملا ہے جس پر استفتاء درج نہیں ہے
یہ فتوٰی فتاوٰی نوریہ کے قلمی نسخے میں نہیں ملا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

چند لوگوں اور پٹواری سے پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ ایسا چاہی رقبہ جو بارش سے سیراب ہو اور فصل تیار ہو جائے تو وہ چاہی شمار نہیں ہوتا۔ اصل رواج یہی ہے اور گورنمنٹ کے نزدیک بھی یہی ہے اس پر کہ مالک زمین کو نہری کی طرح خوش حیثیتی (مالیانہ) پڑ جاتی ہے البتہ گورنمنٹ کے حساب بٹائی میں چاہی کی طرح چوتھائی درج ہے اور زمیندار بھی اگر پرانے مزارع کا لحاظ کرے تو چوتھائی وصول کر لیتا ہے۔

بہر حال خوش حیثیتی کا بوجھ بھی یہی چاہتا ہے کہ زمیندار کو نہری کی طرح زیادہ حصہ ملنا چاہئے اور مزارع کا بھی اس میں نقصان نہیں کہ چاہی پانی کے بوجھ سے آزاد ہوتا ہے

بلکہ نہری کے لحاظ سے زیادہ فائدہ میں رہتا ہے کہ آبیانہ نہری کا مزارع کو پڑتا ہے، زمیندار صرف خوش حیثیتی کا ذمہ دار ہوتا ہے اور حدیث پاک اور چاروں اماموں کے مذہب میں بارش سے تیار شدہ فصل چاہی کا حکم نہیں رکھتا بلکہ بارش والے غلہ کا عشر (غلہ کی زکوٰۃ) دسواں حصہ ہوتا ہے اور چاہی کا عشر اس کا نصف کہ اس کا بوجھ پانی دینے کا زیادہ پڑتا ہے بنائً علیہ بارش سے تیار شدہ فصل چاہی شمار نہیں ہوتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۲ ذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۷۸ھ

$\frac{5}{59}$ ۲۱

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ: ۱۸۵)

”سو تم میں سے جو کوئی یہ مہینہ پائے تو وہ ضرور اس کے روزے رکھے۔“

صُومُوا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهٖ (متفق علیہ)

"چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو"

کتاب الصوم

باب رؤیۃ الہلال

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ برطانیہ میں آباد مسلمان ہر ماہ چاند کی تاریخ کا تعین کس طرح کریں کیونکہ یہاں اکثر و بیشتر مطلع ابر آلود رہتا ہے، چاند تو چاند کئی کئی ہفتے سورج بھی نظر نہیں آتا، خاص کر روزے اور عیدین کے موقع پر تو بہت مشکل بن جاتی ہے، بعض لوگ سعودی عرب کی پیروی کرتے ہیں، بعض پاکستان و ہندوستان کی اور بعض مراکش کی۔ اس دفعہ ایک بڑی اکثریت نے مراکش کی پیروی اختیار کی کیونکہ یہ ملک یورپ کے نزدیک تر ہے مگر اس پر سوال پیدا ہوا کہ خبر کے ذرائع جو اختیار کئے گئے ہیں وہ شرع میں معتبر نہیں مثلاً ٹیلیفون

اور اخبار، ٹی وی وغیرہ اور اگر حدیث شریف کے مطابق تیس پورے کیے جائیں تو اس کی ابتدار کا تعین کیسے ہوگا اور ہر ماہ تیس دن پورے نہیں کیے جا سکتے۔

غیر مقلدین سورج کے طلوع وغروب اور نمازوں کے اوقات کے تعین کے لئے آبزرویٹری سے کام لیتے ہیں اور چاند کے بارے میں بھی اس پر بھروسہ کرتے ہیں حالانکہ گذشتہ بار ثابت ہو گیا کہ آبزرویٹری کے مطابق چاند طلوع نہ ہوا، اس کے باوجود بعض لوگ اصرار کرتے ہیں کہ آبزرویٹری کو اپنا لیا جائے تاکہ ہمیں وقت سے پہلے معلوم ہو جائے کہ عید کب ہوگی اور چھٹیاں لیکر نمازِ عید میں شامل ہو سکیں جیسے سعودی عرب میں پورا اسلامی کیلنڈر اسی آبزرویٹری (تجربہ گاہ برائے سیارگان) کے مطابق تیار کیا جاتا ہے اور اس پر پورا نظامِ حکومت چل رہا ہے وہاں انگریزی کیلنڈر نہیں ہوتا، وہاں روزہ عید اور حج وغیرہ کا بہت پہلے اعلان کر دیا جاتا ہے جس سے پبلک بہت سکھی ہے۔ برائے مہربانی وضاحت فرمائیں۔

نوٹ: استفتار ہذا لندن سے بواسطہ حضرت مولانا علامہ پیر کرم شاہ صاحب مدظلہم بھیرہ شریف مورخہ ۸۰-۵-۲۲ کو موصول ہوا۔

اللہ رب العالمین جل وعلا نے ارشاد فرمایا وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (سورۃ الحج آیت ۷۸) اور فرمایا يُرِيدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ

الْعُسْرَ (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۵) لہٰذا چاند کے بارے میں بھی کوئی مشکل امر نہیں، چاند کا اعتبار رؤیت یعنی دیکھنے پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۵) اور صحیح حدیث شریف میں بھی یہ فرمایا صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ (صحاح ستہ وغیرہ)

بہرحال شرعاً روزہ اور عید کا دارومدار دیکھنے پر ہے عام یا غیر مسلم ریڈیو وغیرہا کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہمارے علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے اور صدہا بار تجربوں سے ثابت ہوا کہ ان تجربہ گاہوں کے مقرر کردہ اوقات غلط ثابت ہوئے اور سعودی عرب میں بھی پورا اسلامی کیلنڈر سال کا ہوتا ہے مگر اس پر دارومدار نہیں چنانچہ کئی مرتبہ مجھے حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی اور تجربہ ہوا تو دو مرتبہ نمازِ عشاء اور تراویح بھی حرم شریف کے امام نے پڑھا دیں اور بعد میں عید کا اعلان ہوا کہ کسی اور ملک سے ریاض میں چاند کی اطلاع آگئی اور ایک مرتبہ چاند دیکھنے کے بعد حج کا دن مقرر کر کے اعلان بھی کیا گیا مگر چند دنوں کے بعد اعلان ہوا کہ حج اس دن نہیں۔

بہرحال قرآن کریم اور حدیث شریف سے صاف صاف ثابت ہے کہ دارومدار چاند دیکھنے پر ہے بکثرت صحیح حدیثوں سے بھی یہی ثابت ہے لہٰذا ہمارے فقہائے کرام نے یہی حکم لگایا ہے کہ نجومیوں اور حساب دانوں کے کہنے کا اعتبار نہیں۔

رہا لندن کا معاملہ تو اس میں بھی کوئی مشکل نہیں کہ دوسرے ملکوں میں چاند نظر آجاتا ہے اور ممالکِ اسلامیہ میں ریڈیو پر اعلان کر دیا جاتا ہے تو جس ملک میں اسلامی حکومت کی طرف سے باقاعدہ شرعی طریقے پر وقت ہونے کا اعلان کیا جائے جیسے کہ پاکستان میں بھی سالہا سال سے ہو رہا ہے تو اس اعلان پر رمضان شریف کا روزہ اور عید بھی کر سکتے ہیں کیونکہ قولِ محقق مفتی بہ یہ ہے کہ جب رؤیتِ ہلال شرعی طور پر ایک جگہ

ثابت ہو جائے تو دور و نزدیک کے تمام مسلمانوں پر عمل لازم ہو جاتا ہے بشرطِ حصولِ یقین ثبوتِ مذکور یا ظنِ غالب اور یہ قطعاً ضروری نہیں کہ ہر ایک مکلف کو اس کا علم شہادتِ شرعیہ یا حاکمِ شرع سے بلاواسطہ یا بواسطہ شاہدین یا خبرِ مستفیض حاصل ہو تو لزوم ورنہ نہ ہو۔

فتاوٰی عالمگیر ج۱ ص ۱۰۰، شامی ج۲ ص ۱۴۵، ثلثین ج۱ ص ۲۴۷ میں ہے والنظم من الھندیۃ و ذکر شمس الائمۃ الحلوانی ان ظاھر مذھب اصحابنا رحمھم اللہ تعالٰی فی ظاھر الروایۃ انہ یجوز الافطار بالتحری کذا فی المحیط اور یہ جواز وجوب پر بھی صادق کہ تحری سے غلبۃ الظن اور غلبۃ الظن سے وجوب واجبات ثابت ہو جایا کرتا ہے شامی نے فرمایا لان التحری یفید غلبۃ الظن وھی کالیقین کما تقدم اور ایسے ہی بدائع صنائع ج۲ ص ۱۰۶ میں ہے ان غالب الرأی حجۃ موجبۃ للعمل وانہ فی الاحکام بمنزلۃ الیقین اور ایسے ہی ہدایہ وغیرہا معتمدات میں ہے بناءً علیہ شامی علیہ الرحمہ نے توپوں کے فائر وغیرہا علاماتِ بیّنہ کو باعثِ لزوم قرار دیا۔

منحۃ الخالق ج۲ ص ۲۷۰، رد المحتار ج۲ ص ۱۲۵ میں ہے لانہ علامۃ ظاھرۃ تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل کما صرحوا بہ حتٰی کہ فائر کنندہ وغیرہ کی عدالت بھی شرط نہیں۔ رد المحتار ج۲ ص ۱۴۵ میں فرماتے ہیں وقد یقال ان المدفع فی زماننا یفید غلبۃ الظن وان کان ضاربہ فاسقا۔

امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحقیقِ مذکور کو برقرار رکھتے ہوئے رسالہ طرقِ اثبات الہلال ص ۲۲ میں فرماتے ہیں: حاکمِ شرع کے حضور شہادتیں گزرنا اسکا

؎ یہ رسالہ فتاوٰے رضویہ ج۴ کے ص۵۲۶ تا ص۵۵۹ میں بھی شامل ہے (مرتب)

ان پر حکم نافذ کرنا ہر شخص کہاں دیکھتا سنتا ہے بحکم حاکمِ اسلام اعلانِ عام کے لئے ایسی ہی کوئی علامتِ معہودہ معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں کے فائر یا ڈھنڈورہ وغیرہا اور نشر ریڈیو تو صرف علامت ہی نہیں بلکہ صریح اعلان ومنادی بحکم حاکمِ اسلام ہے جو مطلقاً مقبول ہے اگرچہ فاسق ہی کرے۔ فتاوٰے عالمگیر ج ۴ ص ۸۶ میں ہے خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان او فاسقا بلکہ اخبارات وغیرہا ذرائع کے قیام رؤیتِ ہلال کمیٹی کا اعلام جس کے ارکان علمائے کرام ہیں اور حکامِ اسلام کا اہتمام وانتظام کہ بعد از ثبوتِ شرعی بذریعہ ریڈیو اعلانِ عام کر دیا جائے گا پہلے ہی مشہور ہو جانا حالانکہ نشریاتِ ریڈیو اجازاتِ خاصہ پر ہی ہوا کرتے ہیں جو حکام وعوام سے نہاں نہیں رہتے۔

یہ ایسے قرائن ومقدمات ہیں جن سے اعلان تو اعلان خبرِ واحد بھی مفیدِ یقین بن جاتی ہے۔ ثلثین ج ۲ ص ۱۲۸ میں ہے ان من جملۃ طرق القضاء القرائن ہاں انگریزی دور اور پاکستان کے ابتدائی ایام میں یہ حالتِ اعتماد نہ تھی تو اس وقت عدمِ اعتماد کا فتوٰے تھا مگر اب جبکہ حکومت پاکستان کی طرف سے ثبوتِ شرعی پر اعلان کیا جاتا ہے تو اعتبار ضروری ولازم ہو گیا اور ان دلائل میں دور و نزدیک کا کوئی فرق نہیں کما لا یخفی علی اولی النہی لہذا منحۃ الخالق میں فرمایا ج ۲ ص ۲۷۰ والظاھر وجوب العمل بہا علی من سمعہا ممن کان غائبا عن المصر کاھل القری ونحوھا کما یجب العمل علی اھل المصر الذین لم یروا الحاکم قبل شہادۃ الشہود کما فی رسالتی افادۃ النشر جو فتاوٰے نوریہ جلد دوم میں ص ۱۲۹[1] سے ۱۳۵ تک ہے۔

[1] یہ حوالہ اشاعت اول (۱۹۷۷ء) کا ہے جبکہ اشاعت ثانی (۱۹۸۸ء) میں یہ رسالہ (افادۃ النشر ص ۱۴۷ تا ۱۵۳) پر ملاحظہ کریں۔ (مرتب)

رہے اخبارات اور ٹیلیفون وغیرہ تو وہ معتبر نہیں۔ جس اسلامی ملک کے متعلق پورا علم ہو جائے کہ وہ شرعی ثبوت کے بعد ریڈیو سے اعلان کرتا ہے تو اس کا اعتبار کیا جائے۔ رہا غیر مقلدین کا آبزرویٹری پر چاند کے بارے میں اعتماد کرنا تو وہ قرآن کریم اور حدیث کے مخالف ہونے کے سبب منظور نہیں، ہاں نمازوں کے اوقات کے متعلق اعتماد ہو سکتا ہے جبکہ کوئی مسلمان دیندار نہایت احتیاط سے حساب لگائے، لوگوں کے اصرار سے احکام شرعیہ نہیں بدل سکتے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۱ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ ۲۶۔۵۔۸۰

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران : ۹۷)

"اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جو طاقت رکھتا ہے وہاں تک پہنچنے کی۔"

اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَآءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ ؕ مسلم

حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے

بخدمت جناب قبلہ فقیہ اعظم مولانا الحاج ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی دامت برکاتہم العالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید نے اپنی اور اپنی بیوی کی درخواست حج کے لئے دی۔ ابھی واپسی اطلاع نہیں آئی تھی کہ زید فوت ہو گیا اس کی وفات کے چند دن بعد منظوری آگئی۔

اب صورتِ حال یہ ہے کہ زید کی بیوی جو کہ عدت میں ہے وہ حج پر جا سکتی ہے یا کہ نہیں کیونکہ اگر عدت کا لحاظ رکھے تو روانگی کی تاریخ نکل جائیگی اور حج فرض رہ جائے گا اور اگر حج پر جائے تو عدت کا مسئلہ درپیش ہے۔ لڑکی کے والدین پریشان ہیں کہ کیا کریں

اور کیا نہ کریں۔ یہ یاد رہے کہ حج کے سفر کے دوران وہ لڑکی (زید کی بیوی) کسی غیر محرم کے ساتھ نہ ہوگی بلکہ بھائی یا باپ ساتھ ہوگا۔

براہ مہربانی جلد از جلد اس مشکل کو حل فرمائیں لڑکی کے والدین کو جواب جلد روانہ کیا جاسکے۔ آپ حضور کی عین کرم نوازی ہوگی۔

السائل: سید محمد عبد الغفار شاہ واہلیان چک ساہوکا

بوریوالہ ضلع وہاڑی

اس لڑکی پر عدت پوری کرنی لازم ہے اور عدت سے پہلے حج نہیں کرسکتی کیونکہ شرائط وجوب حج سے ہے کہ عورت عدت میں نہ ہو، فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۲۱۱ ومنھا عدم قیام العدۃ فی حق المرأۃ عدۃ وفاۃ کانت او عدۃ طلاق (الی ان قالوا) فلا تخرج المرأۃ الی الحج فی عدۃ طلاق او موت اور یونہی شامی میں ہے تنویر الابصار اور در المختار اور شامی ج ۲ ص ۲۰۰ میں ہے واللفظ للشامی ای فلا یجب علیھا الحج اذا وجدت اور جب حج لڑکی پر لازم ہی نہیں تو یہ کہنا کہ حج فرض رہ جائیگا صحیح نہیں۔ بہر حال عورت پر عدت گزارنا شرعاً لازم ہے جو چار ماہ اور دس دن ہے جبکہ حمل نہ ہو اور جب حمل ہو تو بچہ پیدا ہونے سے عدت پوری ہوتی ہے خواہ دوسرے دن ہی ہو،

باقی یہ کہنا کہ روانگی کی تاریخ نکل جائے گی، یہ بھی لازم نہیں کیونکہ روانگی کی تاریخیں دیر کی ملتی ہیں تو ممکن ہے کہ روانگی سے پہلے عدت پوری ہو جائے۔ اگر عدت پوری ہونے کے بعد روانگی ہو تو کوئی حرج نہیں اور عدت میں تاریخ آجائے تو بالکل نہ جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۱ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ ۲۶-۵-۸۱

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ (النور:۳۲)

"اور نکاح کردو جو تم میں سے بے نکاح ہیں۔"

اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ لَمْ یَعْمَلْ بِسُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ

(ابن ماجہ)

"نکاح میری سنت ہے، جس شخص نے میری سنت پر عمل نہ کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے"

کتاب النکاح

الاستفتاء

بخدمتِ اقدس قبلہ وکعبہ حضرت فقیہ اعظم مدظلہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کے بعد گزارش ہے کہ آپ کا غلام بالکل خیریت سے ہے اور وہ اپنے آقا کی خیریت کا طالب ہے، صورت احوال آنکہ آپ کی بارگاہِ عالیہ میں یہ عریضہ لکھ رہا ہوں اور یہ عریضہ ایک پیچیدگی کا حامل ہے جو کہ آپ حل فرمائیں گے اس لئے کہ آپ کا وجود ہمارے لئے باعثِ فخر ہے اور آپ کی حیات ہمارے لئے باعثِ برکت ورحمت ہے۔ امید ہے کہ آپ اس مسئلہ کا صحیح جواب بمع دلائل قرآنِ کریم اور احادیثِ طیبہ اور اقوالِ ائمہ سے چھان بین کر کے مفصل طور پر بیان فرمائیں گے، آپ حضور کی بڑی مہربانی ہوگی اور آپ کا

ہم پر احسانِ عظیم ہوگا، ویسے بھی ہم پر آپ کے کافی احسان ہیں۔

عالیجاہ! مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے گاؤں چک ۹۳ 9-R میں شادی کے موقع پر ایک مولوی صاحب نے دولہا کو نکاح کے تین کلمے پڑھائے ایمانِ مفصل اور ایمان مجمل یہ دونوں صفتیں بھی پڑھائیں اور ایجاب وقبول بھی کرایا اور ایجاب وقبول کے بعد اس نے درودِ ابراہیمی جو کہ نماز میں پڑھا جاتا ہے اور دعا رب اجعلنی اور سورہ کافرون اور سورہ اخلاص اور فلق اور سورہ الناس اور قرآنِ پاک کی مختلف آیات اس نے دعا میں پڑھائیں اور شیرینی تقسیم کی گئی اور نکاح کی مبارکبادیاں ہر طرف سے آنے لگیں، اسی مجلس میں ایک مولوی صاحب اور تشریف فرما بیٹھے جو کہ باراتیوں کے ساتھ تھے۔ انہوں نے مولوی صاحب نکاح خواں کو یہ کہا کہ مولانا صاحب آپ نے نکاح کا خطبہ تو پڑھا نہیں اور ختم پڑھنے والوں کی طرح سورتوں پر اکتفار کیا ہے تو نکاح خواں مولوی صاحب نے کہا کہ خطبہ پڑھنا نہ تو نکاح کی شرط ہے اور نہ ہی خطبہ نکاح کا رکن ہے بلکہ نکاح میں اگر حق مہر کا بھی نام نہ لیا جائے تو نکاح تب بھی ہو سکتا ہے، نکاح صرف ایجاب وقبول کا ہی نام ہے۔ اگر ایجاب وقبول نہ کرایا جائے تو نکاح درست نہیں ہوگا۔ نکاح خواں مولوی صاحب نے اعلیحضرت احمد رضا خاں بریلوی کے فتاویٰ رضویہ ج ۵ کا حوالہ دیا اور کتاب درالمختار کا بھی حوالہ دیا۔ جناب میرے پاس یہ کتابیں نہیں ہیں، اگر ہوتیں تو میں یہ مسئلہ دیکھ لیتا۔ اب دولہا صاحب کے وارث جو ہیں وہ شش و پنج میں پڑ گئے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ نکاح ہو گیا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا۔ مولوی صاحب جو بارات کے ساتھ آئے تھے وہ بھی کہتے ہیں کہ نکاح نہیں ہوا اس لئے کہ خطبہ تکمیل نکاح ہوتا ہے اور اب خطبہ ہی نہیں ہوا تو نکاح کیا۔ نکاح خواں صاحب کہتے ہیں کہ خطبہ کوئی مانع نکاح تو نہیں ہے اس لئے نکاح درست ہے۔

اب آپ حضور بحوالہ کتبِ حدیث وتفسیر واقوالِ ائمہ سے ٹھوس دلیلیں پیش کرکے

مفصل طور پر تحریر فرمائیں تاکہ باراتیوں کے دل کو تسلی ہو جائے اور جھگڑا ختم ہو جائے، میں نے آپ کے فتاوٰے نوریہ دوسرے جلد کا بھی مطالعہ کیا ہے مگر میری نظر میں یہ مسئلہ نہیں گزرا شاید آپ نے درج فرمایا ہو، اگر آپ کے فتاوٰے میں درج ہو تو تب بھی حوالہ لکھیں، آپ حضور کی بڑی مہربانی ہوگی۔ فقط والسلام

آپ حضور کا غلام: مولانا مولوی محمد اشرف بن محمد عمر نڈھا چک نمبر ۹۳/۹۰R بالمقابل فرید ٹاؤن ساہیوال ڈاکخانہ کوٹ خادم علی شاہ تحصیل وضلع ساہیوال

بخدمتِ اقدس عزیزی مولانا محمد اشرف صاحب سلمہ ربہ تعالٰی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

بعد از دعواتِ عافیت آنکہ آپ کا استفتاء موصول ہوا، واقعی نکاح کے رکن ایجاب وقبول ہی ہیں، جب پلٹے جائیں تو نکاح ہو جاتا ہے کما فی اسفار المذھب المھذب الحنفی اور فتاوٰے نوریہ ج ۲ ص ۱۵۸ و ۱۶۲ وغیرہا میں بھی ہے۔ باقی رہا خطبہ تو اس کی رکنیت کسی آیت اور کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ آپ اس مولوی صاحب سے دریافت فرمائیں کہ کونسی آیت یا حدیث ہے اور کونسی کتاب ہے جس سے رکنیت ثابت ہوتی ہے۔ آپ نے جیسی دکھائی تھی، مطالعہ کرتے تو بالکل لاجواب ہو جاتا۔

نکاح کا خطبہ صرف مستحب ہے یا سنت جو احادیث میں آیا ہے مگر حکم نہیں دیا گیا کہ ضرور پڑھا جائے بلکہ کئی حدیثوں میں بغیر خطبہ کے نکاح پڑھانا بھی آیا ہے چنانچہ سنن ابی داود ج ا ص ۲۸۹ میں حدیث مرفوع مسند میں ہے کہ بنی سلیم سے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں خطبت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم امامۃ بنت عبد المطلب فانکحنی من غیر ان یتشھد کہ میں نے حضور سے امامہ بنت عبد المطلب کا رشتہ طلب کیا تو حضور نے مجھے نکاح کر دیں بغیر خطبہ پڑھنے کے۔

عون المعبود شرح ابو داؤد میں ہے کہ سوال کیا گیا کہ کیا نکاح بغیر خطبہ کے جائز ہے تو جواب دیا کہ احادیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کحدیث سھل ابن سعد الساعدی المتقدم لان الخطبۃ لم تذکر فی شیئ من طرق۔ قال الحافظ تحت حدیث سھل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کہ اس کے کئی اسناد ہیں مگر کسی میں خطبہ کا ذکر نہیں تو حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے فوائد میں یہ بھی ہے کہ نکاح کی صحت کے لئے خطبہ شرط نہیں۔

فتح الباری ج ۹ ص ۱۷۷ میں ہے وفیہ انہ لا یشترط فی صحۃ العقد تقدم الخطبۃ اذ لم یقع فی شیئ من طرق ھذا الحدیث وقوع حمد ولا تشھد ولا غیرھما من ارکان الخطبۃ کہ اس حدیث سہل کے فوائد میں یہ بھی ہے کہ خطبہ کا ہونا نکاح کے لئے شرط نہیں۔

نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار میں قاضی محمد بن علی شوکانی جو غیر مقلدوں کے امام ہیں کے ج ۶ ص ۲۶۴ میں ہے باب استحباب الخطبۃ للنکاح اور پھر

لہ ج ۲ ص ۲۰۴

اس باب میں متن میں وہی حدیث ابی داؤد ذکر کی ہے جس میں غیر ان یتشہد ہے نیز نیل الاوطار کے ج ۶ ص ۲۶۶ میں ہے وقد قال اهل العلم ان النكاح جائز بغير خطبة وهو قول سفيان الثوري وغيره من اهل العلم انتهى و يدل على الجواز حديث اسمعيل بن ابراهيم المذكور فيكون على هذا الخطبة في النكاح مندوبة اور ہمارے فقہاء کرام نے بھی کسی کتاب میں خطبہ کو رکن نکاح نہیں فرمایا بلکہ اکثر نے تو ذکر ہی نہیں کیا البتہ در المختار، در طحطاوی ج ۲ ص ۵ اور شامی ج ۲ ص ۳۵۹ و ج ۲ ص ۳۶۰، بحر الرائق ج ۳ ص ۸۱ میں ہے والنظم من الدر ويندب اعلانه وتقديم خطبة نیز میزان شعرانی ج ۲ ص ۱۱۸ میں ہے ومن ذلك قول عامة العلماء ان الخطبة سنة وليست بواجبة مع قول داؤد انها واجبة۔ نیز رحمۃ الامہ ج ۲ ص ۶۰ میں ہے والخطبة في النكاح ليست بشرط عند جميع الفقهاء الا داؤد فانه قال باشتراط الخطبة عند العقد۔

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ طبع مصر ج ۴ ص ۸ کے حاشیہ میں احناف اور ج ۴ ص ۹ کے حاشیہ میں مالکیہ اور ص ۱۰ میں حنابلہ اور ج ۴ ص ۱۱ میں شوافع سے ہے کہ خطبہ مندوب ہے یا سنون، پہلے دو ندب کے قائل اور پچھلے دو سنت کے قائل ہیں، بہرحال مذاہب اربعہ اور ان کے غیر سے کسی مجتہد کا قول ندب وسنت کے علاوہ نہیں۔ البتہ داؤد کا قول وجوب لکھا ہے جو بلا دلیل معتبر نہیں اور وہ بھی اجماع امت کے بعد تو ثابت ہوا کہ وہ نکاح جائز ہے اور مولوی صاحب کا قول بلا دلیل بالکل غیر معتبر ہے، ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ شرع اطہر پر افتراء نہ کریں اور ناری نہ بنیں، سورۂ نحل کا ارشاد مبارک پیش نظر رکھیں، فرمایا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ

وَهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (سورۃ النحل پ۱۴ ع ۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۵ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ ۲۴-۳-۷۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسماۃ نور الٰہی دختر خان محمد قوم ماچھی سکنہ منچریاں تحصیل دیپال پور میں رہتی ہوں یہ واقعہ خاص منچریاں میں ہوا ہے کہ میں مسمی سلیمان قوم ملّاح کے ساتھ اپنی رضا سے چلی گئی تھی مگر اس نے میرے ساتھ دھوکا کیا، مجھے لاہور بھجوا کر کسی اور شخص کے ہاں بیچ دیا مگر مجھے کوئی علم نہ تھا کہ ہم نے یہاں رہنا ہے یا کسی اور جگہ چلا جانا ہے۔ مجھے یہ کہا کہ میں صبح آؤں گا تو پھر کسی جگہ رہائش کریں گے۔

مسمے سلیمان ملّاح تو پھر واپس نہ گیا تو جن کو سلیمان مجھے بیچ گیا تھا تو انہوں نے صبح مجھے روانہ کر لیا اور کہا کہ وہ مجھے تجھ کو بیچ کر چلا گیا، اب ہم تمہارے ساتھ نکاح کرینگے تو اس وقت پورا پتہ چلا کہ سلیمان مجھے فروخت کر گیا ہے تو وہ جو میرے لینے والے تھے

پاکپتن شریف لے آئے، انہوں نے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو میں بہت کرلائی پیٹی تو انہوں نے اپنے کوئی دو آدمی بلوا کر ایک کاغذ لکھا، خدا جانے کیا لکھا، مجھے انہوں نے بہت دھمکایا اور کہا نکاح پڑھ، مگر میں نے کوئی لفظ اختیار نہیں کیا، پھر انہوں نے میرے زبردستی انگوٹھے لگوالئے تو پھر تھوڑے دنوں میں میرے وارث واپس لے آئے۔ اب میرا نکاح ہوا یا نہ؟
نیز مولوی نور احمد ولد مولوی شرف الدین صاحب چک ۱/۴.ڈی دساوے والا نے بھی شہادت دی ہے کہ مسماۃ نور الٰہی کو جب واپس گھر لائے، دریافت کرنے پر اس نے یہی جواب دیا کہ میں نے کوئی نکاح نہیں پڑھا۔ فرضی کاغذوں پر زبردستی میرے انگوٹھے ثبت کروالئے گئے مولوی نور احمد کا بیان کہ میں خود بھی پاکپتن شریف کے نکاح رجسٹراروں کے پاس گیا اور دریافت کیا تو سب نے جواب دیا ہمارے ہاں یہ نکاح ہرگز نہیں ہوا اور نکاح کا کوئی کاغذ وغیرہ نہ پایا لہٰذا براہِ کرم جواب فتویٰ سے مشکور فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

السائل: بذریعہ مسمّی پہلوان قوم ماچھی
چک ۱/۴.ڈی دساوے والا
تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال

اگر سوال واقعی صحیح ہے تو یہ شرعاً نکاح نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ
۲۸ر صفر المظفر ۱۳۸۹ھ
۱۶-۵-۶۹

حضرت مولانا مولوی محمد نوراللہ صاحب بصیرپور

السلام علیکم!

کیا فرماتے ہیں اہلِ فتویٰ شریعت وعلمائے دین جبکہ ایک عورت جس کی عمر ۳۵ سال اور رنڈی ہے اور اس کی اولاد اس کے خاوند مرحوم سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے اور اس کی گزر اس کے بھائی کے پاس ہو، اس کا نکاح جب ایک شخص سے کریں مگر اس کے ورثا اس کے پاس موجود نہ ہوں نہ عورت اور نہ اس کے ورثا سے اجازت نکاح حاصل کی ہو بلکہ قاضی صاحب نے مرد کو ایجاب اور از روئے شریعت کلمہ پڑھایا گیا ہو مگر عورت کو علم تک نہ ہو، کیا یہ نکاح جائز رہا یا نہ رہا۔

مستفتی: پہلوان ولد احمد حصہ دار پانال بہار ضلع منٹگمری

مورخہ: ۱۶-۱۰-۵۸ء

یہ نکاح شرعاً نافذ و لازم نہیں بلکہ عورت کی اجازت و رضا پر موقوف ہے، اگر اطلاع ملنے پر اجازت دے دے تو جائز و نافذ ہو جائے گا اور اگر رد کر دے تو رد ہو جائیگا اور اجازت بھی وہی معتبر ہے جو رد سے پہلے دے ورنہ بعد از رد اجازت نہیں دے سکتی اور نکاح جائز نہیں ہوگا اگرچہ زبان سے کئی مرتبہ اجازت اجازت کہے۔

فتاوٰی عالمگیری ص ١٧ میں ہے حتی یتوقف العقد علی الاجازة نیز ج ٢ ص ٢ شرائط نکاح میں ہے منہا رضا المرأة اذا کانت بالغة بکرا کانت او ثیبا۔ شامی اور در المختار ج ٢ ص ٤١٢ میں ہے بخلاف ما لو بلغہا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد۔

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

نوٹ: یہ جواب اس وقت ہے جب ایجاب وقبول دونوں پائے گئے ہوں ورنہ نکاح سرے سے کچھ ہے ہی نہیں۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

بخدمت جنابِ قبلہ وکعبہ سیدی وسندی غوثی وغیاثی عاشقِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

قبلہ الحاج اباجان دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد عرض یہ ہے :

۱۔ اہلِ سنت وجماعت عقائد لڑکے کا اہلِ حدیث خاندان کی لڑکی سے نکاح جائز ہے کہ نہیں ؟ اگر نہیں تو کس وجہ سے ؟

۲۔ اگر نکاح سے پہلے لڑکی کے خاندان والوں سے یہ عہد لے لیا جائے کہ بعد نکاح وہ لڑکے کے مذہبی عقائد میں کوئی دخل نہیں دینگے۔

صورتِ مسئولہ میں کیا حکم ہے ؟

نیازمند سگِ مدینہ : محمد اقبال مغل نوری مدنی

سکیٹر ڈی۔ ۹ $\frac{۱۳}{۸۲}$ اورنگی ٹاؤن کراچی ۴۱

۶-۸-۸۰

اہلِ حدیثِ زمانہ جو کہ غیر مقلدین ہیں اور اسمٰعیل دہلوی کے ماننے والے ہیں

وہ گستاخانِ حضور محبوبِ انور سیّدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں لہٰذا ان کی لڑکی سے جب تک توبہ نہ کریں نکاح جائز نہیں وہ ہمیں مشرک سمجھتے اور کہتے ہیں۔ ابوجہل لعین کے برابر مشرک مانتے ہیں جیسا کہ تقویۃ الایمان میں اسمٰعیل دہلوی نے لکھا ہے تو ہمیں ان سے بچنا نہایت ضروری ہے کما صرح بہ علماء اہل السنۃ فی فتاوٰہم۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علیٰ حبیبہ الاکرم وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ ۶-۸-۸۰

بگرامی خدمت حضرت العلام قبلہ فقیہ اعظم مفتی اعظم استاذ العلماء ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کے بعد مؤدبانہ گذارش ہے کہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام دریں مسئلہ کہ حق مہر شرعی کتنا ہونا چاہئے، جو ساڑھے بیس روپے مشہور ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ واضح فرمائیں۔ ثواب دارین حاصل کریں۔

السائل: سید غلام رسول چک ۸۰/12-L ڈاکخانہ ۷۵/12-L ضلع ساہیوال

شرعاً کم از کم حقِ مہر دس درہم ضروری ہیں، اس لحاظ سے جتنی چاندی بنے اتنا حقِ مہر ہونا چاہئے خواہ سو روپے یا دو تین صد روپے بنیں، غالباً ساڑھے بیس روپے بھی اسی لحاظ سے تھے کیونکہ چاندی سستی تھی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۶ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ
۲۴-۳-۸۰

ے مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے، ایک درہم کا وزن ۳ ماشہ ۱/۵ ۱ رتی کے برابر ہے، اس لحاظ سے دس درہم کا وزن دو تولے سات ماشے اور چار رتی (۳۰٫۶۱۷ گرام) چاندی بنتا ہے لہٰذا اتنی مقدار چاندی یا اس کی مالیت کے برابر مہر دینا ضروری ہے۔ مہر کی زیادہ مقدار کی کوئی حد مقرر نہیں چاہے تو عورت کو ڈھیروں مال دے دے، بہتر یہ ہے فریقین کی حیثیت کو مدِنظر رکھتے ہوئے مہر کا تعین کیا جائے تاکہ بآسانی اس کی ادائیگی ممکن ہو سکے۔ (مرتب)

باب المحرمات

الاستفتاء

مکرمی ومحترمی جناب علامہ مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی بصیرپور

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ مثلاً زید کے باپ کا انتقال ہوگیا تو اس وقت زید کی شادی ہو چکی تھی اور اس کی دو لڑکیاں تھیں تو زید کی والدہ نے کسی آدمی کے ساتھ نکاح کر لیا اور وہ آدمی جس کے ساتھ نکاح کیا ہے وہ بعیدی رشتہ دار ہے اور اس کی پہلے بھی شادی ہوئی ہے اور اس کے بچے بھی ہیں، اس کی پہلی بیوی بھی زندہ ہے۔ اب آپ وضاحت سے یہ فرمائیں کہ زید

کی وہ دونوں لڑکیاں اس نکاح کرنے والے (یعنی جس کے ساتھ زید کی والدہ نے نکاح کیا ہے) کے لڑکوں کے نکاح میں آسکتی ہیں یا نہیں؟

ذرا دلائل سے واضح فرمائیں اور فتوےٰ ارسال کریں اور اپنی مہر اور دستخط بھی ہمراہ لگا کر بھیجیں، مشکور ہونگا۔

دعا گو: سخی محمد متعلم مدرسہ اسلامیہ مفتاح العلوم چشتیاں روڈ منڈی حاصل پور ضلع بہاولپور (پاکستان)

اگر وہ لڑکے اس کی پہلی بیوی سے ہیں تو جائز ہے، قرآن کریم پارہ پنجم کے اول میں ہے کہ محرماتِ مذکورہ کے علاوہ سب عورتیں حلال ہیں حالانکہ محرمات میں یہ نہیں کہ منکوحۃ الاب کی پوتی اب کے لڑکوں کے لئے حرام ہے تو صراحۃً ثابت ہو گیا کہ جائز ہیں بلکہ فقہائے کرام نے یہاں تک تصریح فرما دی کہ منکوحۃ الاب کی لڑکی جو پہلے خاوند سے ہے اس کے لڑکے کے لئے حلال ہے۔

در المختار شامی ج ۲ ص ۳۸۳، فتاوےٰ عالمگیر ج ۲ ص ۶، بحر الرائق ج ۳ ص ۹۸

فتاوےٰ رملی ج ۱ ص ۲۳ میں ہے والنظم لہ لا ام زوجۃ الابن ولا بنتھا

بحر میں اضافہ فرمایا کہ حضرت امام محمد بن حنفیہ نے ایک عورت کے ساتھ خود نکاح کیا اور اپنے لڑکے کے ساتھ اس کی بیٹی کا نکاح کیا اور صاحبِ بحر نے یہ بھی کہا کہ کوئی مانع نہیں فرمایا

لان لا مانع وقد تزوج محمد بن الحنفیۃ امرأۃ و زوج ابنہ بنتھا۔

واللہ اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ الاعظم وعلٰی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۹ جمادی الاولٰی ۱۳۹۹ھ   ۱۷-۴-۷۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دین متین اندریں مسئلہ کہ ایک آدمی اپنی عورت بعد عدت کے دوسرے خاوند سے نکاح کر لیتی ہے اور دوسرے خاوند سے لڑکی پیدا ہوئی۔ اب سابقہ خاوند سے دوسرے شوہر کی لڑکی نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ آپ مہربانی فرما کر حدیث نبوی یا قرآن شریف سے نوازیں۔ واللہ الصواب۔

السائل: میاں ارشاد احمد وٹو، موضع دلیکے   ۸-۱-۸۰

جب عورت سے جماع کیا ہے تو ہرگز نہیں آسکتی، قرآن کریم پارہ چہارم کے

آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے وَرَبَآئِبُکُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ مِّنْ نِّسَآئِکُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ یعنی جس عورت کے ساتھ آدمی نے جماع کیا اس کی لڑکی اس پر حرام ہے۔ فتاوے عالمگیر ج ۲ ص ۴ میں ہے والثانیۃ بنات الزوجۃ وبنات اولادھا وان سفلن بشرط الدخول یعنی محرمات کی دوسری قسم بیوی کی بیٹیاں ہیں اور پوتیاں نواسیاں یہ سب حرام ہیں جبکہ بیوی کے ساتھ جماع کیا ہو اور لوہی تنویر الابصار درالمختار شامی ج ۲ ص ۲۸۲ میں ہے (و) حرم بالمصاھرۃ (بنت زوجتہ الموطوئۃ) اور فقہ کی سب کتابوں میں حرام لکھا ہے اور حدیث شریف میں حرام کہا ہے۔

تفسیر مظہری ج ۲ ص ۶۱ میں ترمذی شریف کی حدیث میں فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایما رجل نکح امرأۃ فدخل بہا فلا یحل لہ نکاح ابنتہا اور جب قرآن کریم اور حدیث شریف میں حرام فرمایا اور فقہ کی سب کتابوں میں حرام لکھا ہے تو جائز کس طرح ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ الاکرم وآلہ واصحابہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۹ رصفر المظفر ۱۴۰۰ھ

۸۰-۱-۸۰

الاستفتاء

بخدمت جناب قبلہ بزرگوار مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گذارش ہے کہ مجھے شریعت کے مطابق فتوٰے درکار ہے، برائے مہربانی فرماکر فتوٰے دیا جائے، غریب پروری ہوگی۔

عرض ہے کہ میں نے آج سے تقریباً ۲½ سال پیشتر اپنی لڑکی مسماۃ آمینہ بی بی عرف مینا دختر غلام محمد کا نکاح مسمّٰی رشید احمد ولد محمد شریف سکنہ بصیر پور سے کردیا جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

عرصہ تقریباً آٹھ ماہ ہوئے میرے داماد مسمّٰی رشید احمد ولد محمد شریف نے میری دوسری چھوٹی لڑکی مسماۃ نور الٰہی دختر غلام محمد عمر چودہ سال کو ورغلا کر اغوار کر کے کراچی لے گیا اور اغوار کے ایک ماہ بعد رشید احمد مذکور نے اپنی بیوی آمینہ بی بی عرف مینا کو طلاق دیدی۔ ابھی طلاق جو رجسٹری ہو کر بصیر پور پہنچی تو چند روز بعد رشید احمد مذکور نے میری دوسری لڑکی جس کو رشید احمد اغوار کر کے لے گیا تھا، عدالت میں بیان دلا کر کہ میں اپنی مرضی سے رشید کے ساتھ اپنی مرضی سے آئی ہوں۔ عدالت مجسٹریٹ کراچی میں بیان ہونے کے دوسرے دن رشید احمد نے میری لڑکی مسماۃ نور الٰہی سے نکاح کرلیا۔ رشید احمد مذکور نے مسماۃ آمینہ بی بی جو نور الٰہی کی حقیقی ہمشیرہ ہے کو طلاق اول دی تھی اور عدت بھی پوری نہ ہوئی تھی بلکہ عرصہ تقریباً ½ ماہ سے زیادہ نہیں گذرا تھا کہ رشید احمد مذکور نے دوبارہ نکاح میری چھوٹی لڑکی مسماۃ نور الٰہی سے کرلیا تھا، اس بارے میں شریعت کے مطابق حکم صادر فرمایا جاوے،

میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ بالا حالات کے مطابق مجھ غریب پر رشید احمد مذکور نے زیادتی کی ہے۔ میں نے رشید احمد ولد محمد شریف کے خلاف پولیس میں پرچہ درج کرا کر رشید احمد اور نور الٰہی کو پکڑ لیا تھا، رشید احمد گرفتار ہوا اور میری لڑکی مسماۃ نور الٰہی میرے پاس ہے، اب میں نور الٰہی کا نکاح کرنا چاہتا ہوں، کیا ایسا کر سکتا ہوں یا نہیں؟ فرمایا جاوے۔

میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ بالا تحریر پڑھ کر سمجھ کر لکھوائی ہے۔

عرضی نشان انگوٹھا

محترم جناب باباجی

السلام علیکم: میں تصدیق کرتا ہوں کہ درخواست کے حالات درست ہیں۔

دستخط بحروف اردو میاں ظفر علی ۲۴-۵-۸۱

اگر مسمی رشید احمد نے مسماۃ آمینہ بی بی (جو نور الٰہی کی حقیقی ہمشیرہ ہے) کو طلاق دی اور عدت پوری ہونے سے پہلے مسماۃ نور الٰہی سے نکاح کر لیا تو وہ نکاح صحیح نہیں بلکہ فاسد ہوا جس کا چھوڑنا واجب ہے۔ اگر رشید احمد نے جماع کر لیا تو متارکہ بالقول ضروری ہے یعنی زبان سے یہ کہے کہ میں نے اس عورت کو چھوڑ دیا یا مسماۃ نور الٰہی کہے کہ میں نے رشید احمد کو چھوڑ دیا۔

فتاوٰے عالمگیری ج ۲ ص ۳۵ میں ہے والمتارکۃ فی الفاسد بعد الدخول لاتکون الا بالقول۔ نیز اسی صفحہ میں ہے ولکل فسخہ بغیر محضر صاحبہ وبعدہ لا الا بمحضر صاحبہ اور یونہی شامی ج ۲ ص ۴۸۳ میں ہے مگر تنویر الابصار میں ہے ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا اولا۔ درالمختار میں ہے فی الاصح اور شامی نے اسے برقرار رکھا مگر عورت متارکت کرے تو مرد کا یہ جاننا ضروری ہے کہ متارکت ہوگئی۔ عالمگیری ج ۲ ص ۳۵ وعلم غیر المتارک شرط اور اگر جماع کیا ہے تو عدت پوری کرنے کے بعد اور جگہ نکاح کر سکتی ہے اور اس میں قضائے قاضی یعنی شرعی حاکم کا حکم بھی لگانا کہ یہ نکاح فسخ ہوگیا ہے ضروری ہے کما فی الشامی تو مسماۃ نور الٰہی اس نکاح کے چھوڑنے کے بعد حاکم شرع کے حکم سے اگر جماع ہوا ہے تو عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۰ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ ۸۱-۵-۲۵

باب المصاھرۃ

الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت مولانا فخر علماء ربانی دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور
تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال

قبلہ وکعبہ مندرجہ ذیل کے متعلق فتوے درکار ہے:

۱۔ یہ کہ مسمے حلیم ولد سردارا ذات ارائیں ساکن موضع ارزانی پور تحصیل چونیاں ضلع قصور نے اپنی حقیقی بہو مسماۃ ارشاد بی بی زوجہ یوسف ولد حلیم ذات ارائیں موضع ارزانی پور تحصیل چونیاں ضلع قصور نے ناجائز تعلقات استوار کر رکھے ہیں۔

۲۔ یہ کہ مسمے حلیم خاں کو بارہا سمجھایا گیا لیکن وہ اپنی کرتوت سے باز نہیں آتا۔

۳۔ یہ کہ آخر کار مسمے ابراہیم ولد چراغ ذات کمبوہ اور محمد عاشق ولد رحمان و احمد دین ولد لقمان ساکنان موضع جھگیاں رحموں تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال نے بچشم خود دیکھ لیا

اس وقت وہ اپنی بدکاری میں مصروف تھے۔

۴۔ یہ کہ مسمیٰ حلیم مذکور میرے پاس موضع جھگیاں میں اپنی بہو کو گھر واپس لیجانے کے لئے آیا تھا کہ شب کے وقت یہ وقوعہ پیش آیا۔

لہٰذا دست بستہ معروض ہوں کہ اس کے لئے قانونِ شرع کے مطابق فتوےٰ جاری فرما کر مشکور فرمائیں۔

المرقوم: مورخہ ۲۴ ماہ فروری ۱۹۸۰ء

خادم: ابراہیم ولد چراغ قوم کمبوہ ساکن موضع جھگیاں رحمون تحصیل و ضلع سیالکوٹ پنجاب

اگر سوال صحیح ہے کہ مسمیٰ حلیم نے اپنی بہو ارشاد بی بی کے ساتھ بدکاری کی ہے گو کہ بوس و کنار ہی کیا ہو تو اس کے لڑکے کا نکاح فسخ ہو گیا، ارشاد، شرعی عدت گزار کر حسبِ دستورِ شرع کہیں اور نکاح کر سکتی ہے۔ فتاوےٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴ میں ہے

کما تثبت ھٰذہ الحرمۃ بالوطیٔ تثبت بالمس والتقبیل (الی ان قال) والمباشرۃ عن شھوۃ بمنزلۃ القبلۃ وکذا المعانقۃ ھٰکذا فی فتاوی قاضیخان اور یونہی ہدایہ وغیرہا تمام متون و فتاوےٰ و شروح مذہبِ حنفی میں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہٖ

واصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۷ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ ۲۴-۲-۸۰

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام خصوصاً حضرت قبلہ فقیہ اعظم اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنی حلال بیوی کے موجود ہوتے ہوئے اپنی سگی سالی سے فعلِ حرام کرلے اور جس کا اقرار بھی طرفین کرلیں تو آیا اس آدمی کا اپنی بیوی سے نکاح رہ جائیگا یا فسخ ہو جائیگا اور طرفین کو شرعی لحاظ سے کیا سزا ہونی چاہئے۔ فقط والسلام

السائل: مستری خان محمد ولد مستری غلام محمد بستی پراچہ

داخلی دیپالپور ۲۹-۸-۸۱

سالی کے ساتھ زنا سے بیوی کا نکاح نہیں ٹوٹتا اور فسخ نہیں ہوتا ہاں مزنیہ کی عدت گزرنے تک بیوی سے نزدیکی نہ کرے اور جب اسے حیض آجائے تو بیوی سے نزدیکی جائز ہے۔ درالمختار اور شامی میں ہے ج ۲ ص ۳۸۶ فی الخلاصۃ وطیٔ اخت

امرأت۔ لاتحرم امرأت۔ شامی اسی صفحہ میں ہے لو زنی باحدی الاختین لایقرب الاخری حتی تحیض الاخری حیضۃ۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ علی حبیبہٖ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم۔

نوٹ: اس کی سزا بڑی سخت ہے جو حاکمِ وقت کا کام ہے یہ زنا ہے اور محصن زانی کی سزا سنگسار کرنا ہے عورت ہو یا مرد اور اگر محصن نہیں تو سو کوڑے سزا ہے جو حاکمِ اسلام کا کام ہے اور عوام کا کام ہے کہ بائیکاٹ وغیرہ سے مجبور کریں کہ دل سے توبہ کریں اور نیک بن جائیں۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۸ رشوال المکرم ۱۴۰۱ھ ۲۹-۸-۸۱

الاستفتاء

گرامی قدر و قابلِ صد احترام صاحب

السلام علیکم۔ بعد از آداب!

گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل حالات کے تحت شرعی فتوے کی ضرورت ہے مہربانی فرما کر صحیح فتوے عطا فرما کر مشکور فرمائیں۔

حالات:۔

ایک عورت کو طلاق ہوئی تھی، مطلقہ عورت کی دوسری شادی کا پروگرام بنا نئی شادی کے سلسلہ میں اس کی بارات آگئی۔ جب نکاح کا وقت آیا تو پتہ چلا کہ ابھی

عدت کے دن گزرنے میں دیر ہے اور ۱۶ دن گزرنے کے بعد عدت پوری ہوگی اس لئے نکاح نہ ہوا۔

لڑکے والے عورت کو اپنے گھر لے گئے یعنی اپنے نئے سسرال چلی گئی لڑکے والوں نے وعدہ کیا کہ جب عدت پوری ہوگی ہم اپنے گاؤں میں نکاح پڑھائیں گے گھر آکر لڑکے نے لڑکی سے (جس کو بغیر نکاح کے لایا تھا) صحبت کرلی یعنی ہمبستری کرلی (جبکہ ابھی نکاح درج نہ ہوا تھا اور عدت نہ گزری تھی) اب عدت کے بقایا سولہ دن گزر گئے ہیں لیکن چونکہ لڑکے نے عدت کے دوران ہمبستری کرلی ہے اس لئے شک پیدا ہوگیا ہے کہ نکاح ہوسکتا ہے یا نئی عدت گزارنی پڑے گی۔

مہربانی فرماکر مندرجہ بالا حالات کو مدِنظر رکھ کر فتوےٰ دیں کہ نکاح ہوسکتا ہے یا بالکل نہیں یا نئی عدت گزارنی پڑے گی اور عدت اگر گزارنی پڑے گی تو کتنی ہوگی اور کیسے ہوگی یعنی عورت اپنے سسرال رہ کر گزارے گی یا میکے چلی جائے یا کسی اور گھر رہ کر گزارے۔ والسلام

حاجی ملک محمد امین، قادر آباد

عورت کے سولہ دن باقی تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ عدت کا صحیح علم نہیں کیونکہ ایسی عورت جو جوان ہو اسکی عدت تین حیض ہے، دنوں کا حساب تو تب ہے

جب حیض نہ آتا ہو، چھوٹی ہو یا بڑی ہو، بہرحال تین حیض پورے ہو جائیں تو عدت پوری ہوگی،
عدت پوری ہونے پر نکاح ہو جائے گا۔
اس لڑکے نے جو ہمبستری کی ہے وہ زنا ہوا ہے، اس سے عدت نہیں پڑتی
ہاں اگر حمل ہو جائے اور پہلی عدت پوری نہیں ہوئی تھی تو بچہ پیدا ہونے پر پہلی عدت پوری ہوگی
اب عدت خیال سے گزارے کہ پھر زنا نہ ہو، میکے گزارے یا اپنے سسرال، بہرحال پرہیز
سے رہے۔ یہ احکام قرآنِ کریم کے ہیں اور فقہ کی کتابوں میں مفصل مذکور ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ
واصحابہ اجمعین و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۲۱ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ
۲۴-۶-۸۱

الاستفتاء

ایک لڑکی کنواری کا نکاح کیا گیا مگر بعد از نکاح پانچ ماہ سے پہلے ہی بچہ پیدا ہوا
تو معلوم ہوا کہ بوقت نکاح لڑکی کو حملِ زنا تھا، تو کیا یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا
مولوی محمد حنیف بقلم خود ازراجووال

۷ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ
۵-۱۲-۸۱

یہ نکاح حضرتِ امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محرّرِ مذہب حضرتِ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک صحیح ہے۔ فتاوےٰ عالمگیر ج ۲ ص ۷ میں ہے قال ابو حنیفۃ و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ یجوز ان یتزوج امرأۃ حاملا من الزنا ولا یطأھا حتی تضع اور یونہی بدائع صنائع ج ۲ ص ۲۶۹، تنویر الابصار در المختار شامی ج ۲ ص ۴۰۱ میں ہے بلکہ قرآنِ کریم پانچویں پارے کے رکوع اول میں ہے وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ تو آمس و شمس سے بھی واضح ہوا کہ یہ نکاح جائز و صحیح ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی رسولہ الاعظم وآلہ و اصحٰبہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۷ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

۸۱ - ۱۲ - ۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ متین دریں مسئلہ کہ مسمّٰی زید نے اپنی

سالی حقیقی کو اپنی بیوی کی موجودگی میں زنا کرکے حاملہ کر دیا۔ ورثاء زانیہ نے عرصہ پانچ ماہ حاملہ ہونے کے بعد اس کا نکاح دوسرے آدمی سے کر دیا۔

۱۔ کیا از روئے شریعت یہ نکاح ہو جائے گا یا نہیں؟ نکاح خوان و گواہانِ نکاح کا نکاح قائم رہے گا کہ نہیں؟

۲۔ منکوحہ زانیہ کا نکاح قائم رہے گا یا نہیں؟

۳۔ منکوحہ زانیہ کے حمل کا علم ہونے کی صورت میں طلاق دے کر اس کو فارغ کر دیا گیا ہے۔

۴۔ کیا زانیہ حاملہ کو طلاق کے بعد اپنے حقِ مہر کی وصول کرنے کی از روئے شریعت حق دار ہے یا نہیں؟

۵۔ تاریخِ نکاح ۲۱ فروری ۱۹۷۷ء، وضعِ حمل ۶ جولائی ۱۹۷۷ء کو ہوا اس کے خاوند نے طلاق دے کر فارغ کر دیا۔

اب مسئلہ حقِ مہر کا ہے کیا از روئے شریعت زانیہ مطلقہ حقِ مہر وصول کر سکتی ہے کہ نہیں؟ یہ فتوٰے مفصل مدلل عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

مکمل پتہ حسبِ ذیل ہے:۔

غلام سرور خاں ولد سردار محمد خاں قوم کھتران سکنہ دہوا محلہ حضرت سلطان لونگ رحمۃ اللہ علیہ تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خاں

غلام سرور بقلم خود

۷۸-۱-۷

۱- ہاں ایسی عورت جو کسی کے نکاح میں نہ ہو اور اس کو زنا کا حمل ہو جائے تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نزدیک اس کا نکاح شرعی جائز ہے قرآن کریم میں ہے واحل لکم ما وراء ذلکم۔ فتاوےٰ عالمگیر ج۲ ص ۷ وقال ابوحنیفۃ ومحمد رحمھما اللہ تعالیٰ یجوز ان یتزوج امرأۃ حاملا من الزنا ولا یطأھا حتی تضع۔

۲- نکاح خوان و گواہان کے نکاح رہیں گے کیونکہ انہوں نے جائز نکاح کیا ہے اور گواہ بنے ہیں۔

۳- ہاں منکوحہ زانیہ کا نکاح بھی طلاق سے قبل قائم رہے گا اور طلاق کی صورت میں مطلقہ ہو جائے گی اور حسب الحکم نکاح ختم ہو جائے گا۔

۴- اگر خاوند کے پاس اکیلے مکان میں کچھ وقت کے لئے ٹھہری ہے کہ وہ جماع کر سکتا تھا اگرچہ کیا نہ ہو تو پورا حقِ مہر وصول کر سکتی ہے ورنہ نصف، فتاوےٰ عالمگیر ج۲ ص ۲۱ میں ہے تجب العدۃ فی الخلوۃ سواء کانت الخلوۃ صحیحۃ او فاسدۃ (الیٰ ان قالوا) فاقاموھا مقامہ فی حق تاکد المھر، نیز اسی صفحہ میں ہے واذا تاکد المھر لم یسقط الخ لہٰذا وہ عورت خلوت یا دخول کی صورت میں شرعًا پورا حقِ مہر وصول کر سکتی ہے ورنہ نصف تو ضرور وصول کر سکتی ہے

کہ اس کا شرعاً حق ہے اسی لئے تو اس کو حقِ مہر کہا جاتا ہے جو قرآنِ کریم کے دوسرے پارے میں وضاحت سے بیان ہو چکا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۶ صفر المظفر ۱۳۹۸ھ ۱۶-۱-۷۸

بابُ الرِّضاع

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ مسمے بکر کی دو بیویاں ہیں اور ان میں سے ایک نے مسماۃ ہندہ کو اپنا دودھ پلایا لیکن خاوند کو اس کا علم نہیں اور اس نے اپنی دودھ پلانے والی بیوی کی دوسری سَوکن کے لڑکے سے اس لڑکی کی شادی کردی۔ کچھ مدت کے بعد دودھ پلانے والی بیوی نے ایک عورت کو اس سے تکرار کرنے کی وجہ سے کہ تو نے یہ لڑکی اپنے لڑکے کے لئے کیوں نہیں لی حالانکہ یہ تیرے لڑکے کے لئے جوڑ تھی اور لڑکی سمجھدار بھی تھی، تجھے چاہیئے تھا کہ اس کو اپنی نوں بناتی تو اس نے کہا کہ اس میں ایک وجہ تھی تو اس نے کہا وہ کیا وجہ تھی مجھے کیوں نہیں بتاتی تو جواب میں اس نے کہا کہ میں نے اسے دودھ پلایا ہوا ہے تو اس پر مسئولہ نے

جواب دیا کہ ہم شیخ فاضل گئے تھے نکاح کے وقت اور مولانا مولوی زید احمد سے دریافت کیا تھا تو اس نے کہا یہ لڑکی نہ تیرے لڑکے نہ تیری سوکن کے لڑکے کو آسکتی ہے اس نے کہا کہ دودھ پلانے والی کے سوا اس کے دوسری بیوی کے لڑکے کو یہ لڑکی آسکتی ہے۔ کچھ مدت کے بعد اس آدمی کے درمیان اور اس لڑکی کے بھائی کے درمیان چپقلش ہو گئی تو اس لڑکی کے بھائی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اس وجہ سے یہ دودھ کا مسئلہ پھر ظاہر ہوا تو اس آدمی کی سالی نے کہا کہ اس لڑکی نے میری بہن کا دودھ پیا ہوا ہے۔ دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ مجھے میری ہمشیرہ نے بتایا تھا۔ ایک اور آدمی جو اس بکر کا پتر ملا یا تھا اور اس نے اسے پالا تھا اور شادی بھی کی تھی اس نے بھی کئی آدمیوں کے سامنے کہا کہ اس لڑکی کو بکر کی بیوی نے دودھ پلاتے میں نے دیکھا ہے اور پھر مولوی صاحب کے پاس آکر پورا پورا بیان دیا یعنی دودھ پلانے کی شکل بتائی کہ جس طرح بکر کی بیوی نے دودھ پلایا تھا اور کہا کہ میں یہ گواہی دینے کو تیار ہوں۔ اب جبکہ معاملہ عروج پر پہنچ چکا ہے تو پتر ملا یا کہتا ہے کہ میں گواہی دینے کو تیار نہیں ہوں۔

نوٹ: اور پتر ملا یا نماز نہیں پڑھتا لہٰذا یہ ثقہ نہیں ہو سکتا، مخدوش الحواس بھی معلوم ہوتا ہے اور دودھ پلانے والی بھی فوت ہو گئی ہے ورنہ اس سے دریافت کیا جاتا کیونکہ بکر کے مجھ پر بہت احسان ہیں لہٰذا میں مجلس میں جا کر گواہی نہیں دونگا جبکہ دوسری عورت جو بکر کی سالی ہے وہ بھی مجلس میں جا کر گواہی دینے سے انکار کرتی ہے اور یہ تمام گواہ وغیرہ جو ہیں اس لڑکی کے نکاح کے وقت وہاں موجود تھے کسی نے یہ بات ظاہر نہیں کی تھی اور اب یہ کہتے ہیں کہ ہمیں علم نہیں تھا کہ دوسری بیوی کے بچے کو یہ لڑکی نہیں آسکتی کیونکہ ہم ان پڑھ ہیں اور اب تمام بوجھ مولوی

صاحب پر ہے۔

لوگوں نے فساد مچا رکھا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اگر آپ کے پاس گواہ ہیں تو مجلس میں لائیں اور ان سے گواہی دلائیں ورنہ آپ کو ڈنڈ لگائی جائے گی اور مولوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ میں نے جو بات شیر کے بارے میں بکر کے رشتہ داروں سے سنی تھی اگر ظاہر نہ کرتا تو محشر کے میدان میں اللہ رب العزت کی کچہری میں جواب دِہ ہوتا لہٰذا میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے، میرا کوئی قصور نہیں۔ اگر مجھے نکاح کے وقت ایک ذرہ بھر بھی علم ہو جاتا تو یہ نکاح ہرگز نہ کرتا۔ لڑکی کی شادی ہوئی کو تقریباً دس سال گزر چکے ہیں اور چار بچے بھی پیدا ہو چکے ہیں اور بکر کہتا ہے کہ یہ لوگ میرے دشمن ہیں، مجھے ان کی گواہی قبول نہیں، اگر کوئی غیر گواہی دے تو مان لوں گا۔ بینوا توجروا۔

آپ کا تابعدار: نصیر احمد ولد غلام محمد $\frac{96}{E.B}$

نشان انگوٹھا

میر بخش بلوچ — میاں دلیر ولد سونا مکھن

حاجی شیر محمد مکھن — میاں لال قوم کھرل

حضور مہربانی فرما کر اس مسئلہ کی پوری پوری تحقیق کتب فقہ کی روشنی میں بیان فرما کر مشکور فرمائیں، حضور کی عین نوازش ہوگی۔

دودھ پلانے کا مسئلہ بڑا نازک ہے، اس میں دو نیک پابندِ شریعت مرد یا

ایک مرد اور دو عورتیں جو پابندِ شریعت ہوں انکی گواہی ہی قبول کی جاتی ہے حتی کہ اگر سو آدمی جو پابندِ شریعت نہیں، ان کی گواہی قبول نہیں اور یونہی ہزارہا عورتیں جبکہ مرد اُن کے ساتھ نہ ہوں ان کی گواہی بھی قبول نہیں۔ فتاوٰے عالمگیر ج ۲ ص ۴، تنویر الابصار در المختار شامی ج ۲ ص ۵۶۸ میں ہے والنظم من الهندية ولا يقبل فی الرضاع الا شهادة رجلين او رجل وامرأتين عدول اور یونہی تمام معتبرات مذہب حنفیہ کے متون و شروح و حواشی اور فتاوٰے میں مذکور ہے لہٰذا اس صورت میں نکاح بحال ہے کوئی شک و شبہہ نہ کیا جائے البتہ اگر خاوند کا دل مان جائے کہ عورت نے واقعی دودھ پیا ہے اور تصدیق کر دے تو نکاح فاسد ہو جائے گا اور اگر تصدیق نہ کرے بلکہ دل میں ہی آجائے کہ دودھ پیا ہے تو بچنا بہتر ہے جو مستحب کے درجہ میں ہے مگر واجب نہیں۔ فتاوٰے عالمگیر ج ۲ ص ۴۵ میں ہے وان صدقها الرجل وكذبتها المرأة فسد النكاح اور اس سے پہلے ہے وان كان المخبر واحدا ووقع فی قلبه انه صادق فالاولی ان يتنزه ويأخذ بالثقة وجد الاخبار قبل العقد او بعده ولا يجب عليه ذلك۔

والله تعالٰی اعلم وصلی الله تعالٰی علٰی خير خلقه محمد وعلٰی اٰله واصحابه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

جناب مولانا اولٰنا محدث فقہا مولوی محمد نور اللہ صاحب، دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین دریں مسئلہ کہ میری والدہ نے اپنی بہن زینب کے ساتھ رشتہ داری کر لی۔ میری والدہ نے اپنی بیٹی کا رشتہ اپنی بہن زینب کے لڑکے کے ساتھ منسوب کر دیا جو کہ میری خالہ زینب نے قبول کر لیا تھا اور بچپن میں ہی لڑکی کو لڑکے کے نام کے ساتھ منسوب کر دیا تھا۔

علاوہ ازیں اٹھارہ سال کی بات ہے کہ میری والدہ گھریلو جھگڑے کی بنا پر اپنے بھائی کے گھر چلی گئی۔ میرے والد نے اپنی بیٹی کو بکری کا دودھ پلایا اور اس کے بعد میری والدہ کو لینے چلا گیا۔ راستے میں میری خالہ نے اپنی بھانجی کے منہ میں پستان ڈال دیا۔ اس وقت پستان میں دودھ تھا یا کہ نہیں، اس بات کا میری خالہ کو علم نہیں ہے، اسی وقت میری خالہ نے اپنی بھانجی کو واپس کر دیا اور میرا والد لے کر میری والدہ کو لینے کے لئے میرے ماموں کے گھر گیا اور میری والدہ کو لے کر آ گیا۔ میری والدہ کو کسی رشتہ دار نے پارٹی بازی کی وجہ سے کہ تم رشتہ ان کو نہ دو ہمیں دے دو۔ میری والدہ نے رشتہ نہ دینے کے لئے بہانے بنانے شروع کر دیئے ہماری برادری والوں نے رشتہ میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے افواہ اڑا دی کہ لڑکی ان کو نہیں لینی آتی ہے۔ دودھ والی بات بالکل جھوٹی ہے۔ میں نے چھٹی پر آتے ہی اپنی ماں سے پوچھا کیا وجہ ہے؟ کیوں آپ نے اس طرح کیا تو ماں نے کہا کہ مجھے میرے بڑے بھائی نے یہ مشورہ دیا تھا۔

آپ اس مسئلہ پر فتوےٰ لکھ کر مشکور فرمائیں۔ حضور کی عین نوازش ہو گی۔

سائل: غلام یٰسین ولد جلال الدین، بصیر پور

حلفیہ بیان

زینب بی بی: عرصہ سولہ اٹھارہ سال کا ہو چکا ہے۔ مجھے کچھ علم نہیں کہ میں نے اپنی

بھانجی کے منہ میں پستان دیا تھا اور اس وقت پستان میں دودھ تھا یا نہیں تھا، مجھے کچھ علم نہیں ہے، میری بہن لوگوں کے کہنے پر مجھے رشتہ نہیں دینا چاہتی۔

نشان انگوٹھا زینب بی بی

حاجن غلام فاطمہ : بیان کرتی ہوں کہ میں بھی اس گھر میں تھی، مجھے کچھ علم نہیں کہ میری سوکن زینب نے اپنی بھانجی کو دودھ یا پستان دیا تھا اور یہ افواہ بھی اس وقت کی ہے جبکہ میری سوکن کے پستانوں میں دودھ بالکل نہیں تھا، یہ بات بالکل جھوٹ ہے۔

نشان انگوٹھا حاجن غلام فاطمہ

حاجی غلام محمد : مجھے کوئی علم نہیں کہ میری بیوی نے اپنی بھانجی کے منہ میں پستان دیا تھا یا کہ نہیں۔ پستان والی افواہ ہمیں رشتہ نہ دینے کی علامت ہے۔ یہ ہماری برادری والوں کی خاص شرارت ہے اور پستان والی بات بالکل جھوٹی ہے، میں نے آپ کے حکم کے مطابق مکمل پڑتال کرلی ہے، اس لئے فتوے لگا کر مشکور فرمائیں۔

غلام محمد بقلم خود

جلال الدین : میں گھر سے اپنی بچی کو بکری کا دودھ پلا کر اپنی بیوی کو لینے کے لئے گیا تھا مجھے کچھ علم نہیں ہے، پستان والی صرف کسی نے افواہ اڑائی ہے اور رشتہ میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

نشان انگوٹھا جلال الدین

غلام یسین : میں چھٹی پر گھر آیا ہوں اور اپنی والدہ سے پوچھا تو میری والدہ نے کہا کہ مجھے میرے بھائی نے کہا ہے کہ یہ ہمیں رشتہ نہیں دیتے اس لئے ہم بھی ان کو رشتہ نہ دیں، میری والدہ اپنے بھائی کے پیچھے لگ گئی۔ میرے ماموں نے حاجی صاحب سے اپنے لڑکے

کے لئے رشتہ مانگا جو کہ حاجی صاحب نے جواب دے دیا، اسی وجہ سے ان لوگوں نے افواہ اڑادی۔ میری والدہ نے اپنے بھائی کے کہنے پر حاجی صاحب کو جواب دے دیا۔ آپکے پاس اس لئے آتے ہیں کہ آپ فتوےٰ لگا کر مشکور فرمائیں۔

غلام یٰسین بقلم خود

بچہ کے منہ میں پستان دینا حرام نہیں کرتا جب تک یہ علم نہ آئے کہ بچہ کے پیٹ میں دودھ گیا ہے خواہ تھوڑا ہی ہو اور جب دودھ کا علم پستان دینے والی ہی کو نہ ہو تو اس افواہ کا اعتبار نہیں۔

درالمختار اور شامی میں ہے و النظم من الدر فلو التقم الحلمة ولم یدر ادخل اللبن فی حلقه ام لا لم یحرم، شامی نے فرمایا و فی القنیة امرأة كانت تعطی ثديها صبية واشتهر ذلك بينهم ثم تقول لم يكن فی ثدیی لبن حين القمتها ثدیی و لم يعلم الا من جهتها جاز لابنها ان يتزوج بهذه الصبية الخ

سے ج ۲ ص ۵۵۶

لہٰذا اندریں صورت فتوٰی اِس پر ہے کہ وہ لڑکی زینب کے لڑکے کے لئے جائز ہے۔

واللہ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ واٰلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

۱۷۔۴۔۷۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ ہندہ نے زید کو ایامِ رضاعت میں اپنا دودھ پلایا ہے۔ اب اپنی حقیقی لڑکی کا نکاح پوشیدگی میں اس زید مذکور سے پڑھا دیا ہے، اب اس نکاح، نکاح خوان اور گواہاں کے نکاحوں کا کیا حکم ہے کیا ان پر کوئی شرعی تعزیر بھی لازم آتی ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتیان

محمد باقر۔ محمد شریف

از چک ۱۹۷ ای بی تحصیل بوریوالہ ضلع وہاڑی

شرعاً وہ لڑکا اس عورت کا رضاعی بیٹا بن گیا تو اس کی لڑکی بہن ہو گی تو بہن بھائی کا نکاح ہوا ـــــ یہ حرام ہے۔

نکاح خوان اور گواہوں سے جن کو علم تھا کہ رضاعی بہن بھائی ہیں اور حلال سمجھا تو کلمۂ اسلام ازسرِنو پڑھیں اور اپنے نکاح کریں۔ قرآن شریف میں ہے اَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ (پارہ چہارم کا آخر)

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۷ رجمادے الاخرے ۱۴۰۲ھ

۲۲-۴-۸۲

بخدمت جناب حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ؛ مزاج شریف !

جناب قبلہ حضرت صاحب، رقعہ حامل ہٰذا حاضر ہے۔ آپ کی خدمتِ عالیہ میں ایک سوال مندرجہ ذیل ہے، بحوالہ قرآنِ مجید و احادیثِ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جواب سے نوازیں، مشکور رہوں گا۔

سوال یہ ہے :۔

ایک شخص نے اپنی لڑکی، جس کی عمر آٹھ سال تھی، ایک معمر شخص سے نکاح کر دیا جبکہ لڑکی بالغ ہوئی اس نے علانیہ انکار کر دیا کہ مجھے یہ نکاح جو کہ میرے بچپن میں پڑھا گیا ہے

مجھے منظور نہیں۔ آیا آپ حضور سے استدعا کہ جواب قرآنِ مجید، حدیث شریف کی رو سے عنایت فرمادیں کہ اس لڑکی کا نکاح ہے یا کہ نہیں ہے۔ فقط والسلام

آپ کا مخلص، سید محمد شاہ گیلانی از بستی کبیر عرف بستی پیراں

تحصیل اوکاڑہ تھانہ چوچک ضلع ساہیوال ۶

شرعًا اس لڑکی کا نکاح بدستور ہے اور لڑکی کے علانیہ انکار سے کوئی نقص نہیں پیدا ہوا۔ شرعًا باپ اور دادے کا کیا ہوا نکاح لازم ہے یعنی نابالغہ کو اس کے توڑنے کا کوئی اختیار نہیں۔ قرآنِ کریم سورۃ النور میں ہے وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى اور سورۃ الطلاق میں ہے وَالّٰٓـئِیْ لَمْ یَحِضْنَ۔ ان دو آیتوں سے باپ کا یہ اختیار ثابت ہے اور حضرتِ ام المؤمنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اس وقت ہوا جبکہ صرف چھ سال کی تھیں اور پھر اس نکاح کے فسخ کا حق ان کو نہیں ملا۔

یہ حدیثِ پاک کی ایسی مضبوط دلیل ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا لہٰذا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ میں یہی درج ہے۔ سب متون و شروح اور فتاوٰے مذہبِ حنفی میں یہ آفتاب کی طرح وضاحت سے ثابت ہے۔ فتاوٰے عالمگیری ج ۲ ص ۹ اور ج ۲ ص ۱۱ اور مبسوط ج ۴ ص ۲۱۳ اور ج ۴ ص ۲۱۴ اور بدائع صنائع ج ۲ ص ۲۳۸ اور ج ۲ ص ۲۴۰ وغیرہا صدہا کتبِ حنفیہ میں ہے والنظم من الهندية ص۹ میں و الاب ثم الجد

ابو الاب وان علا کذا فی المحیط اور ص ۱۰ میں ہے فان زوجها الاب و الجد فلا خیار لہما بعد بلوغہا۔ پہلی آیت اور حدیث شریف بدائع کے ص ۲۳۸ میں ہے اور دوسری آیت وحدیث مبسوط ص ۲۱۲ میں ہے۔

بہرحال ہمارے مذہب مہذب میں اس لڑکی کے علانیہ انکار سے کوئی فرق نہیں پڑتا

ہاں اگر جوان لڑکی کا نکاح باپ دادا ابلا اجازت لڑکی کردے تو لڑکی کے انکار سے فسخ ہو سکتا ہے اور نابالغہ فسخ نہیں کر سکتی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ الاعظم وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۸ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ

۸-۱-۷۸

الاستفتاء

مسمّٰے محمد سائل کہ مسماۃ سرداں بیگم کے تین بھائی بنی العلات کے علاوہ اور کوئی بھائی نہیں اور ایک نے بولا یتہ خود اس کا نکاح کر دیا۔ اب اس کے دوسرے بھائی نے بذریعہ فتوٰے ہذا (جو کہ درج ذیل ہے) دوسری جگہ نکاح کر دیا۔ دوسرا نکاح ہو گیا یا نہیں اور یہ فتوٰے صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

سے درج ذیل فتوٰے پر حضرت فقیہ اعظم کا فتوٰے صفحہ ۵۳۶ پر ملاحظہ کریں۔

فتویٰ مولوی عبد العلی از چک نور محمد مانیکا تحصیل پاکپتن شریف

نقل لعینہٖ : بحضور جناب قبلہ مولوی صاحب دام اقبالہ

بیان مسماۃ سداں بیگم دختر محمد متوفی قوم ماچھی ساکن چک ۱۴/S.P

میں نے سنا ہے کہ میرے بھائی مسمّٰی باقر ولد محمد نے کسی جگہ میرے نابالغ ہونے کی صورت میں میرا نکاح کر دیا تھا۔ اب میں تقریبًا عرصہ دس سال سے اپنی سابقہ سکونت ریاست بہاول پور سے چھوڑ کر انگریزی علاقہ میں دس سال سے اپنے بھائی احمد کے پاس ہوں اور اس نے میری ہر طرح سے پرورش کی ہے۔ اب میں عرصہ تقریبًا ایک ہفتہ سے بالغ ہوں اور میں اپنا نکاح خود اپنی مرضی سے کرنا چاہتی ہوں۔ پہلا نکاح نہ ہی میں نے خود پڑھا ہے اور نہ ہی میں نے سنا ہے اور نہ ہی وہ نکاح رکھنا چاہتی ہوں۔ اب آپ فتویٰ اسلام سے اجازت نکاح مرضی خود بالغ ہونے کی صورت میں عرض گزار ہوں کہ مہربانی سے اجازت بخشی جاوے۔ بینوا توجروا

تحریر کنندہ

محمد صدیق بقلم خود ۱-۳-۴۰

عین الدین انگوٹھا گواہ مذکور

رحیم بخش ولد میاں مراد قوم وریا گواہ شد رحیم بخش بقلم خود

العبد مسماۃ سداں بیگم نشان انگوٹھا

الجواب

قال فی الکنز وشرحہ العینی ولھما خیار الفسخ بالبلوغ فی غیر الاب والجد مالم یرض یعنی مالم یقل رضیت وقال

فی موضع اخری لقول لھا ان اختلفا ای الرجل المجین والمرأۃ المنکوحۃ انتھی کلامہ ھکذا فی الدر المختار والشامی فی باب الاولیاء والاکفاء۔

پس معلوم ہوا کہ لڑکی مذکورہ کا نکاح اصلاً نہیں ہے اگر بالفرض مانا جائے کہ نکاح ہے، پس یہ نکاح عند الشرع نزدیک فقہار کے فسخ ہے۔

کتبہ، عبدالعلی ولد مولوی احمد علی مرحوم از چک نور محمد مانیکا بالقلم خود

مسماۃ سداں بیگم کا دوسرا نکاح نہ ہوا کہ اس کا نکاح اول ثابت وقائم ہے کہ اس کا مقولہ" ناہی میں وہ نکاح رکھنا چاہتی ہوں" اظہارِ ارادۂ فسخ ہے نہ فسخ اور اگر بالفرض اسے فسخ تسلیم کریں تو تب بھی نکاح منفسخ نہ ہوا کہ وہ فسخ مشروط بحکم قضا ہے کنز الدقائق وشرحاہ العینی والبحر الرائق، شرح الوقایہ مع متنہ، ہدایہ، فتح القدیر، تنویر الابصار ودر المختار میں ہے والنظم من الکنز ولھما خیار الفسخ بالبلوغ فی غیر الاب والجد بشرط القضاء قال العینی یتعلق بقولہ خیار الفسخ یعنی لھما خیار الفسخ بشرط ان یحکم القاضی بالفسخ الخ

اور یہاں حکم قضا تو دور رہا، اس کی طلب بھی نہیں ہوتی تو نکاح کیسے ٹوٹا اور جب پہلا نکاح ثابت تو دوسرا نکاح اصلاً نہ ہوا۔

یہ فتوے فتویٰ نہیں بلکہ فتنہ و افترار و خیانت کا مجموعہ ہے:

اوّلاً کنز کا اول و آخر نقل کیا اور متوسط کو ترک کیا جس میں بشرطِ قضار کی تصریح تھی کہ اس میں فتوائے جعلی کی تقبیح تھی۔

ثانیاً یہ قول کہ لڑکی مذکورہ کا نکاح اصلاً نہیں ہے، صراحۃً جھوٹ و گزاف، متون و شروح و فتاوائے فقہیہ کا خلاف ہے۔ مختصر القدوری، کنز الدقائق، عینی، بحر الرائق، وقایہ، شرح الوقایہ، ہدایہ، فتح القدیر، درالمختار وغیرہا اسفارِ فقہ میں ہے واللفظ من المختصر ویجوز نکاح الصغیر والصغیرۃ اذا زوجھما الولی بکرا کانت الصغیرۃ او ثیبا والولی ھو العصبۃ۔

ثالثاً اس کی عبارتِ مہملہ کہ "اگر بالفرض مانا جاوے کہ نکاح ہے پس یہ نکاح عند الشرع نزدیک فقہار کے فسخ ہے" افترار در افترار کہ اولاً فقہار کا یہ بیان نکاح فرضی کے متعلق نہیں بلکہ متعلقِ نکاحِ واقعی ہے کما علمت مما مر من مفہوم الفسخ وثانیاً فقہار کا بیان مثبتِ اختیارِ فسخ ہے نہ نفسِ فسخ کما ھو المنطوق بہ ما فی نظم الکنز۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۵ رجب ۱۳۵۹ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ: اما بعد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص بکر نامی سے اس کی ہمشیرہ نے اپنے لڑکے زید کے لئے لڑکی کا رشتہ طلب کیا۔ بکر نے اپنے بیٹے سے مشورہ کیا تو بیٹے نے چند دن رکنے کا مشورہ دیا، باقی گھر کے سارے افراد پہلے ہی سے رشتہ دینے سے بکر کو منع کرتے رہے لیکن بکر نے اپنی ہمشیرہ کو لڑکی کا رشتہ دے دیا۔

چند منٹ کے بعد جب بکر کے تمام اہلِ خانہ کو اس بات کا علم ہوا تو گھر میں جھگڑا ہونا پایا کہ ہم رشتہ دینے کے لئے تیار نہیں ہیں جس میں تمام لڑکیاں اور بکر کی بیوی شریک ہیں لیکن اب لڑکا خاموش رہا۔ اب بکر یہ کہتا ہے کہ اس وعدہ خلافی کا کوئی جواز ہے یا نہیں؟ اگر گنجائش ہے تو قرآن واحادیث کی رو سے فتوٰے صادر فرمائیں۔

السائل: محمد منظور حسین، سکنہ قبولہ

اگر واقعی سب افرادِ گھر کے رضامند نہیں تو بکر کو ضد ترک کرنی چاہیے، قرآن کریم کا ارشاد ہے امرھم شوریٰ اور یہ بھی حکم ہے کہ والصلح خیر پھر یہ بھی معلوم ہے کہ یوں رشتے ان کا نتیجہ اچھا نہیں، نباہ نہیں ہوسکے گا اور شکوہ اور غیبت کا دروازہ کھل جائے گا حالانکہ ان چیزوں سے گھر والوں کا بچانا ضروری ہے

ارشادِ قرآنِ کریم ہے قوا انفسکم واھلیکم نارا تو بکر کو وعدہ پورا انہیں کرنا چاہیئے۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۹ ربیع الثانی سن ۱۴۰۲ھ

۱۴-۲-۸۲

باب الکفو

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ نذیراں دختر سارنگ قوم سندیلا آبادی دمعو ہیر زمیندار منظوری نامی ایک مصلی کے ساتھ اغوا ہو گئی جو کہ مختلف مقام پر لے جاتا رہا آخر کار تحصیل لودھراں ضلع ملتان کے موضع کھٹی میں نکاح کر لیا۔ نذیراں ایک زمیندار کی بیٹی ہے جس کے ساتھ بغیر والدین کے نکاح کیا۔ کیا جائز ہے یا ناجائز ہے، چونکہ لڑکی واپس والدین کے پاس آگئی ہے، برائے مہربانی کر کے کسی معتبر کتاب کے حوالے سے تشکور فرمائیں

نوٹ منظوری مصلی تھانہ پاکپتن ضلع ساہیوال کا مجرم اشتہاری ہے دس نمبر کا بدمعاش

ہے اور بہاولنگر کا بھی اشتہاری ہے۔

السائل، مولوی ثناء اللہ، جوتیانوالہ
محمد اقبال بی ڈی ممبر نمبردار آباد دھرپور،
تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد

بشرطِ صحتِ سوال تصریح مفتیانِ عظام یہ نکاح نکاح ہی نہیں بلکہ ایک عقدِ باطل ہے۔ فتاوٰے ہندیہ ج۲ ص ۱۳، فتاوٰے قاضیخان ص ۱۵۵، فتح القدیر ج۴ ص ۱۸۷، بحرالرائق ج۳ ص ۱۱۰، ملتقی الابحر مجمع الانہر، درالمنتقٰی ج۱ ص ۳۳۲، تنویرالابصار درالمختار شامی ج۲ ص ۴۰۸ و ۴۰۹ میں ہے والنظم من الدر مع التنویر (ویفتی) فی غیر الکفو (بعدم جوازہ اصلا) وھو المختار للفتوی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلی الہ واصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ
۲۱ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ ۸۰-۳-۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے کہ مسمٰی چراغ علی چشتی سکنہ نیب وال تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال نے اپنی لڑکی نابالغہ جس کی عمر تقریباً ۵ سال مسمے اللہ دتہ سکنہ پیر غنی سے اپنا کفو سمجھ کر شرعی نکاح کر دیا۔ ابھی سال ہوا تھا کہ معلوم ہوا کہ وہ ہماری قوم یعنی چشتی نہیں ہیں، اس کے بابت برادری میں جھگڑے بھی ہوئے اور پنچائیت ہوئی جس میں ثابت ہوا کہ وہ ہماری قوم نہیں ہیں تو پنچایت نے ان کا سامان جو تھا وہ واپس کر دیا، اب لڑکی جوان ہے اس کی شادی ہم کرنا چاہتے ہیں تو دولہا والے کہتے ہیں کہ ہمارا نکاح باقی ہے۔ اب جبکہ لڑکی اور والدین اور برادری انکار کر رہے ہیں آپ سے گزارش ہے کہ آپ فقہ حنفی کی رو سے ثابت فرمائیں کہ اس کا نکاح باقی ہے یا کہ ختم ہو گیا ہے۔

السائل: چراغ علی قوم چشتی سکنہ نیب وال تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال

جب ہم کفو سمجھ کر نکاح کر دیا اور بعد میں ثابت ہوا کہ کفو نہیں ہے اور سامان وغیرہ بھی واپس کر دیا تو نکاح نہ رہا، آپ کو اختیار ہے کہ لڑکی کی شادی حسب پسند کر دیں۔

فتاوٰے عالمگیر ج ۲ ص ۱۴ میں ہے وان کان الاولیاء ھم الذین باشروا عقد النکاح برضاھا ولم یعلموا انہ کفو او غیر کفو فلا خیار لواحد منھما واما اذا شرط الکفاءۃ او اخبرھم بالکفاءۃ ثم ظھر انہ غیر کفو کان لھم الخیار اور یوں ہی درالمختار میں ہے اور یونہی شامی ج ۲ ص ۳۴۷ میں تقریرًا ہے اور جب معاملہ یہاں تک پہنچا کہ سامان وغیرہ واپس کر دیا اور فیصلہ ہو گیا تو ان کا دعوٰی نکاح بلا دلیل غیر مسموع ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ وعلٰی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۴ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ ۸۲-۸-۴

نوٹ: سائل نے زبانی بیان کیا کہ وہ حضرات اپنی کفاءت میں شادی کرتے ہیں اور اس نے دعوٰے کیا ہے کہ میں چشتی ہوں اور اسی بات پر نکاح ہوا، بعد میں ثابت ہوا کہ وہ غیر چشتی ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ط..... فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ (البقرہ: ۲۲۹)

"طلاق دو بار ہے پھر یا تو روک لینا ہے بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دینا ہے احسان کے ساتھ پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ کسی اور خاوند کے ساتھ نکاح کرے۔"

اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ الطَّلَاقُ۔

(ابوداؤد)

"حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ طلاق ہے۔"

کتاب الطلاق

الاستفتاء

محترمی و مکرمی مخدومی علامہ حضرت مولانا نور اللہ صاحب نوری بصیرپوری سلامت تا قیامت باد

السلام علیکم ، بعد ادائے آداب گزارش ہے کہ من مذکور کی ہمشیرہ کا نکاح تھا، شادی نہ ہوتی تھی لیکن اسی حالت میں اس نے اسکی طلاق گھر بھیج دی لیکن برادری کے اکٹھے ہونے کی صورت میں دوبارہ نکاح کا دہی طلاق دہندہ طلب کرتا ہے۔ اہالیان یا امام صاحب کو شرعی لحاظ سے کیسے اجازت ہے یا نہیں؟

جناب سے مسئلہ پیشِ خدمت ہے، اس کا صحیح شرعی لحاظ سے مسئلہ نکاح کی اجازت کس طرح ہے، شک و شبہ نہ رہے، تسلی سے حامل ہٰذا کو سمجھا دیں مہربانی ہوگی، اللہ تعالےٰ آپ کے درجات میں ترقی فرمائے۔ مہربانی ہوگی۔

نوٹ: بلا وجہ بے گناہی کی صورت میں طلاق دے دی گئی ہے۔

عبدالرحمٰن چیئرمین عشر کمیٹی — محمد امیر علی — فقط دعا گو

دستخط بحروف اردو — دستخط محمد علی — میاں خان محمد

نمبردار محمد اسماعیل دستخط بحروف اردو

اگر صرف ایک طلاق دی ہے تو نکاح ہو سکتا ہے کما فی کتب الفقہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۱۵ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ ۲۰-۵-۸۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے

کہ میرا خاوند پہلے بھی مجھے مارکٹائی کرتا تھا، اکثر ناچاقی رہتی تھی، میرے بطن سے چار لڑکے، دو لڑکے ہوئے ہیں جوکہ اکثر نوجوان ہیں۔ میرے خاوند نے غصہ میں آکر ایک دن کہا کہ تجھے میں طلے سے تین طلاق دیتا ہوں اور تو میرے گھر سے نکل جا۔

جب غصہ جاتا رہا تو اب کہتا ہے کہ اگر شریعت اجازت دیتی ہے تو میں تمہیں اپنے گھر رکھنے کو تیار ہوں لہٰذا احادیث و قرآن کی رو سے وضاحت فرمائی جاوے کہ شرعی طور پر کیا حکم ہے؟

مسماۃ سرداراں بی بی زوجہ مولوی محمد حنیف چک ۱۴/۱ مجاہد آباد تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال ۸۰-۶-۲۹

طلاق ہوتی ہی ناراضگی اور غصہ میں ہے لہٰذا غصہ کوئی عذر نہیں تو جب تین طلاقیں دی ہیں تو طلاقِ مغلظہ بن گئی جو بلا حلالہ شرعاً جائز نہیں کما فی کتب الفقہ والحدیث۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلی آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۵ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ ۸۰-۶-۲۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین ومفتیانِ عظام اندریں مسئلہ کہ سالا اور بہنوئی آپس میں جھگڑ پڑے، سالا نے اپنے بہنوئی سے کہا میں تیرے سے نپٹ لوں گا، بہنوئی نے کہا کہ تو کیا کرے گا اپنی بہن کو ساتھ لے جائے گا۔ سالا نے کہا تو طلاق دیدے میں لے جاؤں گا تو بہنوئی نے کہا جا تیری بہن کو میں نے طلاق دے دی طلاق طلاق' کیا اب وہ دوبارہ رجوع کرسکتا ہے یا نہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائی جاوے۔

السائل، حیدر علی، محلہ درس لبصیر لور

تین طلاقیں واقع ہوگئیں اور اب رجوع نہیں کرسکتے، قرآنِ کریم میں ہے فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ اب ان کے اتفاق کی صورت یہ ہے کہ حلالہ پڑے گا یعنی جس وقت زوج نے کہا کہ طلاق دے دی طلاق طلاق، اس وقت کے بعد تین حیض پورے ہوگئے تو پھر کسی اور مرد کے ساتھ صحیح نکاح کرے اور وہ شخص باقاعدہ جماع کے بعد طلاق دے دے تو پھر تین حیض پورے کر کے

دوبارہ پہلے مرد کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے جیسا کہ آیتِ مذکورہ سے ثابت ہے اور حدیث متفق علیہ سے ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۱۳ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ ۱۸-۷-۶

الاستفتاء

بخدمت جناب مفتی اعظم جناب مولانا الحاج محمد نوراللہ صاحب النعیمی مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

جناب عالی !

مسمی من ولد حسین ذات ماچھی ساکن بھون منضبطہ کی شادی بموجب شرع محمدی بقدر چار سال قبل ہمراہ مسماۃ زیباں دختر احمد دین ذات ماچھی سکنہ بھلروں وزیر کے ہوئی مذکورہ شادی سے پہلے سال اپنے خاوند کے گھر آباد رہ کر حقوق ادا کرتی رہی، بصورتِ حمل اپنے والدین کے گھر ناراض ہو کر چلی گئی۔ اپنے میکے گھر ہی بچی کو جنم دیا، پھر سے آجتک اپنے خاوند کے گھر نہیں آئی۔

خاوند ہر چند بذریعہ پنچایت واپس لانے کی کوشش کرتا رہا ہے نہیں آئی۔ متذکرہ حالات کی روشنی میں حکمِ شرع شریف سے مطلع فرمائیں کہ آیا نکاح موجود ہے،

یا نہیں؟ کیا عورت کو خلع کا حق ہو گیا ہے؟

عرضے

ممن ولد حسین ذات ماچھی سکنہ ڈھوں منضبطہ

مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۸۰ء

نکاح یقیناً موجود ہے اور عورت کی بے فرمانی سے وہ خود گنہگار ہوئی مگر نکاح میں فرق نہیں پڑا، قرآنِ کریم کا فرمان ہے اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ ہاں اگر خاوند چاہے تو خلع ہو سکتا ہے مگر صرف عورت اپنے آپ نہیں کر سکتی۔ قرآنِ کریم نے خاوند کے ہاتھ نکاح دیا ہے ارشاد ہے اَلَّذِیْ بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ لہٰذا عورت خود بخود کچھ نہیں کر سکتی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علیٰ حبیبہ سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ واصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۱ ذوالقعدۃ المبارکہ سنہ ۱۴۰۰ھ

۱-۱۰-۸۰

الاستفتاء

گرامی خدمت سامی منزلت جامع الکمالات العلمیہ والعملیہ، حامی فنونِ اصلیہ و فرعیہ مخدومِ معظم مطاعِ مفخم نیاز کیشاں مفتیٔ اعظم پاکستان و محدثِ پاکستان شیخ القرآن والحدیث قبلہ فقیہِ اعظم محمد نور اللہ صاحب نعیمی دامت فیوضہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کے بعد عرض یہ کہ تین مسئلوں کی بہت ضرورت ہے آپ حضور اپنا قیمتی وقت نکال کر ہماری رہنمائی فرمائیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام ان مسائل میں کہ:

۱۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو چھ برس سے طلاق دی ہوئی ہے اگر یہ بیان اس کا واقعی نہ ہو تو اس عورت کا شرعاً کیا حکم ہے؟

۲۔ قبروں پر حافظوں کو قرآنِ کریم پڑھنے کے واسطے بٹھانا اور ان کی کچھ خدمت روپیہ پیسہ سے کرنی آیا شرعاً یہ امر اور ایسے امر کی وصیت کرنی درست ہے یا کہ نہیں، ایک شخص کہتا ہے کہ صاحبِ طریقہ محمدیہ نے اس کو بدعتِ سیئہ کے قبیلہ میں داخل کیا ہے اور روپیہ پیسہ لینا حرام ہے اور تاتارخانیہ میں ہے کہ پڑھنے والوں سے جو سلوک کیا جاتا ہے وہ بمنزلہ اجارہ ہے اور یہ اجارہ باطل اور حرام ہے، آیا یہ شخص اپنے دعوے میں سچا ہے یا نہیں؟ کتاب طریقہ محمدیہ اور کتاب تاتارخانیہ ان کے تصنیف کرنے والے دیوبندی تھے یا وہابی یا سنی تھے۔

۳۔ اگر کسی شخص نے اپنے لڑکے یا لڑکی کو اپنی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ میں سے ہبہ کر دیا

آیا بعد ازاں اپنی جائیداد موہبہ کو واپس شرعاً لے سکتا ہے یا نہیں؟

آپ حضور مہربانی فرماکر ان مسائل کے جوابات اپنے شاگرد رشید اور میرے نور نظر سید محمد عبد الغفار شاہ کو عطا فرمادیں۔ وہ خود ہی کسی نہ کسی طرح جلد ہی ہم تک پہنچا دیں گے اور باقی ہر طرح ہم آپ کی مخصوص دعاؤں سے بالکل خیریت سے ہیں۔

المستفتی: سید محمد عبد الرحیم شاہ سکنہ ساہوکا ڈاکخانہ خاص تحصیل بورے والہ ضلع وہاڑی ۱۱-۳-۸۱

۱۔ اس مسئلہ کی کئی صورتیں ہیں، ظاہر یہ ہے کہ وہ عورت اس کے گھر آباد ہے اور اس نے جھوٹ بولا حالانکہ جھوٹے اقرار پر طلاق پڑجاتی ہے۔ شامی ج ۲ ص ۵۷۹ و ج ۲ ص ۵۸۲ میں ہے ولو اقر بالطلاق کذبا او ھازلا وقع قضاء مگر جب کہ اس کے گھر عورت آباد ہی ہے اور طلاقیں اس نے دو یا ایک کا اقرار کیا ہے تو رجعت ہوگئی کیونکہ رجعت فعل کے ساتھ بھی ہوجاتی ہے، شامی ج ۲ ص ۷۲۸-۷۲۹ میں در المختار سے ہے وبالفعل مع الکراھۃ بکل ما یوجب حرمۃ المصاھرۃ کمس ولو منھا اور اگر تین طلاق کا اقرار کیا تو بائنہ مغلظہ ہوگئی جو بلا حلالہ جائز نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ والہ

واصحابہ و بارك وسلم۔

۲۔ واقعی یہ ناجائز ہے جیسا کہ شامی وغیرہ میں بھی لکھا ہے اور طریقہ محمدیہ اور فتاویٰ تاتارخانیہ ہمارے ہی ہیں، کسی وہابی یا دیوبندی کے نہیں۔ شامی ج ۵ ص ۴۷ میں ہے ان القرآن بالاجرۃ لا یستحق الثواب لا للمیت ولا للقاری آگے چل کر فرمایا یمنع القاری للدنیا والآخذ والمعطی اثمان۔

پھر علامہ شامی نے اس مسئلہ میں ایک رسالہ بھی تصنیف فرمایا جس کا نام ہے شفاء العلیل وبل الغلیل فی حکم الوصیۃ بالختمات والتہالیل۔ اس میں بڑے بڑے فتاویٰ کی عبارتیں نقل فرمائیں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ اگر کوئی خیر خواہ اپنی طرف سے قرآن کریم قبر پر ختم کرے اور ثواب بخش دے تو بہت اچھا ہے شامی ج ۵ ص ۴۷ ولو زار قبر صدیق او قریب لہ و قرء عندہ شیئا من القرآن فہو حسن اما الوصیۃ بذلك فلا معنی لہا۔

واللہ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ وآلہ واصحبہ و بارك و سلم۔

۳۔ ہاں اس صورت میں ہبہ واپس نہیں کر سکتا اور اگر ضرورت پڑے تو اپنے لڑکے یا لڑکی کا مال استعمال کر سکتا ہے کیونکہ باپ کا بڑا حق ہے شامی ج ۴ ص ۱۴۷ میں تنویر الابصار سے ہے لو وھب لذی رحم محرم منہ و لو ذمیا او مستامنا لا یرجع۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ و آلہ

واصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۲۹ رجمادے الثانیہ ۱۴۰۱ھ

۵-۵-۸۱

الاستفتاء

مکرمی و محترمی جناب مولانا مولوی الحاج ابوالخیر محمد نوراللہ صاحب نعیمی مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ؛

عرض خدمتِ اقدس میں یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین

۱۔ کہ ایک شخص عاقل اور بالغ پاکستانی فوج میں ملازم ہے، وہ اپنی بیوی کو طلاق لکھ کر دے دیا ہے اور تین تین بار طلاق لکھ دیا ہے اور طلاق نامہ بیوی کے گھر لکھ کر بھیجا ہے جس پر دو گواہ کے دستخط اور اس کے دستخط بھی موجود ہیں کیا اس کی بیوی کو طلاق ہو گئی ہے یا نہیں ہوئی ؟

۲۔ اگر وہ اپنی بیوی کو دوبارہ بسانا چاہے تو کیا کرے ؟ دونوں خط جس میں طلاق کا ذکر ہے۔ آپ کے حضور بھیج رہا ہوں اچھی طرح پڑھ کر اس کے متعلق شرع سے آگاہی بخشیں۔ حاملِ رقعہ ہٰذا حاضرِ خدمت ہے، کچھ زبانی عرض بھی کرے گا۔ فقط والسلام

دعاؤں کا طالب

حاجی انتظار محمد خاں چک نانک پور تحصیل پاکپتن شریف ضلع ساہیوال

آپ کے مرسلہ دونوں خط منظور احمد کے تحریر کردہ دیکھ لئے ہیں، شرعاً تین طلاقیں واقع ہوچکی ہیں۔ اگر یہ خط منظور احمد فوجی کے ہیں اور وہ اقرار کرتا ہے کہ میں نے ہی لکھے ہیں تو تین طلاقیں وارد ہوچکی ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶۳ میں ہے فی الطلاق بالکتابۃ (الیٰ ان قالوا) وان کانت مرسومۃ یقع الطلاق اور یونہی شامی ج ۲ ص ۵۸۹ میں ہے اور اسی طرح فقہ کی بکثرت کتابوں میں ہے۔ نیز فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶۴ اور شامی کے اسی صفحہ میں ہے کذا کل کتاب لم یکتب بخطہ ولم یملہ بنفسہ لا یقع بہ الطلاق مالم یقر انہ کتابہ۔

بہرحال جب اقراری ہے کہ یہ خط میرے ہیں تو طلاق واقع ہونے میں کوئی شک نہیں اور جب تین طلاقیں واقع ہوگئیں تو قرآن کریم کی رو سے وہ عورت اس کیلئے حلال نہیں جب تک کہ باقاعدہ حلالہ نہ کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علیٰ حبیبہ الاعظم وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۳ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ ۱۸-۵-۸۱

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع متین وعلمائے دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ زید نے اپنی بیوی مدخول بہا کو تین طلاقیں دے دی ہیں تو اس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ جوابِ باثواب سے نوازیں۔

سائل: محمد علی ولد نور محمد
بستی شفیع آباد موضع تخت مل اوتاڑ
P/O مدرسہ ضلع بہاولنگر

اس عورت کے ساتھ بلا حلالہ نکاح نہیں ہوسکتا قرآنِ کریم میں ہے فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ آیت ۲۳۰ پ۲ سورۃ البقرہ، کسی اور شخص کے ساتھ باقاعدہ صحیح نکاح کرے اور وہ شخص اس عورت کے ساتھ باقاعدہ نزدیکی کرے اور پھر طلاق دے تو عدت پوری کرکے زید کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے کما فی کتب الفقہ والحدیث۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ الاعظم

وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۵ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

۲۰-۵-۸۱

السلام علیکم،

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین بحوالہ قرآنِ پاک وحدیث شریف مسئلہ ذیل میں جو نیچے درج ہے:

مسئلہ: ایک شخص نے اپنے بالغ لڑکے کا نکاح بکر کی لڑکی کے ساتھ شرعی کیا۔ نکاح کے کچھ عرصہ بعد لڑکی زہر کھا لیتی ہے جس کا تدارک ہسپتال میں کیا گیا چنانچہ اس بناء پر لڑکی کے والد نے شرعی طلاق لکھ کر جلسہ عام میں اہلِ محلہ کے لوگوں کے سامنے طلاق نامہ لڑکے کو پیش کی جس پر لڑکے نے تین طلاق دے دیں گو لڑکی کی رسمی طور پر روانگی نہیں ہوئی تھی مگر لڑکا لڑکی والوں کے گھر آتا جاتا رہا۔ کچھ عرصہ بعد لڑکی کی والدہ بیمار ہوگئی۔ بیماری پر بھی لڑکا لڑکی طلاق شدہ کے ہمراہ لاہور رہا۔

اس دوران میں لڑکی کی والدہ مرجاتی ہے مگر میاں بیوی کا سمجھوتہ نہ ہوا۔ پھر کچھ عرصہ پر لڑکی کے بھائی کی شادی پر لڑکا شادی کا انتظام کرتا رہا۔ جلسہ عام میں اہلِ محلہ

نے پھر کوشش کی مگر ناکام رہی۔ پھر کچھ عرصہ بعد انتظار کیا گیا مگر کوئی سمجھوتا نہ ہوا۔ اس طرح سے طلاق ثلاثہ مؤثر ہوچکی، بیوی اس پر قطعی طور پر حرام ہوگئی یا نہیں؟ ۸ سال بعد لڑکی کی نامزدگی اہلِ محلہ کے ایک لڑکے کے ساتھ ہوئی اور اہلِ محلہ نے رسمِ منگنی میں شرکت کی اور بوقت منگنی طلاقِ ثلاثہ مؤثر ہوچکی تھی، کچھ عرصہ بعد پھر منگنی راس نہ آئی۔

اب لڑکی کے والد نے پھر لڑکے طلاق دہندہ کے ساتھ لڑکی کو گاؤں سے کافی دور جہاں ان کو کوئی نہیں جانتا تھا، لڑکی مذکورہ کے ساتھ نکاح کرکے پہلے طلاق دہندہ لڑکے کے ساتھ روانگی کردی۔ اب وہ لڑکی پہلے خاوند طلاق دہندہ کے آباد ہے۔

کیا ازروئے شریعتِ محمدی یہ نکاح جائز ہے؟ اگر نہیں تو اس کا کیا ازالہ ہے؟ اہلِ محلہ کو اس کے متعلق بحیثیت ملتِ ابراہیمی و دینِ محمدی کیا سلوک کرنا پڑتا ہے! اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دیں۔ جواب جلد از جلد عطا فرمائیں۔

مظفر علی شاہ براستہ نورکوٹ چک قاضیاں
ضلع سیالکوٹ ۸۱-۸-۲۵

جب لڑکی کو تین طلاقیں پڑچکیں اور مؤثر بھی ہوچکیں تو وہ لڑکی مطلقہ خاوند پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی، بلا حلالہ شرعیہ طلاق دہندہ پر حلال نہیں خواہ دوسرے

ملک میں بھی چلے جائیں۔ یہ ساری کہانی کوئی معنے نہیں رکھتی۔ قرآنِ حکیم کے دوسرے پارے میں صاف حکم ہے فان طلق الآیۃ اور حدیثِ مشہور حدیثِ عسیلہ اور کافی حدیثیں بخاری اور مسلم وغیرہما اس کی دلیل ہیں۔

سائل کا یہ لکھنا کہ بحوالہ قرآنِ پاک وحدیث شریف کے لکھنا کیوں ہے جبکہ قولِ فقہاء قرآن وحدیث کا حکم ہی ہے، یہ طلاق کا مؤثر ہونا کیا چیز ہے، کسی آیت یا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اللہ ہدایت دے، اہلِ محلہ بائیکاٹ کریں تاکہ وہ لڑکا اور لڑکی مجبور ہو کر حرام کاری سے بچیں، اور کیا کر سکتے ہیں ہاں حاکمِ اسلام اگر توجہ فرمائیں اور شرعی سزا دیں تو ہو سکتا ہے مگر ابھی تیاری ہی ہو رہی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ الاعظم واٰلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۸ رشوال المکرم ۱۴۰۱ھ ۲۸-۸-۸۱

الاستفتاء

از شاہ پور
۸۲-۴-۲۷

قبلہ وکعبہ فقیہِ اعظم حضرت مولانا سید محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کے بعد حضور گزارش ہے کہ ہمارے ایک صاحب نے اپنی منکوحہ بیوی سے چند سال تعلقات کرنے کے بعد نہ تو آباد کیا اور نہ ہی اسے طلاق دی

بعد ازاں اس کی بیوی نے عدالت میں مقدمہ دائر کردیا۔ اس کا خاوند حاضر نہ ہوا۔ آخری تاریخ پر اس گاؤں کے ایک وکیل صاحب نے اس کو عدالت میں جاتے ہوئے کہا کہ آج حاضر ہو جاؤ شاید یکطرفہ کارروائی نہ ہو جائے تو اس نے کہا کہ طلاق ہوتی ہے تو ہو جائے میں تو عدالت میں نہیں جاؤں گا یکطرفہ کارروائی ہوگئی اور اس کے خاوند نے بعد منسوخی کے کوئی کارروائی نہ کی۔

عورت نے تین ماہ گزارنے کے بعد نکاح کرلیا اور خاوند نے بھی نکاح کرلیا جس کو تقریباً دس سال ہو چکے ہیں اور ابھی اس عورت کی بھتیجی سے شادی کر رہا ہے جبکہ میرے سامنے اس نے اقرار کیا تھا کہ میں نے طلاق نہیں دی تھی۔ ابھی اس کی شادی کا صرف ایک ماہ باقی ہے، اگر وہ آج طلاق دے بھی پہلی عورت کے دن نہیں گزر سکتے۔ ابھی اقرار کرتا ہے کہ میں نے طلاق دے دی تھی مگر مجھے یہ علم ہے کہ بالکل جھوٹ بول رہا ہے۔ آپ براہ مہربانی بتا دیں کہ وہ تنسیخ نکاح کی پہلی صورت کامیاب ہے کہ نہیں؟ پھر دس سال کا عرصہ گزرنے تک اس کا مطالبہ نہ کرنا اور اپنے گھر نہ لانا اس میں کوئی صورت طلاق کی ہے کہ نہیں۔ آیا میرے سامنے وہ اقرار کردے کہ میں نے طلاق دے دی تھی اور مجھے علم بھی ہو جائے کہ صاف جھوٹ بول رہا ہے۔ کیا میں اس کی پہلی بیوی کی بھتیجی سے نکاح کردوں یا نہ کروں؟

آپ اس بارے میں فتویٰ دیں۔ میں انشاءاللہ اس پر ضرور عمل کرونگا خواہ مجھے گاؤں چھوڑنا پڑے کیونکہ میرے نکاح نہ کرنے کی صورت میں مخالفت بہت ہو جائیگی۔

فقط والسلام

آپکا بندہ خاکسار

حافظ محمد اسلم امام مسجد چک ۲۷ / ۴-L شاہ بھور

سوال کے مندرجات سے واضح ہوتا ہے کہ خاوند نے طلاق دی ہوئی تھی اسلئے اس نے کوئی پرواہ نہ کی اور کوئی حرکت نہ کی اس کا سابقہ منکوحہ کی بھتیجی کے ساتھ نکاح کا ارادہ بھی واضح کرتا ہے کہ وہ عورت کو فارغ کر چکا ہے، باقی اس کا یہ کہنا کہ میں نے طلاق نہیں دی تھی تو آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ سچا ہے اور اس کا ابھی اقرار کہ طلاق دے دی تھی جھوٹ کیوں ہے ایسے معاملات میں سوچنا چاہیئے، عاقل بالغ مسلمان پر اعتبار کرنا چاہئے کھینچ تان کر جھوٹا بنانا جائز نہیں کہ مسلمان کا معاملہ ٹھیک ہوتا ہو تو ٹھیک بنایا جائے۔

فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۵۵ میں ہے لان حمل امرہ علی الصلاح واجب اور فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۵۲ میں ہے سئل کم طلقتہا قال ثلاثا ثم زعم انہ کان کاذبا لایصدق فی القضاء آپ کا یہ کہنا کہ مجھے علم ہے کہ جھوٹ بول رہا ہے، غلط ہے، علم کہتے ہی یقینی بات کو تو یقین کیسے ہوا۔ ہاں یہ احتیاط کر سکتے ہیں کہ بوقت نکاح اس سے حلف لیں کہ طلاق دے چکا تھا۔ اگر حلف اٹھا جائے تو آپ پر کوئی گناہ نہیں کہ نکاح کر دیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

۲۷-۴-۸۲

نوٹ : درج ذیل فتوے کا استفتاء فتاویٰ نوریہ (قلمی) ج۳ میں موجود ہے لیکن جواب درج نہیں۔ اب یہ فتوے مولانا محمد حسن محب حضور نوری نے مطبوعہ بصورت اشتہار عنایت کیا ہے جو کہ اُس وقت سائل نے طبع کرایا تھا، اس فتوے کو مولانا موصوف کے شکریے کے ساتھ شامل کیا جارہا ہے۔ (مرتب)

کیا فرماتے ہیں علمائے شرع متین اندریں صورت کہ ساڑھے دس سالہ نابالغ لڑکا جسے کوئی عقل و شعور نہیں، اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟

السائل : مولوی محمد حنیف عاجز
چک ۱۱/۴۴ بی تحصیل و ضلع منٹگمری

شرعاً ایسا لڑکا طلاق نہیں دے سکتا اور اگر الفاظِ طلاق بولے یا لکھے ہوئے الفاظ پر انگوٹھا لگادے تو اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں کہ لڑکا ایقاعِ طلاق کا اہل ہی نہیں تو اس کی بیوی، بیوی ہی رہتی ہے اور الفاظِ طلاق کا نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا چنانچہ تمام کتبِ معتبرۃ

فقہ حنفیہ میں اس کی تصریح ہے۔

مبسوط امام سرخسی ج۶ص ۱۷۸، بدائع صنائع ج۳ص ۹۹، ہدایہ، فتح القدیر، عنایہ، کفایہ ج۳ص ۳۴۳، درالحکام ج۱ص ۳۶۰، فتاوی سراجیہ ص ۴۳، خلاصۃ الفتاوےٰ ج۲ص ۷۵، شرح وقایہ ص ۷۱، جامع الرموز ص ۲۲۰، ملتقی الابحر مجمع الانہر، درالمنتقی ج۱ص ۳۸۵، کنز الدقائق بحر الرائق ج۳ص ۲۴۹ تبیین الحقائق ج۲ص ۱۹۴، تنویر الابصار درالمختار، ردالمحتار ج۲ص ۵۸۶، فتاوی عالمگیر ج۲ص ۴۸ میں ہے والنظم منہا ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل یعنی لڑکے کی طلاق نہیں ہوتی اگرچہ عقلمند ہو۔ ہدایہ اور زیلعی وغیرہ میں حدیث مرفوع ذکر فرمائی کل طلاق جائز الا طلاق الصبی والمجنون۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ و اصحٰبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۴ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں کہا کہ طلاق طلاق طلاق ہے اور عرصہ تقریباً دس سال گزر گئے اور مفاہمت نہ ہوئی۔ اب عرصہ دراز کے بعد دوبارہ برادری کے مجبور کرنے یا ویسے صلح

کے ساتھ انہوں نے پھر اسی کے گھر میں بٹھا دی اور کوئی حلالہ وغیرہ نہ نکلوایا اور ایک مولوی عبد الجبار نامی باہری پور والے نے فتویٰ دیا ہے کہ جائز ہے اور ہمارے گاؤں کے زمینداروں نے کہا کہ ہم یہ فتوےٰ نہیں مانتے۔ مولانا محمد نور اللہ صاحب بصیرپوری جو فرمائیں گے وہ تسلیم کریں گے۔

حضورِ والا فتویٰ صادر فرمادیں کہ وہ عورت اس کے گھر بیٹھ سکتی ہے یا نہیں اور جو آدمی اب اِس نکاح میں بیٹھیں گے ان کا کیا حال ہوگا؟ فتویٰ صادر فرماکر مشکور فرمائیں۔

کمترین: ہاشم علی بقلم خود

(دستخط بحروفِ اردو)

اگر اس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں تو وہ عورت اس پر حلال نہیں جب تک باقاعدہ حلالہ نہ نکالا جائے اور عبد الجبار ہمیشہ غلط فتویٰ دیتا ہے حرام خور ہے اس کے فتوے کا کوئی اعتبار نہیں، وہ طلاقنامہ اور فتویٰ مجھے دکھایا جائے تو کچھ کہا جاسکتا ہے اور جو بلا حلالہ نکالے بیٹھیں گے وہ کافر ہی ہوسکتے ہیں والعیاذ باللہ اس خبیث رشوت خوار کے کہنے پر ایمان ضائع نہ کریں اور ایسے مرد و عورت کے ساتھ

کوئی تعلق نہ رکھیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علیٰ حبیبہٖ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۸۰-۱-۱۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بشرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمے محمد طفیل ولد چراغدین قوم ڈھڈی سکنہ ۱۶ S.P تحصیل پاکپتن نے اپنی زوجہ مسماۃ وزیراں بی بی دختر نور حسن قوم ڈھڈی سکنہ ۱۶ S.P کو بذریعہ یونین ۱۸۳ چک نور محمد تین طلاق بذریعہ تین نوٹس دی۔ بعد گزرنے میعاد یونین کونسل مذکور نے طلاق مؤثر قرار دے دی اور گزرنے میعاد تقریباً ۹ ماہ علاقہ کی پنچایت نے از سر نو معاملہ پر غور کیا اور مسماۃ وزیراں بی بی دختر نور حسن کا نکاح سید محمد ولد محمد علی قوم ڈھڈی سکنہ سیٹھاں والا چک کے ساتھ مؤرخہ ۸۲-۶-۲۶ کو کر کے بغیر حلالہ کے اسی وقت سید محمد سے طلاق حاصل کر لی گئی اور اسی مجلس میں بغیر کسی وقفہ کے پہلے خاوند مسمے محمد طفیل ولد چراغدین سے نکاح کر دیا لیکن پہلے خاوند نے نکاح ہونے کے باوجود ابھی تک اپنی بیوی سے رجوع نہیں کیا اور مسماۃ ابھی اپنے لڑکوں ارشاد محمد ممتاز محمد وغیرہ کے گھر موجود ہے۔

تین طلاق مؤثر ہونے کے بعد آیا بغیر حلالہ یہ نکاح جائز ہے کیونکہ سید محمد کے ہمراہ مسماۃ وزیراں بی بی کا نکاح کئے جانے کے بعد وہ تنہائی نہیں دی گئی جو کہ شرع میں مذکور ہے حکم صادر فرمایا جاوے۔

السائل: محمد طفیل ولد چراغدین قوم ڈھڈی
سکنہ ۱۶ s.p تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال
تحریر ۸۲-۸-۶

مسمے محمد طفیل نے ٹھیک کیا، وہ عورت بلا حلالہ حلال نہیں ہوتی، لوگ یہ غلط کرتے ہیں، یہ ایوب کے عیوب سے ہے کہ یونین کونسل مؤثر قرار دے تو مؤثر ہے ورنہ نہیں، خاوند نے طلاق تین عدد دے دی تو فوراً مؤثر ہوگئی۔

شریعت کے احکام اٹل ہیں، کسی صورت کے بدلانے سے نہیں بدلتے اور اسی طرح حلالہ کے لئے ضروری ہے کہ دوسرا خاوند نکاح کے بعد کم از کم ایک مرتبہ ضرور ہمبستری کرے پھر طلاق دے اور اسکی عدت گزرے تو پہلے خاوند کے ساتھ نکاح ہوگا کما فی الحدیث المشہور فی البخاری وغیرہ وکتب الفقہ الحنفی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی الحبیب الاعظم
وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۱۶ر شوال المکرم ۱۴۰۲ھ
۸۲-۸-۷

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج

(الحشر، ۷)

"اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں، لے لو اور جس سے منع فرمائیں، باز رہو"

أَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَى اللّٰهِ الْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ

(بخاری)

"حق اور آسان دین ہی اللہ تعالےٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے"

الاستفتاء

بحضور فقیہ اعظم پاکستان مفتی ابوالخیر علامہ محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث و مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف ضلع ساہیوال
پنجاب، پاکستان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ صوفیائے کرام کی محافلِ ذکر و سماع جہاں تلاوتِ کلام پاک نعت خوانی اور تقاریر ہوں، مزامیر کا استعمال نہ کیا جائے اور نماز کی پابندی اور وقت کا پورا پورا خیال رکھا جائے نعتیں اور غزلیں عشقِ مصطفٰے اور محبتِ مشائخ میں پڑھی جائیں، محفل خالصۃً روحانی ہو، ریا کاری اور نمود سے مکمل اجتناب کیا جائے، سامعین پہ درد سوز و گداز اور عشق و مستی کا جذبہ طاری ہو اور بعض سامعین کو وجد و حال ہو جائے، بعض رو رہے ہوں اور نعرہ ہائے حق و ہو اور یا رسول اللہ کی آوازیں بلند ہوں، بعض سامعین بیہوشی میں گر پڑیں یا رقص کر رہے ہوں، بعض کی چیخیں نکل رہی ہوں بے خودی اور بے قراری کے عالم میں بعض واجدین رقص کرتے اور کبھی تالیاں بجاتے ہوں آیا شرعاً بمطابق مذہبِ مہذب اہلسنت و جماعت بموافق مشربِ مشائخ قادریہ چشتیہ نقشبندیہ سہروردیہ یہ جائز ہے یا ناجائز، حلال ہے یا حرام، ثواب ہے یا عذاب؟ آیا یہ وجد و حال شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ ایسی محفل میں شرکت کرنا کیسا ہے اور واجدین پر اعتراض کرنا کیسا ہے

دلائل شرعیہ سے وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ والسلام مع الاکرام

السائل: مولوی محمد نواز احمد امام مسجد بابا فتح شاہ راجہ جنگ تحصیل وضلع قصور

نوٹ: واجدین کی مندرجہ بالا حرکات قابلِ مواخذہ ہیں یا نہیں؟

بقلم خود محمد نواز احمد

۲ ار جمادی الثانیہ ۱۴۰۲ھ
۴/۴/۸۲

ایسی محافلِ قدسیہ غنیمت ہیں، اگر صورتِ سوال صحیح ہے تو بڑی نعمت ہے باقی بے خودی میں اگر کسی کا رقص یا تالیاں بجانا تو اس کا جواب ہے کہ ع ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے گرفت تو عقل پر ہے اس میں سائل کو کیا چیز قابلِ اعتراض اور ناجائز نظر آتی ہے، وہابیوں کی چوں کو کچھ نہ کہیں وہ لوگ تو مجبوراً ایسی حرکتیں کرتے رہتے ہیں قرآنِ حکیم میں ہے وَافْعَلُوا الْخَيْرَ (سورۃ الحج کا آخری رکوع) مگر یہ باقاعدہ تنقید کے ساتھ تحقیق کریں کہ واقعی کسی ریاکاری اور نمود سے مجلس پاک ہو تو پاک پر کیا اعتراض!

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۹ رجمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ ۲۵-۴-۸۱

درجِ ذیل فتوٰے "فتاوٰی نوریہ" کے قلمی نسخے میں درج نہیں ہے۔ یہ فتوٰے حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی ذاتی لائبریری کی کتاب البحر الرائق (جلد ہفتم) کے ابتدائی خالی صفحات پر حضرت علیہ الرحمہ کے اپنے قلم سے بصورتِ مسودہ موجود ہے جسے ہم ان صفحات سے یہاں نقل کر رہے ہیں۔

(مرتب)

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ریشم یا سونے چاندی کی تختی میں تعویذ رکھنا یا ریشمی کپڑے پر تعویذ لکھ کر یا سونے چاندی کے پترے پر کندہ کرا کے مرد اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا ماجورین۔

مرد کو ریشم پہننا اور سونا چاندی استعمال کرنا شرعاً ممنوع و حرام ہے جس کی حرمت پر احادیثِ مبارکہ بکثرت وصاحتہً دال ہیں جن کا استقصار ناممکن، اختصاراً چندے ازاں تحریر ہیں:

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دنیا میں ریشم وہی پہنتا ہے جس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں

رواہ البخاری[1] و مسلم[2] والنسائی[3] عن عمر وابنہ وابن ماجۃ[4] عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما والنظم من الصحیحین انما یلبس الحریر فی الدنیا من لاخلاق لھم فی الاٰخرۃ۔

امیر المؤمنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم راوی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داہنے ہاتھ مبارک میں ریشم اور بائیں میں سونے کو لے کر ارشاد فرمایا کہ بیشک یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخذ حریرا فجعلہ فی یمینہ واخذ ذھبا فجعلہ فی شمالہ ثم قال ان ھذین حرام علی ذکور امتی رواہ ابوداؤد[5] وابن ماجۃ[6] الا انہ ذکر بدل الیمین الشمال والشمال بدل الیمین ونحوہ ایضا النسائی[7]۔

حضرتِ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترمذی[8] اور نسائی[9] راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] ج ۲ ص ۸۶۷

[2] ج ۲ ص ۱۹۰

[3] ج ۲ ص ۲۹۶

[4] ج ۲ ص ۲۶۴

[5] ج ۲، ص ۲۰۶

[6] ج ۲، ص ۲۶۵

[7] ج ۲، ص ۲۸۴

[8] ج ۱، ص ۲۰۵

[9] ج ۲، ص ۲۹۳

علیہ وسلم فرماتے ہیں حرم لباس الحریر والذهب علی ذكور امتی واحل لاناثهم (حرام کیا گیا ریشمی لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر اور حلال کیا گیا ان کی عورتوں کو) والنظم عن الترمذی وزاد وفی الباب عن عمر وعلی وعقبة بن عامر وام هانئ وانس وحذيفة وعبد الله بن عمرو وعمران بن حصين وعبد الله بن الزبير وجابر وابی ريحانة وابن عمر والبراء هذا حديث حسن صحيح۔

امام بخاری[1] حضرتِ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سونا، چاندی، ریشم، دیباج، یہ کافروں کے لئے دنیا میں ہے اور تمہارے لئے آخرت میں قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الذهب والفضة والحرير والديباج هي لهم فی الدنيا ولكم فی الاخرة۔

امام الائمہ سراج الامہ حضرتِ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مہذب یہی ہے قدوری، کنز الدقائق، وقایہ، تنویر الابصار وغیرہا اسفارِ فقہ میں مصرح والنظم للامام القدوری[2] ولا يجوز الاكل والشرب والادهان والتطيب فی انية الذهب والفضة للرجال والنساء (جائز نہیں کھانا اور پینا اور تیل لگانا اور خوشبو لگانا سونے اور چاندی کے برتنوں میں مردوں اور عورتوں کے لئے)

ہدایہ، تکملۃ البحر، درالمختار میں ہے والنظم من الدر[3] وما اشبه ذلك

---

[2] ص ۲۵۸

[3] درالمختار ص ۶۹۰

من الاستعمال (اور جو استعمال ہم مثل اس کے ہیں)

شامی، عنایہ۔ نتائج الافکار میں ہے والنظم من الاخیر والمحرم ھو الاستعمال بای وجہ کان والحلال للنساء من الذھب والفضۃ ھو الحلی فقط وذا ثابت فی موضعہ (اور حرام استعمال ہے جس طرح بھی ہو اور عورتوں کے لئے سونے چاندی سے صرف زیور ہی حلال ہے بلکہ اس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق و اجماع ہے، نووی علیہ الرحمہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں فحصل مما ذکرناہ ان الاجماع منعقد علی تحریم استعمال اناء الذھب واناء الفضۃ فی الاکل والشرب والطھارۃ والاکل بملعقۃ من احدھما والتجمر بمجمرۃ منھما والبول فی الاناء منھما وجمیع وجوہ الاستعمال ومنھا المکحلۃ والمیل (الی ان قال) ویستوی فی التحریم الرجل والمرأۃ بلا خلاف وانما فرق بین الرجل والمرأۃ فی التحلی الخ

قدوری، کنز، وقایہ، ہدایہ، تنویر الابصار، در المختار میں ہے والنظم من التنویر وشرحہ یحرم لبس الحریر ولو بحائل بینہ وبین بدنہ علی المذہب الصحیح (الی ان قال) علی الرجل لا المرأۃ (یعنی حرام ہے پہننا ریشم کا اگرچہ بدن اور اس کے درمیان حائل ہو مرد پر نہ عورت پر۔ پس اگر ریشمی کپڑے مثلاً دستار، قمیص، کوٹ، واسکٹ پر تعویذ لکھ کر پہنے اگرچہ بدن کو نہ لگے، حرام ہے اور اگر چھوٹے سے ٹکڑے پر لکھ کر بازو یا گردن میں باندھے یا لگائے تب بھی ممنوع ہے کہ یہ اگرچہ

پہننا نہیں مگر اس کا مشابہ ضرور ہے اور اگر جیب وغیرہ میں رکھے تو کوئی حرج نہیں کہ یہ نہ پہننا ہے اور نہ اس کے مشابہ اور ایسے ہی ریشمی کپڑے یا ڈورے میں تعویذ باندھ کر یا سی کر بازو یا گلے میں باندھنا، لٹکانا ممنوع ہے کہ یہ مشابہ لباس ہے اور اگر جیب میں رکھے تو کوئی حرج نہیں۔

تنویر الابصار[1] میں ہے والکیس الذی یعلق (اور مکروہ ہے وہ کیسہ جو لٹکایا جاتا ہے۔) شامی[2] میں ہے ای یعلقہ الرجل معہ لا الذی یوضع ولا الذی یعلق فی البیت واحترز بہ عن الذی لا یعلق والظاھر فی وجھہ ان التعلیق یشبہ اللبس فحرم لذلک لما علم ان الشبھۃ فی باب المحرمات ملحقۃ بالیقین رملی والظاھر ان المراد بالکیس المعلق نحو کیس التمائم المسماۃ بالحمائلی فانہ یعلق بالعنق بخلاف کیس الدراھم اذا کان یضعہ فی جیبہ مثلا بدون تعلیق وفی الدر المنتقی ولا تکرہ الصلوۃ علی سجادۃ من الابریسم لان الحرام ھو اللبس اما الانتفاع بسائر الوجوہ فلیس بحرام کما فی صلوۃ الجواھر واقرہ القھستانی وغیرہ الخ (یعنی وہ مکروہ ہے جسے لٹکاتا ہے مرد اپنے ساتھ نہ وہ کہ رکھا جاتا ہے، اور نہ وہ کہ لٹکایا جاتا ہے کمرے میں اور قیدِ تعلیق سے وہ حکم کراہت سے نکل گیا جسے معلق نہیں کیا جاتا (بلکہ جیب میں رکھا جائے یا دستار کے پیچ میں مثلاً) اور ظاہر اکراہت کی وجہ یہ ہے کہ لٹکانا پہننے کے مشابہ ہے لہٰذا حرام ہوا کہ قواعدِ شرعیہ سے معلوم ہے کہ باب محرمات میں شبہہ حکم یقین رکھتا ہے، یہ رملی علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے اور ظاہر یہ کہ مراد اس کیس معلق مکروہ سے

---

[1] ص ۶۹۳

[2] ج ۵ ص ۳۱۰

وہ کیسہ ہے جس میں تعویذ وغیرہ ہوتے ہیں جسے حمائل کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ گردن لٹکایا جاتا ہے اور کیسۂ دراہم یعنی بٹوہ مکروہ نہیں جب کہ اسے جیب وغیرہ میں رکھتا ہو اور لٹکاتا نہ ہو اور در المنتقی میں ہے کہ ریشمی جانماز پر نماز مکروہ نہیں کیونکہ حرام ریشم کا پہننا ہی ہے اور باقی تمام طریقوں سے برتنا جائز ہے جیسا کہ جواہر کی کتاب الصلوۃ میں ہے اور قہستانی وغیرہ نے اس حکم کو برقرار رکھا واما التشبث بترخیص الزبیر وعبدالرحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہما فی جواز لبس الحریر عند الضرورۃ فلیس بصحیح لاحتمال الخصوصیۃ بل خصوصیۃ (ثابتۃ) فصرح الشامی[1] بانہ خص علیہ السلام الزبیر وعبدالرحمٰن بلبس الحریر لحکۃ فی جسدھما کما فی التبیین ونقل[2] عن الزیلعی قبلہ بل اقول یجب ان یکون خصوصیۃ لانہ واقعۃ حال ولا عموم لھا کما نص علیہ فی کتب الاصول والغنیۃ[3] والفتح[4]

اور اگر عمامے کے پلوؤں یا کوٹ وغیرہ کے شانوں پر مثلاً ریشمی کپڑا جس کا عرض چار انگل سے زائد نہ ہو، لگالے تو یہ لگانا شرعاً جائز ہے کہ یہ تابع ہے اصل نہیں، شامی میں ہے[5] فجمیع ذٰلک لا باس بہ اذا کان عرض اربع اصابع وان زاد علی طولھا اور اس پر تعویذ ہو یا آب لکھے لے تو کوئی حرج نہیں ہاں بول و براز کے وقت اتارنا ضروری ہے اور جمیع

---

[1] ج ۵ ص ۳۱۸

[2] شامی ج ۵ ص ۳۱۱

[3] ص ۵۴۵

[4] فتح القدیر ج ۱۰ ص ۳۴۲

[5] ج ۵ ص ۳۰۸

صورِ مذکورہ عورتوں کے لئے جائز ہے کہ ان کو ریشم پہننا حلال ہے اور سونے چاندی کی تختی پتر امذکورہ مرد کو اپنے بازو یا گلے یا جیب وغیرہ میں رکھنا حلال نہیں کہ یہ استعمال سیم وزر ہے اور مرد پر یہ حرام ہے اور دراہم دنانیر یا سیم وزر کی ڈلی یا زیور محض بغرض حفاظت اپنے پاس رکھ سکتا ہے کہ یہ استعمال نہیں بلکہ مقصود حفاظت ہے بخلاف تختی و پترا تعویذ کہ اس میں مقصود اپنے پاس رکھنا اور استعمال کرنا ہے، یہ تحریم عموم احادیث طیبہ روایات فقہیہ مذکورہ سے صراحۃً ثابت ہے اور کیس التمائم من الحریر کا جزئیہ جو شامی سے منقول ہوا اس کا مؤید و مفید ہے کہ سیم وزر وحریر تینوں تحریم علی الرجال میں مساوی ہیں پس اس جزئیہ میں بھی مساوی ہی ہوں گے۔

شامی[1] میں ہے قد استوی کل من الذھب والفضۃ والحریر فی الحرمۃ فترخیص العلم والکفاف من الحریر ترخیص لھما من غیرہ ایضا بدلالۃ المساواۃ اور یہاں جیب وغیرہ میں رکھنا بھی ممنوع بخلاف اول کہ وہاں صرف پہننا حرام تھا باقی ہر طرح استعمال جائز اور یہاں ہر قسم کا استعمال ممنوع کما مر کلاھما منصوصین فی ماقبل ہاں اگر عورتیں پترا بہ نیتِ زیور پہنیں اور اس میں تعویذ رکھیں یا کندہ کرائیں تو کوئی حرج نہیں کہ زیور ان کے لئے حلال ہے ہاں جیب وغیرہ میں حرام کہ یہ استعمال سیم وزر بدون طریق زیور ہے اور یہ ان پر بھی حرام کما سمعت۔

نیز شامی[2] میں ہے و قولہ للرجل والمرأۃ قال فی الخانیۃ والنساء فی ماسوی الحلی من الاکل والشرب والادھان من الذھب و

---

[1] جلد ۵ ص ۳۱۱

[2] جلد ۵ ص ۲۹۸

الفضۃ والعقود بمنزلۃ الرجال الخ

رہا عامل کا کہنا کہ اس تعویذ کی تاثیر ریشم یا چاندی سونے پر موقوف ہے تو یہ مجوزِ استعمالِ حرام نہیں ہوسکتا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم رواہ البخاری[1] نیز تعویذ مشابہ دوا ہے کہ دونوں عندالضرورۃ استعمال کئے جاتے ہیں اور تداوی بالمحرم امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک ہرگز ہرگز جائز نہیں جس کے شاہدِ عدل نصوصِ کتبِ مذہب ہیں۔ بحرالرائق ودرالمختار وغیرہما میں ہے والنظم من البحر[2] ولا یخفی ان التداوی بالمحرم لایجوز فی ظاہر المذہب وکذا فی کراھیۃ الشامی عن الدر المنتقی[3] بحرالرائق میں ہے یعمل بما صح من المذہب۔ بحرالرائق و شامی میں ہے یحل الافتاء بل یجب بقول الامام وان لم نعلم من این قال۔ فتاوٰی امام فقیہ النفس قاضی خان، بحرالرائق، عالمگیری، سراجیہ، درالمختار وغیرہا میں ہے یفتی بقول الامام علی الاطلاق نیز ان اشیاء کی حرمت متیقن اور قول عامل غیر متیقن بلکہ اس تعویذ کے علاوہ کوئی دوسرا تعویذ یا علاج وحیلہ غیر محرم مظنون اور قاعدہ مقررہ شرع مطہر ہے کہ الیقین لایرتفع بالشك صرح بہ فی الھندیہ والغنیۃ وغیرھما بحرالرائق وشامی[4] میں ہے النظم لہ لان المرجع فیہ الاطباء وقولھم لیس بحجۃ حتی لو تعین الحرام مدفعا للھلاك یحل

---

[1] جز ۲ ص ۸۴۰

[2] بحرالرائق جز ۳ ص ۲۲۳

[3] جز ۱ ص ۷۶

[4] جز ۱ ص ۱۹۴

کالمیتۃ والخمر عند الضرورۃ اور جو حکم مرد وعورت کے استعمال کا مذکور ہوا وہی حکم لڑکے کے پہنانے کا ہے۔ قدوری، کنز الدقائق، تنویر الابصار، درالمختار وغیرہا اسفارِ فقہ میں موجود۔ والنظم من الدر ومتنہ وکرہ الباس الصبی ذھبا او حریرا فان ماحرم لبسہ وشربہ حرم الباسہ واشرابہ۔ شامی[1] میں ہے لان النص حرم الذھب والحریر علی ذکور الامۃ بلا قید البلوغ والحریۃ والاثم علی من البسھم لانا امرنا بحفظھم ذکرہ التمرتاشی ولا فرق بین الذھب والحریر وبین الفضۃ فی الحرمۃ فتثبت۔ واللہ ورسولہ اعلم وعلمہا اتم واحکم جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حررہ الفقیر محمد نور اللہ الحنفی القادری النعیمی نورہ اللہ ربہ وقواہ علی کل غبی وغوی
۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۶ھ

---

[1] ج۵ ص۳۱۸

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ۔

(الاعراف : ۱۵۷)

" رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پاک چیزیں حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزیں حرام کرتے ہیں"

إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَّلَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَهٗ۔ فَسَدِّدُوْا۔ (بخاری)

"بے شک یہ دین آسان ہے اور جو بھی دین میں سختی سے کام لے گا دین اس پر غالب آجائے گا اس لئے میانہ روی اختیار کرو"

متفرقات

الاستفتاء

بخدمت اقدس غوثی وغیاثی عاشقِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
شیخ الحدیث محدث عرب وعجم مفتیٔ اعظم پاکستان شمس العلماء والفقہاء حضرت
مولانا الحاج فقیہِ اعظم ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی الاشرفی القادری مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ : مزاج ہمایوں ! بعداز دعائے درازیٔ عمر بندہ ایک مسئلہ کے ساتھ حاضرِ خدمت ہے۔

مسئلہ : موضع ساہوکا تحصیل بوریوالہ ضلع وہاڑی میں گنا کی رَدح شیرہ کے دو ڈرم بھرے ہوئے رکھے تھے، کھانڈ بنانے کے لئے ان ہر دو میں سے دو چوہے مردہ برآمد ہوتے ہیں، اب اس شیرہ کا پاک کرنا مقصود ہے، وہاں ایک مولوی صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ گڑ بنا لو اور پھر کھانڈ بنالو، بس پاک ہے لیکن وضاحت طلب امر ہے

کہ ایسے کس طرح پاک ہوں لھذا استدعا ہے کہ مختصر جواب سے نوازیں، آپ حضور کی مہربانی ہوگی۔

السائل :۔ سید محمد عبدالغفار شاہ

متعلم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ✓

خطیب موضع ساہوکا ضلع وہاڑی

۲۵-۳-۸۲

یوں پاک نہیں ہوگا بلکہ پاک کرنے کی یہ صورت ہے کہ پاک شیرہ ان ڈرموں میں اور پایا جائے کہ وہ اور اوپر سے بہہ جائیں تو پاک ہو جائیں، تھوڑا سا بہنا بھی کافی ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ ان ڈرموں کو ایک پرنالے میں پلٹا جائے جبکہ پاک شیرہ بھی پرنالے میں پلٹا جائے یوں کہ پاک شیرہ بہنے کی صورت میں پلید شیرہ یوں پلٹا جائے کہ پلید کا دھارہ پاک بہتے ہوئے شیرہ کے اندر پڑے تو جمع شدہ سب شیرہ پاک ہو جائے گا کچھ بھی ضائع نہ ہوگا مگر یہ احتیاط رہے کہ بہتے ہوئے پاک شیرہ میں سب پڑے، ایک قطرہ بھی الگ نہ پڑے ورنہ سب پلید ہو جائے گا، شامی، فتاوٰے رضویہ وغیرہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علیٰ حبیبہ الاعظم

وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۸ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

۸۲ - ۳ - ۲۵

الاستفتاء

بنظر شرف الحاج حضرت فقیہ اعظم محدث بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

درخواست برائے اجرائے فتاویٰ

جناب عالی! مؤدبانہ گزارش حسب ذیل ہے:

۱۔ یہ کہ سائل کا ملکیتی بیل مورخہ ۸۱ - ۸ - ۳ کو بتقاضائے الٰہی مرگیا اور اس کو وقت پر ذبح نہ کیا جاسکا بلکہ حرام ہوگیا۔

۲۔ یہ کہ بعد ازاں سائل نے اس حرام بیل کا خود چمڑا اتار کر فروخت کردیا۔

۳۔ یہ کہ بعد ازاں مسمے عبدالرشید وائس چیرمین موضع دیارام نے تمام دیہہ میں اعلان کروادیا کہ ان کے ساتھ روابط اور لین دین ختم کرکے قطع تعلقی کردی جائے کیونکہ اس نے خلاف حکم شریعت حرام بیل کا چمڑا اتارا ہے۔

۴۔ یہ کہ ان حالات میں سائل اور گھر کے دیگر افراد کو سخت کوفت کا سامنا ہے لہٰذا بذریعہ درخواست استدعا کرتا ہوں کہ اس کے لئے احکام شریعت کیا ہے اور اب سائل کو

کیا کرنا چاہیے؟ نوازش ہوگی۔

المرقوم ۸۱-۸-۷

عرضے

فدوی محمد دین ولد جمیل ذات موچی ساکن موضع دیارام تحصیل دیپالپور

محمد دین ولد جمیل

عالم علی ولد ولی محمد گواہ

منصب علی ولد ظہور خاں گواہ

جمال ولد سلطان گواہ

مردہ بیل کا چام اتارنا جائز ہے اور کچا یوں ہی فروخت کرنا جائز نہیں رنگ کر کے فروخت کیا جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ایک مردہ بکری کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ اس کے مالک نے اس کے چام کے ساتھ نفع کیوں نہیں اٹھایا؟ بخاری شریف ج ۲ ص ۸۳۰ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بشاۃ میتۃ فقال ھلا استمتعتم باھابھا قالوا انھا میتۃ قال انما حرم اکلھا۔ اور اس مضمون کی بکثرت صحیح حدیثیں صحاح ستہ وغیرہ میں ہیں۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قاعدہ بیان فرمایا کہ مردار کا گوشت یا پوست کھانا حرام ہے چام سے نفع اٹھانا حرام نہیں لہٰذا فقہاء کرام نے یہی فرمایا کہ کچا چام رنگنے سے پاک ہو جاتا

ہے، اس کی مشک لوٹا وغیرہ جائز ہے، اس کے جائے نماز پر نماز پڑھ سکتے ہیں، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۳ کل اھاب دبغ دباغۃ حقیقیۃ بالادویۃ او حکمیۃ بالتتریب والتشمیس والالقاء فی الریح فقد طھر وجازت الصلوۃ فیہ والوضوء منہ الا جلد الآدمی والخنزیر اور یونہی تنویر الابصار، در المختار فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۱۸۷-۱۸۸ میں یہی ہے۔ شامی میں یہ بھی فرمایا افاد طھارۃ ظاھرۃ و باطنۃ لاطلاق الاحادیث الصحیحۃ پھر فرمایا لکن اذا کان جلد حیوان میت ماکول اللحم لا یجوز اکلہ وھو الصحیح الخ اور یونہی فقہ کی سب کتابوں میں ہے، بیل بکری کا کوئی فرق نہیں تو اتارنا صحیح ہوا تو اس پر طعن و تشنیع یا بائیکاٹ کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے اس سے توبہ کی جائے اور میل جول کیا جائے ہاں کچے چام[1] کا فروخت کرنا بھی جائز نہیں تھا واپس کر کے رنگ کر کے فروخت کریں یا خود جوتی وغیرہ کسی کام میں لائیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

---

[1] یعنی مردہ جانور کا کچا چام۔ (مرتب)

نوٹ: درج ذیل فتوے کا استفتاء دستیاب نہیں ہو سکا۔

مرتب

عزیزی مولانا منظور احمد صاحب ربانی نوری سلمہ ربہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ':

ماہِ رمضان المبارک میں آپ کا خط آیا مگر اور بھی کافی ڈاک کا کام تھا لہذا جواب جلدی نہ دے سکا۔ یہ مسئلے فقہ حنفی کی بہت کتابوں میں ہیں کوئی کتاب ضرور خرید لو۔

۱۔ صبح طلوع ہونے کے بعد نفل مکروہ اور ناجائز ہیں صرف فجر کی سنتیں پڑھ سکتا ہے، تنویر الابصار در المختار شامی کے ج۱ ص ۳۴۹ میں ہے (وكذا) الحكم من كراهة نفل (الی ان قال) (بعد طلوع فجر سوى سنة) اور ج۱ ص ۳۴۸ شامی میں ہے والكراهة هنا تحريمية ايضا كما صرح فى الحلية۔

۲۔ چھترا بکرا دنبہ قربانی کے لئے سال بھر کی عمر کا ہو البتہ صرف دنبہ کا شش ماہہ بچہ بڑا موٹا تازہ جو سال بھر والوں میں مل جائے جائز ہے، باقی بکرا چھترا سال کے ہی ہوں شامی ج۵ ص ۲۸۱ میں ہے (قوله من الضان) هو ماله الية منح قيد به لانه لا يجوز الجذع من المعز وغيره بلا خلاف

کما فی المبسوط یعنی چکی والا سال سے کم جائز ہے اور اس کے علاوہ
بکرا وغیرہ بلا خلاف سال سے کم عمر جائز نہیں اور یونہی اور بھی کئی کتابوں میں ہے۔

۳۔ حلال جانور ذبیحہ کا پھیپھڑہ جائز و حلال ہے اور کپورے ناجائز ہیں مکروہ تحریمی ہیں
چنانچہ تنویر الابصار درالمختار شامی ج ۵ ص ۶۵۴ و ۶۵۵ میں ہے، عبارت طویلہ
ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ذبیحہ جانور کے سات حصے ناجائز اور مکروہ تحریمی ہیں
اور باقی جائز ہیں، ان سات میں کپورے ہیں اور پھیپھڑہ نہیں لہٰذا پھیپھڑہ جائز ہے
اور دلیل میں حدیث شریف اور آیتِ قرآن کریم لکھی ہے۔

بہر حال یہ مسائل بڑے ہی واضح ہیں، باقی چک والوں کا نہ جاننا یہ کوئی دلیل
نہیں، وہ بیچارے تو بہت سے مسائل نہیں جانتے، بے علموں کو پیار اور محبت سے
سمجھایا کریں، ربانی عالم کا یہی طیرہ ہوتا ہے و التفصیل فی الفتاوی
النوریۃ وغیرھا۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ آپ کو کتابیں عطا فرمائے اور مطالعہ اور مفہوم تک
پہنچنے کی توفیق بخشے اور اپنے پاک گھر کا حج اور درِ پاک صاحبِ لولاک صلے اللہ علیہ وسلم کی
زیارت ایمان واخلاص اور قبولِ خاص سے عطا فرمائے۔ میرے لئے بھی دعا کرتے رہیں
ہوائی جہاز سے حاضری کی درخواستیں دی ہوئی ہیں، شوال المکرم کے اخیر میں ہی
انشاء اللہ تعالےٰ روانگی ہوگی۔ اللہ تعالےٰ دینِ متین کی صحیح خدمت اور محبتِ خاصہ عطا فرمائے
اور استقامت والا بنائے۔ والسلام

بقلم خود
دعاگو: حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ بانی و مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور ضلع ساہیوال

۲ر شوال المکرم ۷۶-۹-۲۷

نوٹ: جب ملنے آئیں تو یہ فتوے ساتھ لائیں کہ فتاوی میں نقل ہو جائے۔ (منہ غفرلہ)

الاستفتاء

۷۸۶

قبلہ و محترم جناب مولانا ابوالخیر صاحب

السلام علیکم : مزاج شریف !

حاملِ رقعہ ہٰذا کا وراثت کا جھگڑا ہے، آپ کرم فرماتے ہوئے اس کو حصہ داران کا حصہ تحریر فرما دیں، بے حد نوازش ہوگی۔
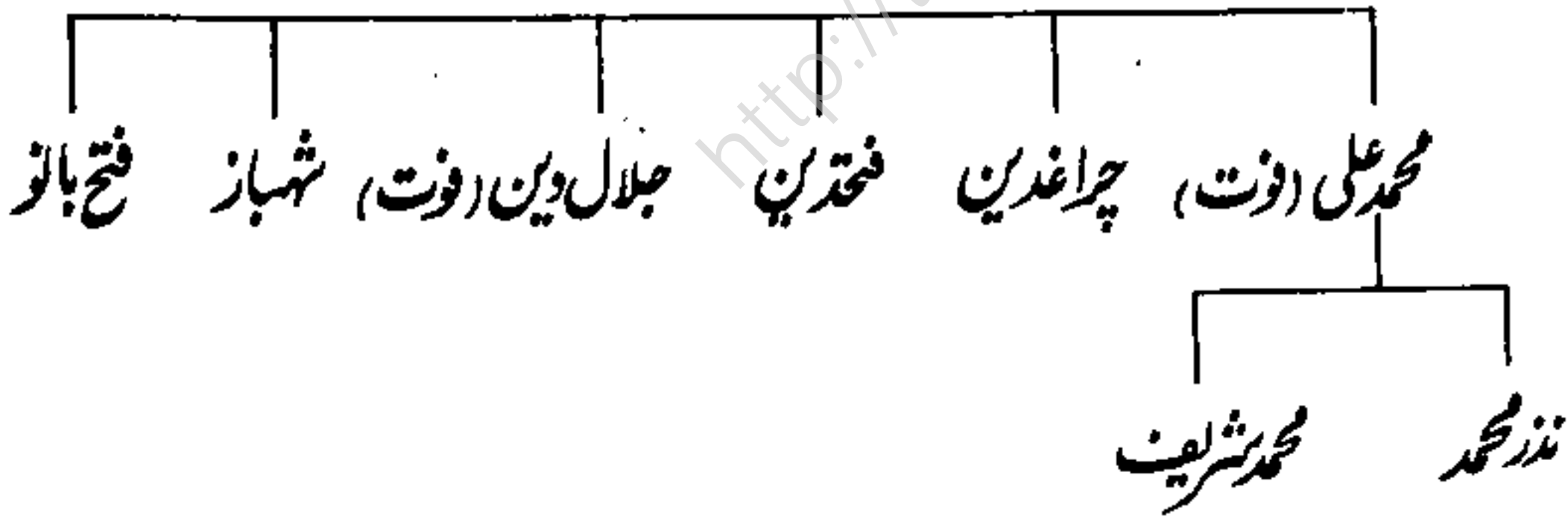
جنابِ عالی !

ان میں سے جلال دین فوت ہوگیا ہے جس کی وراثت باطنی ہے۔ آپ ان تمام کے حصے بنا کر بھیج دیں، بے حد مہربانی ہوگی۔

سائل نے زبانی بیان کیا کہ سوجا کی ایک ہی بیوی سے تمام لڑکے اور لڑکی ہے جلال دین کے وارث صرف تین بھائی ہیں اور ایک بہن فتح بانو۔ مسئلہ سات سے ہے، دو دو حصے بھائیوں کے اور بہن کا ہے ھکذا:

جلال دین مسئلہ و تصحیح از سات

میت

چراغ دین	فتح دین (بھائی)	شہباز	فتح بانو (بہن)
$\frac{2}{7}$	$\frac{2}{7}$	$\frac{2}{7}$	$\frac{1}{7}$

اور محمد علی جو پہلے فوت ہوا، محروم ہے تو اس کی اولاد کو کچھ نہیں ملے گا کذا فی القرآن الکریم والحدیث الشریف والسراجی وغیرھا من کتب الفقہ الحنفی۔

واللہ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ بیدہ
از بصیر پور ضلع اوکاڑہ
۹ جمادی الاولی
۲۳-۲-۸۳

درج ذیل مسئلہ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی پرانی ڈائری کے ایک ورق جس پر مورخہ ۴ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ/ ۶ فروری ۱۹۴۷ء کی تاریخ ہے، پر بصورت مسودہ تحریر ہے۔ یہ استفتار فتاوی نوریہ کے قلمی نسخہ میں درج نہیں ہے۔ (مرتب)

الاستفتاء

اشجارِ عظیمہ جو عموماً قبرستانوں میں ہوا کرتے ہیں جو بعد از وقف اراضی پیدا ہوں اور کوئی خاص لگانے والا معلوم نہ ہو تو آیا ایسے درختوں کو مدارسِ اہل السنت والجماعت استعمال کر سکتے ہیں؟

حسبِ تصریحاتِ مشائخ عظام احناف ایسے درخت وقفِ مطلق کا حکم رکھتے ہیں، فتاوی قاضیخان ص ۷۲۴، فتح القدیر ج ۵ ص ۴۲۹، بحر الرائق ج ۵ ص ۲۵۴ میں ہے والنظم من متقارب جدا و یکون فی الحکم کانہا وقف۔ "کانہا" سے واضح ہوتا ہے کہ حقیقۃً وقف اور نکارتِ کلمہ وقف سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص وقف المقبرہ کے حکم میں بھی نہیں بلکہ بلا قید اور عام وقف کے حکم میں ہے ورنہ حسب القواعد الوقف معرف باللام [1] تو قاضی حسبِ صوابدید مصارف خیر و وقف میں سے جہاں چاہے لگا سکتا ہے، کتبِ مذکورہ میں اور فتاوی عالمگیری کے ج ۲ ص ۳۵۱ میں واقعات حسامیہ سے ہے الحکم فی ذلک الی القاضی۔

(نوٹ: یہ فتوی یہاں تک دستیاب ہوا (مرتب))

---

[1] اور یہ فتح القدیر اور بحر الرائق کے طرز بیان سے اور نمایاں ہوتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں و تفارق المقبرۃ ۱۲ منہ غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ قرآنِ مجید کو حاضر و ناظر سمجھ کر کلمہ پڑھو کہ صوبا ماچھی کو چک سے نکالنا ہے۔ تمام مسلمانوں نے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر مجلس کو برخواست کیا اور صوبا ماچھی کو جواب دے دیا کہ تم چک سے نکل جاؤ، کچھ دنوں کے بعد صوبا ماچھی نے مذکورہ آدمیوں سے معافی مانگ لی اور انہوں نے اسے معافی دے دی۔ کیا کلمہ طیبہ پڑھنے سے کوئی کفارہ عائد ہوتا ہے یا کہ نہیں؟ بینوا و توجروا۔

صدقِ دل سے کلمہ شریف پڑھنا گناہوں کو بلکہ کفر کو بھی مٹا دیتا ہے تو صرف کلمہ شریف پڑھنے پر کفارہ کس طرح عائد ہو؟ ہاں اگر کلمہ شریف قسم کی نیت سے پڑھے اور پھر اس قسم کا خلاف کرے تو اس صورت میں خلاف ورزی کے سبب کفارہ پڑے گا اور اگر قسم کی نیت نہیں تھی بلکہ مجلس میں صوبا ماچھی کو نکالنے کا فیصلہ ہو گیا اور مجلس برخواست ہونے کے وقت تمام مسلمان ثواب کے لئے کلمہ شریف پڑھ کر اٹھے تو پھر کفارہ نہیں پڑ سکتا کہ مسلمان ثواب کے لئے ہمیشہ کلمہ شریف پڑھا ہی کرتے ہیں جس طرح کہ اللہ تعالےٰ کا نام مسلمان ہمیشہ لیا کرتے ہیں مگر ہمیشہ اللہ تعالےٰ کا نام لینا قسم نہیں بنتا بلکہ جب قسم کا ارادہ ہو اور کوئی قسم کا حرف یا اسم مذکور یا مقدر ہو تو قسم بنتا ہے

اور یہ سوال بھی صحیح نہیں ہے، اس کی دوسری سطر کا کوئی واضح معنے نہیں۔ یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ لفظ کس طرح اور کس وقت بولے گئے اور کس نے بولے؟ لہٰذا خوب غور کرلیں، اگر مسلمانوں نے صوبا باچھی کے نکالنے پر قسم اٹھانے کے لئے کلمہ شریف پڑھا ہے تو کفارہ پڑیگا کہ جب صوبا باچھی کو نہیں نکالا تو قسم ٹوٹ گئی اور صرف ثواب کے لئے کلمہ شریف پڑھنے پر ہرگز ہرگز کفارہ نہیں پڑتا، کفارہ تو گناہ پر پڑتا ہے اور قسم توڑنا بھی گناہ ہے مگر کارِ خیر اور ثواب پر کفارہ نہیں پڑتا۔

فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۱۸۲ میں ہے ولو قال لا الہ الا اللہ لافعلن کذا فلیس بیمین الا ان ینوی یمینا اور شامی ج ۳ ص ۸۰ میں ہے لا الہ الا اللہ افعل کذا لیس بیمین الا ان ینویہ قرآنِ کریم پ ۲ ع ۱۲ میں ہے وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ اور پ ۷ ع ۲ میں ہے وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ واٰلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

از لوہار یوالہ
۱۸ شوال ۱۳۵۹ھ

جناب مولانا مولوی نور اللہ صاحب دام عنایتکم

السلام علیکم:

گزارش ہے کہ اگر مراہق یا نابالغ لڑکا گائے یا بھینس دودھ دینے والی سے فعلِ بد کرے تو کیا دودھ نوش کریں یا نہ کریں یا باقی رکھیں یا نہ رکھیں یا ذبح کرکے دفن کردیں برائے مہربانی بمعہ حوالہ اور تحقیقات سے اس کے پیچھے جواب لکھ دیں تاکہ تسلی ہوجائے عام کو۔

احقر محمد خضر بقلم خود از لوہاریوالہ

۱۸ر شوال ۱۳۵۹ھ

اولاً تحقیق کرنا ضروری ہے کہ یہ فعلِ شنیع شہادتِ عادلین سے شرعی طور پر ثابت ہے یا نہیں عموماً عوام محض شبہہ یا نیم روایت ہی سے کہہ دیا کرتے ہیں اور خبرِ واحد پر ہی معتمد ہوجایا کرتے ہیں اور جب یہ فعلِ شنیع حق الثبوت ثابت ہوجائے تو حکم یہ ہے کہ حیوانِ مفعول بہ اس فعلِ بد کی وجہ سے حرام نہیں ہوتا، اس کے منافع بدستور سابق رہتے ہیں کہ حلّتِ منافع کا ثبوت قرآنِ کریم کی نصِ صریح سے ثابت ہے' ارشاد ہوتا ہے، نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ كَثِیْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ۔ تو جب تک حرمتِ منافع نصِ صریح مخصص یا ناسخ سے ثابت نہ ہو، قائل حرمتہ نہیں ہوسکتے تو منافع حلال بلاشک وشبہہ حلال وجائز الاستعمال ہیں اور وہ حدیث حضرتِ ابنِ عباس

رضی اللہ عنہما جو سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں ہے جس میں فاقتلوہ و اقتلوا البهيمة وارد ہے۔

اوّلاً ترمذی علیہ الرحمہ نے اس سے پچھلی حدیث کو هٰذا اصح من الحديث الاول والعمل على هٰذا عند اهل العلم الخ فرمایا ہے اور ابوداؤد نے بھی اس کی تضعیف کی ہے تو اس سے حلت ثابتہ بالقرآن کی تخصیص یا نسخ نہیں ہوسکتی۔

ثانیاً اقتلوا البهيمة سے تحریم بہیمہ سمجھنا نہایت ہی بعید ہے كما لا يخفى على اولى النهى البتہ ہمارے ائمہ کرام اور فقہاء عظام کے نزدیک اس کا ذبح مستحسن و مندوب نہ واجب اور وہ بھی صرف اس لئے کہ اگر اس کو ذبح نہ کیا جائے تو جب تک لوگ اس جانور کو دیکھیں گے اس عیب کو بیان کریں گے، اس میں فاعل کو بار بار شرمندگی اٹھانی پڑے گی، ذبح کرنے سے عنقریب بند ہو جائے گی۔ ہدایہ، عینی علی الکنز، بحر الرائق وغیرہا میں ہے، والنظم من البحر والذی یروی انها تذبح و تحرق فذلك لقطع التحدث به وليس بواجب اور احراق وا بہ غیر ماکول ہو تو ہے ورنہ کھایا جائے۔ فتح القدیر، کفایہ، عینی علی الکنز، بحر الرائق وغیرہا میں ہے والنظم من الاول واذا ذبحت وهى مما لا توكل ضمن (الى ان قال) وان كانت مما توكل

ا؎ ج ۲ ص ۲۵۷

۲؎ ص ۱۸۷

۳؎ ج ۱ ص ۱۷۵

۴؎ ج ۵ ص ۱۷

۵؎ ج ۵ ص ۲۵

(مرتب)

اکلت وضمن عند ابی حنیفۃ علیہ الرحمۃ اور فاعل کو تعزیراً زدوکوب کیا جائے تاکہ آئندہ ایسے فعلِ شنیع کے نزدیک نہ آئے صرح بالتعزیر فقہائنا العظام علیہم الرحمۃ والرضوان ھٰذا ما عندی من العلم،

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبنا وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۸ ر شوال المکرم ۱۳۵۹ھ

الاستفتاء

بخدمتِ اقدس استاذ العلماء و بانی دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

بابت جاری فرمانے فتاویٰ

قبلہ وکعبہ! حسبِ ذیل معروض یہ کہ فتاویٰ جاری فرمانے کے لئے عرض کرتا ہوں:

۱۔ یہ کہ سائل موضع ۹/۶.بی تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال کا رہائشی ہے۔

۲۔ یہ کہ مورخہ ۸۰-۲-۲۳/۸۰-۲-۲۴ کو سائل کے حقیقی بھائی مسمے جہانگیر ولد اسمٰعیل جو کہ زبان سے گونگا ہے، وہ شب کے وقت کیا دیکھتا ہے کہ مسمے امیر حمزہ سائل کی بکتی بھینس سے بدکاری کا مرتکب ہو رہا ہے۔

۳۔ یہ کہ مسمے جہانگیر گونگا مذکور نے اشارے سے مجھے اطلاع دی۔

۴۔ یہ کہ بعد ازاں سائل کے حقیقی چچا نے اس سے دریافت کیا تو اس نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ گونگا مذکور محض جھوٹ بولتا ہے۔

۵۔ یہ کہ ازاں بعد مسمے امیر حمزہ چاہ سے بھاگ کر اپنی والدہ کے پاس آیا اور اس نے والدہ سے کہا کہ یہ مجھ پر ناجائز تہمت لگائی جارہی ہے، میں اس میں بے گناہ ہوں۔

لہٰذا دست بستہ معروض ہوں کہ مندرجہ امور کی نسبت فتوے جاری فرما کر مشکور فرمایا جاوے، نوازش ہوگی۔

المرقوم مؤرخہ ۲۳ ماہ فروری ۱۹۸۰ء

خادم: محمد امیر ولد اسمٰعیل ذات وٹو مانیکا ساکن موضع ۹/ E.B تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال

بھینس بلا شبہ حلال ہے کیونکہ شرعاً دو گواہ ضروری ہیں کما فی الھدایۃ ج ۳ ص ۱۵۲ وغیرھا اور پھر ایک جو ہے وہ بھی گونگا ہے اور گونگا کی شہادۃ جائز نہیں فتاوٰے عالمگیری ج ۳ ص ۲۰۸ میں ہے لا تجوز شھادۃ الاخرس عند علمائنا کذا فی الذخیرۃ اور درالمختار میں ہے وافاد عدم قبول الاخرس مطلقا بالاولی اور شامی ج ۴ ص ۵۲۵ میں ہے ونقل عن المبسوط انہ باجماع الفقہاء۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۲۴ - ۲ - ۸۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید کے نکاح میں سلمیٰ تھی جو قضائے الٰہی سے فوت ہو چکی ہے تو کیا زید سلمیٰ کی بہن یا بھتیجی یا بھانجی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے؟

بعض مولوی صاحبان یہ فرماتے ہیں کہ بعد از انقضائے عدت نکاح کر سکتا ہے۔

اور پہلے جائز نہیں کہ جمع بین الاختین حرام ہے بینوا توجروا

بلاشک وشبہ زید نکاح کر سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیر صفحہ، جلد ۲ خلاصۃ الفتاویٰ صفحہ، جلد ۲۔ بحرالرائق صفحہ ۱۰۲ جلد ۳۔ شامی صفحہ ۲۹۰ جلد ۲ میں خلاصہ اور مبسوط صدر الاسلام محیط سرخسی

بحرالرائق۔ تاتارخانیہ وغیرہا کتب معتمدہ سے ہے:

والنظم لہ فرع ماتت امرأتہ لہ التزوج باختہا بعد یوم من موتہا کما فی الخلاصۃ عن الاصل وکذا فی المبسوط لصدر الاسلام والمحیط السرخسی والبحر والتاتارخانیۃ وغیرہا من الکتب المعتمدۃ۔

باقی رہا مولوی صاحب کا فتویٰ کہ انقضائے عدت سے پہلے نکاح نہیں کرسکتا تو وہ محض غلط فہمی اور مسائل شرعیہ سے بے خبری کی دلیل ہے کہ حرام جمع بین الاختین و ما فی معناہما ہے اور جمع نکاح یا ملک یا عدۃ المرأۃ کی شکل میں ہے کہ جمع بین المحارم انہیں صورتوں میں متصور ہے۔ اور متوفیہ پر عدت نہیں کہ اس کا نکاح ثانی متصور ہی نہیں تو انقضاء کس چیز کا ہوگا جس کے بعد نکاح کیا جائے۔ اور تنہا مرد کو عدت نہیں پڑتی بلکہ عدت عورت کا حکم ہے کہ مرد پر انتظار و عدت لازم ہو فتح القدیر صفحہ ۱۳۵ جلد ۴ شامی صفحہ ۸۲۳ جلد ۲ میں ہے:

حرمۃ تزوجہ باختہا لا یکون من العدۃ بل ھو حکم عدتہا

لہٰذا کتبِ مذہب میں مصرح کہ حرم تزوج اخت معتدتہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے۔ زید کی کنواری لڑکی کو زنا

کا حمل ہو گیا ہے۔ اُس کا نکاح پڑھانا درست ہے یا نہیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ نکاح جائز نہیں۔ از راہِ کرم شرعی حکم سے مطلع فرمادیں۔

(نوٹ) میں نے ماہنامہ رسالہ آستانہ دہلی جاری کرا رکھا ہے۔ یہی مسئلہ ماہنامہ مارچ جولائی۔ اگست ۵۶ء میں حضرت الحاج مولانا زاہد القادری صاحب دہلی نے باب الاستفسار میں جواب دیا ہے۔ اگر حمل اُسی شخص کا ہے جس سے کہ نکاح پڑھانا چاہتے ہیں تو وہ صحبت بھی کر سکتا ہے۔ اگر دوسرے سے کرنا چاہتے ہو تو نکاح جائز ہے مگر بچہ پیدا ہونے تک قربت حاصل نہیں کر سکتا۔ از راہِ کرم کوئی معتبر کتاب کا حوالہ مطلع فرمادیں کرم نوازی ہوگی۔

خیر اندیش۔ عبد الباقی خاں چک نمبر ۱۲۶ ایس۔ پی
تحصیل پاک پتن ضلع منٹگمری

حمل زنا غیر ثابت النسب مانع نکاح نہیں قال اللہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذٰلکم ہدایہ اولین صفحہ ۲۹۲ فتاویٰ عالمگیر صفحہ ، جلد ۲ در المختار۔ رد المحتار صفحہ ۱۰۴ جلد ۲ میں ہے۔

والنظم من الدر وصح نکاح حبلیٰ من زنا لا حبلیٰ من غیرہ ای الزنا لثبوت نسبہ۔

پھر زانی ہی سے نکاح ہو تو قربت بھی کر سکتا ہے۔ ورنہ قربت و بوس و کنار وغیرہ دواعیٔ قربت تا وضع حمل حرام ہے۔ کما فی الدر وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ

حبیبہ وآلہ وصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۲ صفر المظفر ۱۳۷۶ھ

مکتوب

چند ایام گزرے کراچی سے حضرت مولانا قاری رضاء المصطفےٰ صاحب اعظمی خطیب نیو میمن مسجد کراچی کا گرامی نامہ آیا کہ بہار شریعت مطبوعہ لاہور میں کافی اغلاط ہیں اور وہ اپنے اہتمام سے طبع کرانا چاہتے ہیں اور میرے متعلق لکھا کہ سنا ہے کہ بعض مقامات پر اعتراضات کئے ہیں تو وہ کیا ہیں کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ تحدی کی حد تک مندرجات ہوں کسی کو کسی مسئلہ پر اعتراض کا موقع نہ مل سکے تو جواباً معروض کہ تحدی کی حد تک والی بات تو میں کیا عرض کروں کہ صحت کا اہتمام تو نہایت مبارک ہے مگر تحدی والی بات مخدوش ہے کیونکہ عالیجناب حضرت قبلہ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے در المختار اور رد المحتار پر بڑا اعتماد فرمایا ہے اور در المختار کے اوائل میں مؤلف علیہ الرحمہ نے خود فرمایا ویابی اللہ العصمۃ لکتاب غیر کتابہ اور رد المحتار ج ا ص ۲۵، ۲۶ میں اس کی شرح میں فرمایا وھذا اعتذار من رحمہ اللہ تعالیٰ ای ان ھذا

الکتب وان کان مشتملا علی ما حررہ المتأخرون وعلی التحقیقات المذکورۃ لکنہ غیر معصوم ای غیر ممنوع من وقوع الخطأ والسھو فیہ فان اللہ تعالی لم یرض اولم یقدس العصمۃ لکتاب غیر کتابہ العزیز الذی قال فیہ لا یأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ فغیرہ من الکتب قد یقع فیہ الخطأ والزلل لانہا من تألیف البشر والخطأ والزلل من شعارہم الخ وقد قال اللہ تعالی ولوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔

یہ محض نصحاً للہ تعالے عرض کیا ہے، باقی بہارِ شریعت پر اعتراضات تو میری کیا جرأت کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی وہ مقبول تالیفِ مبارکہ جو تقریظِ مجدد دین وملت رضی اللہ عنہ سے آراستہ ہو! حضرت میں ایک کم علم طالب علم ہوں، ایسی کوئی بات نہیں البتہ بعض مسائل کے متعلق اتفاقیہ کوئی بات ہوئی ہو تو ہوسکتا ہے، عرض کئے دیتا ہوں خود غور فرمالیں:

۱۔ باب الجمعہ کے اواخر میں ہے کہ حجامت بنوانا اور ناخن ترشوانا جمعہ کے بعد افضل ہے تو اس پر عرض ہے کہ یہ صاحبِ در المختار کے اتباع میں فرمایا جو قبل باب العیدین فرمایا الافضل حلق الشعر وقلم الظفر بعدھا علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اس کی شرح میں فرمایا جلد ۱ ص ۷۷۲ (قولہ الافضل الخ فی التتارخانیۃ ویکرہ تقلیم الاظفار وقص الشارب فی یوم الجمعۃ قبل الصلوۃ لما فیہ من معنی الحج وذلک قبل الفراغ من الحج غیر مشروع۔

اس پر حاشیہ شامی پر فقیر نے لکھا ہے اقول بتوفیق الملک العلام ھٰذا لیس بشیئ و الا فیکرہ الاغتسال المزیل للاوساخ والتطیب ولبس المخیط والجماع وستر الرأس بالعمامۃ والقلنسوۃ وغیر ذٰلک مما ھو مسنون بلا ریب او مستحب وقد قال فی البدائع ج ۱ ص ۲۷۰ فی دلیل الاغتسال یستحب ان یکون المقیم لھا علیٰ احسن وصف وذا من احسن وصف بلا شک و قد قال الشامی فی ج ۵ ص ۳۵۷۔

اور المختار کے قول وکونہ بعد الصلوٰۃ افضل کی شرح میں فرمایا ای لتنالہ برکۃ الصلوٰۃ وھو مخالف لما نذکرہ قریبا فی الحدیث الخ۔

اقول وقد جاء فی حدیث البخاری فی باب الدھن للجمعۃ مرفوعاً ویتطھر ما استطاع من طھر وقد قال العینی فی شرحہ ج ۶ ص ۱۷۵ والمراد بہ التنظیف باخذ الشارب وقص الظفر وحلق العانۃ وقد ذکر الشراح القسطلانی والکرمانی وابن حجر وشیخ الاسلام وجدہ الشیخ نور الحق وقد ذکرہ الشیخ المحقق علیہ الرحمۃ فی اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۵۷۹ فی اول باب التنظیف ھٰذہ الاشیاء من التنظیف ثم قال ”ایں ہمہ روز جمعہ سنت است“ ای القبلیۃ فان الباب فیھا وقد قال فی المرقاۃ ج ۳ ص ۲۴۹ قال المظھر اراد بالطھر قص الشارب وقلم الاظفار وحلق العانۃ و نتف الابط“۔

۲۔ بھیڑ کے شش ماہہ بچے کی قربانی کا جواز بحوالہ در المختار مذکور ہے حالانکہ در المختار میں بھیڑ کی تصریح نہیں اور شامی علیہ الرحمہ نے شرح میں فرمایا ج ۵ ص ۲۸۱ (قولہ من

الضان) ھو مالہ الیۃ منح. قید بہ لانہ لا یجوز من المعز وغیرہ بلا خلاف کما فی المبسوط اور یونہی طحطاوی علی الدر ج ۴ ص ۱۶۴ میں اور شرح الوقایہ ج ۴ ص ۳۳۸ میں ہے۔

۲۔ اگر عشاء تنہا پڑھی اگرچہ تراویح باجماعت پڑھی تو وتر تنہا پڑھے یہ در المختار اور رد المحتار سے ہے جس کا ماخذ جامع الرموز ہے حالانکہ قرآن کریم کا ارشاد ہے واركعوا مع الراکعین جو مطلق ہے اسمیں عام نمازیوں کی جماعت وتر بھی شامل ہے تو بحکم وارکعوا جائز ہوگا شامی نے اس طرف اشارہ کیا اور طحطاوی نے تشریح کردی۔ باقی مجھے بالاستفصار کسی ایک حصہ کو بھی دیکھنے کا اتفاق نہیں بنا کہ میرے پاس اتنا وقت ہی نہیں۔ اب بھی آپ کے والا نامہ کا جواب بڑی دیر سے اسی عدیم الفرصتی کی بنا پر روانہ کر رہا ہوں والعذر عند کرام الناس مقبول والسلام مع الاکرام

۹-۵-۸۰

فہارس

فہرست آیاتِ مبارکہ

نمبر شمار	آیات مبارکہ	نام سورۃ	صفحہ
۲۵	وَاِذَا رَاَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ ..... الآیۃ	النحل ۸۵/۱۴	۱۰۰
۲۶	اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ الآیۃ۔	النساء ۵۶/۴	۱۰۱
۲۷	وَاَمَّا الَّذِیْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ کُلَّمَآ اَرَادُوْا الآیۃ	السجدۃ ۲۰/۲۱	۱۰۴
۲۸	فَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ یُصَبُّ الآیۃ	الحج ۱۹/۱۷	۱۰۶
۲۹	یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ۔	الحج ۲۰/۱۷	۱۰۶
۳۰	وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ۔	〃 ۲۱/۱۷	۱۰۶
۳۱	کُلَّمَآ اَرَادُوْآ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْهَا۔	〃 ۲۲/۱۷	۱۰۶
۳۲	یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ الآیۃ	المائدہ ۳۷/۶	۱۰۷، ۹۸
۳۳	ثُمَّ قِیْلَ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ الآیۃ	یونس ۵۲/۱۱	۱۰۸
۳۴	مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ یَحْمِلُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وِزْرًا۔	طٰہٰ ۱۰۰/۱۶	۱۰۹
۳۵	خٰلِدِیْنَ فِیْهِ وَسَآءَ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حِمْلًا۔	〃 ۱۰۱/۱۶	۱۰۹
۳۶	وَقَالَ الَّذِیْنَ فِی النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّکُمْ یُخَفِّفْ عَنَّا یَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ۔	المؤمن ۴۹/۲۴	۱۱۰

فتاویٰ رضویہ

۶۴۳

نمبر شمار	آیات مبارکہ	نام سورۃ	صفحہ
۵۱	وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۔	الشعراء ع ۲۱۴	۱۳۲
۵۲	وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا الاٰية	الطور ع ۲۱	۱۳۴
۵۳	وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ الاٰية	البقرة ع ۴۹	۱۳۶
۵۴	يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۔	الفجر ع ۲۷	۱۳۹
۵۵	اِرْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً۔	〃 ۲۸	۱۳۹
۵۶، ۵۷	فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ۔ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ۔	〃 ۲۹، ۳۰	۱۳۹
۵۸	فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۔	الواقعة ع ۸۸	۱۳۹
۵۹	فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ۔	〃 ۸۹	۱۳۹
۶۰	كُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ۔	القمر ع ۵۲	۱۴۵
۶۱	اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ الخ	الاحزاب ۵۷	۱۴۵
۶۲	لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ الخ	المجادلة ۲۲	۱۴۵
۶۳	لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ الخ	الممتحنة ۱۰	۱۴۶
۶۴	مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى۔	طٰہٰ ع ۱۳۳	۱۴۷
۶۵	مَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى۔	النجم ع ۳۶	۱۴۷
۶۶	يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً۔	البينة ۲	۱۴۷
۶۷	جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْۤ اَجْنِحَةٍ۔	الفاطر ع ۱	۱۵۴

نمبر شمار	آیاتِ مبارکہ	نام سورۃ	صفحہ
۸۵	حَتّٰٓی اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَیْتُمْ الخ	اٰل عمران ۱۵۲	۱۹۷
۸۶	وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ۔	″ ۱۴۰	۱۹۸
۸۷	اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ۔	الاحزاب ۷۲	۲۰۰
۸۸	وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا۔	الفتح ۹	۲۰۰
۸۹	وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ	″ ۱۰	۲۰۱
۹۰	وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ۔۔	النساء ۱۳	۲۰۲
۹۱	سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا الآیۃ	بنی اسرائیل ۱	۲۰۲
۹۲	الٓمّٓ	البقرۃ ۱	۲۰۴
۹۳	رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی۔	″ ۲۶۰	۲۱۳
۹۴	هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ الخ	الجمعہ ۲	۲۲۲
۹۵	وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ الخ	″ ۳	۲۲۲
۹۶	ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔	″ ۴	۲۲۲
۹۷	رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ الخ	البقرۃ ۱۲۹	۲۲۴
۹۸	كَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ الخ	البقرۃ ۱۵۱	۲۲۴
۹۹	لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا	اٰل عمران ۱۶۴	۲۲۴

فتاویٰ رضویہ

نمبر شمار	آیاتِ مبارکہ	نام سورۃ	صفحہ
۱۱۱	اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔	الفاتحہ ۵/ع	۲۳۳
۱۱۲	صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔	" ۶/ع	۲۳۳، ۲۳۴
۱۱۳	غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔	" ۷/ع	۲۳۴
۱۱۴	يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۔	الاحزاب ۴۵/م	۲۳۴، ۲۵۶
۱۱۵	وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔	" ۴۶/م	۲۳۴
۱۱۶	وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا۔	" ۴۷/م	۲۳۴
۱۱۷	اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ۔	الانعام ۱۰۶/ع	۲۳۶
۱۱۸	هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔	" ۱۵۶/ع	۲۳۷
۱۱۹	اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔	الاعراف ۳/ع	۲۳۸
۱۲۰	اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ۔	الانعام ۵۰/ع	۲۳۸
۱۲۱	قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔	الاعراف ۱۵۸/ع	۲۳۸، ۲۶۹
۱۲۲	قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔	آل عمران ۳۱/م	۲۳۹، ۲۴۰
۱۲۳	قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا۔	البقرۃ ۱۴۴/م	۲۴۱
۱۲۴	وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔	الضحٰی ۵/ع	۲۴۲
۱۲۵	وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔	النور ۴۰/م	۲۴۲

نمبر شمار	آیات مبارکہ	نام سورۃ	صفحہ
۱۲۶	اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ۔	الاحزاب ع ۶/۲	۲۴۲
۱۲۷	لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا۔	الاحزاب ع ۲۱/۲	۲۴۳
۱۲۸	وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ الخ	" ع ۳۶/۲	۲۴۴
۱۲۹	فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔	النساء ع ۶۵/۲	۲۴۴
۱۳۰	قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ الآیۃ	النور ع ۵۴/۲	۲۴۵
۱۳۱	وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔	النساء ع ۶۴/۲	۲۴۵
۱۳۲	یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔	الاحزاب ع ۶۶/۲	۲۴۶
۱۳۳	وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى۔	النساء ع ۱۱۵/۲	۲۴۶
۱۳۴	وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۔	الضحٰی ع ۴/۲	۲۴۷

نمبر شمار	آیات مبارکہ	نام سورۃ	صفحہ
	وُجُوهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ۔	المائدة ۶/م	۳۲۰
۱۶۱	اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا۔	الجن ۱۸/ک	۳۲۸، ۳۴۸
۱۶۲	طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔	البقرة ۱۲۵/م	۳۲۸
۱۶۳	وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ۔	" ۱۱۴/م	۳۳۴، ۳۳۶، ۳۴۵، ۴۵۳
۱۶۴	فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ۔۔۔	النور ۳۶	۳۴۵، ۳۴۹
۱۶۵	رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔	النور ۳۷/م	۳۴۹
۱۶۶	اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ۔	التوبة ۶۰/م	۳۵۰، ۴۶۳، ۴۶۵
۱۶۷	وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔	البقرة ۴۳/م	۳۵۱، ۴۲۱، ۶۱۴
۱۶۸	يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ	التوبة ۱۱۹/م	۳۵۱
۱۶۹	اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔	" ۱۸	۳۴۵، ۳۵۸
۱۷۰	فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ۔	اٰل عمران ۳۹/م	۴۰۶
۱۷۱	اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔	الاحزاب ۵۶/م	۳۶۹، ۳۷۲، ۳۷۴، ۳۸۸
۱۷۲	لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ۔	الفتح ۹/م	۳۷۳

نمبر شمار	آیاتِ مبارکہ	نام سورۃ	صفحہ
۱۷۳	تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا۔	التحریم ۸	۳۷۸
۱۷۴	وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا۔	الاحزاب ۵۸	۴۳۰
۱۷۵	وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ ..... وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ۔	النساء ۲۴	۵۰۳، ۵۰۵، ۵۲۰، ۶۱۱
۱۷۶	وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ۔	〃 ۲۳	۵۳۱
۱۷۷	وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ۔	〃 ۲۳	۵۰۶
۱۷۸	وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ۔	النور ۳۲	۵۲۴
۱۷۹	وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ۔	الطلاق ۴	۵۲۴
۱۸۰	أَمْرُهُمْ شُورَىٰ۔	الشوریٰ ۳۸	۵۳۹
۱۸۱	وَالصُّلْحُ خَيْرٌ۔	النساء ۱۲۸	۵۳۹
۱۸۲	قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا۔	التحریم ۶	۵۳۹
۱۸۳	فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔	البقرۃ ۲۳۰	۵۵۲، ۵۶۰، ۵۶۳
۱۸۴	الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ۔	النساء ۳۴	۵۵۴
۱۸۵	الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ۔	البقرۃ ۲۳۷	۵۵۴
۱۸۶	وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ۔	الحج ۷۸	۴۷۴
۱۸۷	يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔	البقرۃ ۱۸۵	۴۷۴

صفحہ	نام سورۃ	آیاتِ مبارکہ	نمبر شمار
۴۷۵	الحجر ۱۸۵/م	فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔	۱۸۸
۳۹۴	الحجر ۹/ک	إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ۔	۱۸۹
۳۹۴، ۶۱۲	حم السجدہ ۴۲/ک	لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ	۱۹۰
۳۹۶	مریم ۶۴/ک	وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا۔	۱
۵۷۸، ۳۵۲	الحج ۷۷/م	وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔	۱۹۲
۶۰۴	البقرۃ ۲۲۵/م	وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ۔	۱۹۳
۶۰۴	المائدہ ۸۹/م	وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْأَيْمَانَ۔	۱۹۴
۶۰۵	المومنون ۲۱/ک	نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَأْكُلُوْنَ۔	۱۹۵
۶۱۲	النساء ۸۲/م	وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔	۱۹۶

نوٹ: "ک" سے مراد مکّی آیت ہے اور "م" سے مراد مدنی آیت ہے۔

فہرست

احادیثِ مبارکہ

فتاوی نوریہ

٦٣٨

فتاوٰی نوریہ

فتاوی
نوریہ

جلد بست و ششم
فتاوی رضویہ

ماخذومراجع

فتاوٰے نوریہ جلد ۵

کتب حدیث وشروح حدیث ومشکل الحدیث

موطا امام مالک اصح المطابع، کراچی ابوعبداللہ مالک بن انس اصبحی ۱۷۹ھ

مسند امام احمد دارصادر بیروت ۱۳۸۹ھ ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ۲۴۱ھ

صحیح البخاری اصح المطابع ۱۳۵۷ھ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری ۲۵۶ھ

صحیح مسلم اصح المطابع ۱۳۴۹ھ مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ

سنن ابوداؤد مجیدی کانپور ۱۳۴۶ھ ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ۲۷۵ھ

سنن ترمذی مجیدی کانپور ۱۳۴۱ھ علیمی دہلی ۱۳۵۰ھ ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی ۲۷۹ھ

سنن نسائی مجتبائی ۱۳۵۰ھ ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب خراسانی ۳۰۳ھ

سنن دارقطنی فاروقی دہلی ۱۳۱۰ھ ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی ۳۸۵ھ

مستدرک علی الصحیحین دائرۃ المعارف ۱۳۳۴ھ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم ۴۰۵ھ

ذیل للذہبی حیدرآباد دائرۃ المعارف ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی ۷۴۷ھ

حلیۃ الاولیاء السعادۃ مصر ۱۳۵۱ھ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی ۴۳۰ھ

السنن الکبرٰی دائرۃ المعارف ۱۳۴۴ھ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی ۴۵۸ھ

مشکوٰۃ المصابیح　اصح المطابع　ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب بغدادی ۷۴۰ھ

مجمع الزوائد　بیروت ۱۹۶۷ء　نورالدین علی بن ابوبکر ہیثمی ۸۰۷ھ

الجامع الصغیر　تجاریہ کبرٰی مصر ۱۳۵۲ھ　علامہ جلال الدین السیوطی ۹۱۱ھ

فیض القدیر　〃　〃 ۱۳۵۶ھ　عبدالرؤف محمد بن علی حدادی مناوی ۱۰۳۱ھ

السراج المنیر　میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ　شیخ علی بن احمد عزیزی ۱۰۷۰ھ

کنزالعمال　دائرۃ المعارف ۱۳۱۲ھ تا ۱۳۱۴ھ　علاؤالدین علی متقی ہندی ۹۷۵ھ

الکواکب الدراری (کرمانی)　بہیہ مصر ۱۳۵۴ھ　شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی ۷۹۶ھ

فتح الباری عسقلانی　بہیہ مصر ۱۳۴۸ھ　ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ

عمدۃ القاری عینی　دارالطباعۃ عامرہ مصر ۱۳۰۸ھ　ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی ۸۵۵ھ

ارشاد الساری قسطلانی　بولاق مصر ۱۲۸۵ھ　علامہ احمد بن محمد قسطلانی ۹۲۳ھ

اشعۃ اللمعات　منشی نول کشور لکھنؤ ۱۳۵۴ھ　شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۵۲ھ

نہایہ　خیریہ مصر ۱۳۰۶ھ　مجدالدین مبارک بن محمد جزری ابن اثیر ۶۰۶ھ

مجمع البحار کشوری ۱۳۱۴ھ　محمد طاہر بن علی فتنی ہندی ۹۸۶ھ

کتب تفسیر و اصول تفسیر

معالم التنزیل　تجاریہ کبرٰی مصر ۱۳۵۷ھ　ابومحمد حسین بن مسعود فرا البغوی ۵۱۶ھ

کشاف　کبرٰی امیریہ مصر ۱۳۱۸ھ　ابوالقاسم محمود بن عمر زمخشری ۵۲۸ھ

مفاتیح الغیب　بہیہ مصر ۱۳۵۷ھ وایضاً طبع مع الارشاد　فخرالدین محمد بن عمر رازی ۶۰۶ھ

غرائب القرآن نیشاپوری　کبرٰی امیریہ مصر ۱۳۲۴ھ　نظام الدین حسین بن محمد قمی نیشاپوری ۷۲۸ھ

لباب التاویل خازن　تجاریہ کبرٰی مصر ۱۳۵۷ھ　علی بن محمد بغدادی صوفی خازن ۷۴۱ھ

ابن کثیر　عیسی البابی الحلبی مصر ۱۳۲۱ھ　ابوالفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر ۷۷۴ھ

جلالین مجیدی دہلی۔ فاروقی دہلی جلال الدین محمد بن احمد محلی شافعی ۸۶۴ھ و جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی شافعی ۹۱۱ھ

جامع البیان طبع مع الجلالین معین الدین محمد بن عبدالرحمٰن ایجی صفوی شافعی ۹۰۵ھ

الدر المنثور میمنہ مصر ۱۳۱۴ھ علامہ جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ

المواہب العلیہ حسینی حیدری بمبئی ۱۲۷۹ھ حسین بن علی کاشفی ہروی ۹۵۴ھ

ارشاد العقل جلد ۱ تا جلد ۳ حسینیہ مصر، جلد ۴ تا ۸ عامرہ شرقیہ مصر ابو السعود محمد بن محمد عمادی ۹۸۲ھ

الفتوحات الالٰہیہ عیسی البابی الحلبی مصر سلیمان بن عمر عجیلی شافعی ۱۲۰۴ھ

مظہری فاروقی دہلی قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵ھ

فتح العزیز محمدی لاہور ۱۲۹۴ھ شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۲۳۹ھ

صاوی ازہریہ مصر ۱۳۴۷ھ شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی ۱۲۴۱ھ

فتح القدیر مصطفی البابی الحلبی مصر ۱۳۵۱ھ امام الظاہریہ محمد بن علی شوکانی ۱۲۵۰ھ

خزائن العرفان اہل سنت برقی پریس مرادآباد سید محمد نعیم الدین مرادآبادی ۱۳۶۷ھ

الاتقان ازہریہ مصر ۱۳۴۳ھ علامہ جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ

کتب فقہ

فتاوی خانیہ نول کشور لکھنؤ ۱۹۲۶ء حسن بن منصور اوزجندی قاضی خان ۵۹۲ھ

ہدایہ شرکت علمیہ ملتان ۱۳۸۰ھ برہان الدین علی بن ابوبکر مرغینانی ۵۹۳ھ

فتح القدیر میمنہ مصر ۱۳۰۷ھ کمال الدین محمد بن عبدالحمید ابن ہمام ۸۶۱ھ

جامع الفصولین کبری امیریہ مصر ۱۳۰۰ھ محمود بن اسرائیل ابن قاضی سماونہ ۸۲۳ھ

غنیۃ المستملی مجتبائی دہلی ۱۳۳۳ھ شیخ ابراہیم بن محمد حلبی ۹۵۶ھ

بحر الرائق دارالکتب العربیہ مصر ۱۳۳۳ھ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری ۹۷۰ھ

عالمگیری مجیدی کانپور ۱۳۵۰ھ ملا نظام الدین برہانپوری وغیرہ ۱۱۰۹ھ

درالمختار عثمانیہ ورسعادت مصر ۱۳۲۷ھ علاؤالدین حصکفی ۱۰۸۸ھ

ردالمحتار " " " سید محمد امین ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ

عزیز الفتاویٰ (فتاویٰ دیوبند) دارالاشاعت کراچی ۱۳۶۸ھ عزیز الرحمٰن دیوبندی

شہبازِ شریعت رفاہِ عامہ پریس لاہور مولوی نور محمد جوڑوی

شیرِ طریقت " " حافظ محمد لکھوی

فتاویٰ افریقیہ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی

کتبِ اصولِ فقہ

المنتخب (حسامی) سعیدی محمد بن محمد بن عمر حسام الدین اخسیکثی ۶۴۴ھ

غایۃ التحقیق نولکشور لکھنؤ ۱۲۹۳ھ عبد العزیز بن احمد بخاری ۷۳۰ھ

المنار سعید ایچ ایم کراچی ۱۳۷۹ھ ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد النسفی ۷۱۰ھ

نورالانوار " " " شیخ احمد ملا جیون صدیقی ۱۱۳۰ھ

معراج المنار (ابن ملک) دارالطباعہ عامرہ مصر ۱۳۰۶ھ مولوی عبد اللطیف بن الملک (ابن ملک) ۸۸۵ھ

ابنِ عینی دارالطباعہ عامرہ مصر ۱۳۰۶ھ زین الدین عبد الرحمٰن بن ابوبکر ابنِ عینی ۸۹۳ھ / ۸۹۱

افاضۃ الانوار دارالکتب العربیہ مصر ۱۳۲۸ھ سعد الدین ابوالفضائل دہلوی ۸۹۱ھ

نسمات الاسحار " " " علامہ ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ

تنقیح الاصول قصہ خوانی پشاور، دارالاشاعت عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ ۷۴۷ھ

التوضیح فی حل غوامض التنقیح قصہ خوانی پشاور، دارالاشاعت " " "

التلویح الی کشف حقائق التنقیح " " " سعد الدین مسعود تفتازانی ۷۹۲ھ

مسلم الثبوت نول کشور لکھنؤ ۱۹۰۳ء ملا محب اللہ بن نظام الدین بہاری ۱۱۱۹ھ

فواتح الرحموت " " بحر العلوم عبد العلی محمد بن نظام الدین سہالوی ۱۲۲۵ھ

کتب عقائد

فقہ اکبر دار الکتب العربیہ ۱۳۲۷ھ امام اعظم نعمان بن ثابت ۱۵۰ھ

شرح القاری " " ملا علی قاری حنفی ۱۰۱۴ھ

العقائد سراج الدین لاہور ۱۹۵۹ء نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد ۵۳۷ھ

شرح العقائد " " " سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی ۷۹۱ھ/۷۹۲ھ

طوالع الانوار خیریہ مصر ۱۳۲۳ھ عبد اللہ بن عمر قاضی بیضاوی ۶۸۵ھ

مطالع الانظار " " شمس الدین بن محمود اصفہانی ۷۴۹ھ

مواقف دار السعادہ مصر ۱۳۲۵ھ قاضی عضد الدین احمد بن یحییٰ ایجی ۷۵۶ھ

شرح مواقف " " " سید میر شریف علی بن محمد جرجانی ۸۱۶ھ

حاشیہ عبد الحکیم " " " عبد الحکیم بن شمس محمد سیالکوٹی ۱۰۶۷ھ

المسایرہ فی علم الکلام محمودیہ تجاریہ مصر ۱۳۴۸ھ علامہ کمال ابن ہمام ۸۶۱ھ

کتاب الروح دائرۃ المعارف ۱۳۲۴ھ شمس الدین بن عبد اللہ ابن قیم جوزی حنبلی ۷۵۱ھ

البدور السافرہ کانسی رام پریس لاہور ۱۳۳۷ھ علامہ سیوطی ۹۱۱ھ

شرح الصدور عیسی البابی الحلبی مصر " "

بشری الکئیب " " " " " "

تذکرۃ الموتی مجتبائی کانپور ۱۳۳۳ھ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵ھ

تکمیل الایمان " دہلی ۱۳۴۱ھ شیخ عبد الحق محدث دہلوی ۱۰۵۲ھ

خالص الاعتقاد — احمد رضا خاں بریلوی ۱۳۴۰ھ

الدولۃ المکیہ — 〃 〃 〃

الامن والعلی — 〃 〃 〃

ردالرفضہ — 〃 〃 〃

مقیاس خلافت — مولانا محمد عمر اچھروی

کتب اسماء رجال وسیرت وتاریخ

تہذیب التہذیب — دائرۃ المعارف ۱۳۲۵ھ — علامہ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ

الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی — مصطفی البابی الحلبی مصر ۱۳۶۹ھ — قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی ۵۴۴ھ

نسیم الریاض خفاجی — عثمانیہ در سعادت ۱۳۱۲ھ — شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی حنفی ۱۰۶۹ھ

الخصائص الکبرٰی — دائرۃ المعارف ۱۳۱۹ھ — علامہ سیوطی ۹۱۱ھ

مسالک الحنفاء — 〃 ۱۳۲۴ھ — 〃 〃

الدرج المنیف — دائرۃ المعارف ۱۳۲۴ھ — علامہ سیوطی ۹۱۱ھ

وفاء الوفاء — نورالدین علی بن احمد سمہودی ۹۱۱ھ

المواہب اللدنیہ — ازہریہ مصر ۱۳۲۵ھ — علامہ احمد بن محمد قسطلانی ۹۲۳ھ

شرح مواہب للزرقانی — 〃 〃 — ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مصری مالکی ۱۱۲۲ھ

مدارج النبوۃ — نول کشور لکھنؤ ۱۹۱۳ء — شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۵۲ھ

جذب القلوب — 〃 〃 ۱۹۱۶ء — 〃 〃 〃

فتوحات احمدیہ — تجاریہ کبرٰی مصر ۱۳۵۴ھ — سلیمان بن عمر و عجیلی شافعی ۱۲۰۴ھ

شمول الاسلام — احمد رضا خاں بریلوی ۱۳۴۰ھ

طبقات کبرٰی ابن سعد — دار صادر بیروت ۱۳۷۷ھ — ابوعبداللہ محمد بن سعد کاتب واقدی ۲۳۰ھ

تاریخ یافعی (مرآۃ الزمان) دائرۃ المعارف ابومحمد عبداللہ بن اسعد یافعی ۷۶۸ھ
تاریخ الخلفاء محمدی لاہور ۱۳۰۹ھ علامہ سیوطی ۹۱۱ھ

کتب تصوّف

قوت القلوب مصطفی البابی الحلبی مصر ۱۳۸۱ھ ابوطالب محمد بن علی حارثی مکی ۳۸۶ھ
کشف المحجوب گلزار ہند سٹیم پریس لاہور داتا علی بن عثمان ہجویری ۴۶۵ھ
فتوح الغیب نول کشور کرسی نشین حضرت غوث اعظم سید ابومحمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ و ارضاہ عنا ۵۶۱ھ
شرح محقق " " شیخ عبدالحق محدث دہلوی حقی ۱۰۵۲ھ
احیاء العلوم قلمی ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی ۵۰۵ھ
احیاء العلوم مصطفے البابی الحلبی مصر ۱۳۵۸ھ ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی ۵۰۵ھ
عوارف المعارف " " شہاب الدین ابوحفص عمر بن محمد سہروردی ۶۳۲ھ
فتوحات مکیہ دارالکتب العربیہ مصر ابوعبداللہ محمد بن علی ابن عربی ۶۳۸ھ
الیواقیت والجواہر عباس بن عبدالسلام مصر ۱۳۵۱ھ سیدی عبدالوہاب شعرانی ۹۷۳ھ
فتاوی حدیثیہ المعاہد قاہرہ مصر احمد بن شہاب الدین ابن حجر ہیتمی مکی ۹۷۳ھ ۹۷۵ھ
مکتوبات نول کشور لکھنؤ ۱۹۱۳ء شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ
الابریز مصر سیدی عبدالعزیز دباغ ۱۱۳۰ھ
سن تصنیف ۱۱۲۹ھ جامع الکتاب حافظ احمد بن مبارک سلجماسی ۱۱۵۵ھ
ملفوظات تونسوی پیر پٹھان خواجہ محمد سلیمان تونسوی بن محمد زکریا ۱۲۶۷ھ
انہار الانوار شاہ احمد رضا خاں بریلوی ۱۳۴۰ھ
مقال العرفاء بزم قاسمی برکاتی کراچی فاضل بریلوی ۱۳۴۰ھ

فہرستِ مآخذ (جلد ششم)

کتبِ تفسیر و اصولِ تفسیر

جامع البیان ابن جریر طبری کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۳۰ھ ابو جعفر محمد بن جعفر طبری سنہ ۳۱۰ھ

احکام القرآن جصاص بہیہ مصر ۱۳۴۷ھ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص سنہ ۳۷۰ھ

معالم التنزیل تجاریہ کبریٰ مصر ۱۳۵۷ھ ابو محمد حسین بن مسعود فراء البغوی سنہ ۵۱۶ھ

مفاتیح الغیب کبیر بہیہ مصر ۱۳۵۷ھ فخر الدین محمد بن عمر رازی سنہ ۶۰۶ھ

الجامع لاحکام القرآن دار الکتب المصریہ ۱۳۸۷ھ ابو عبد اللہ محمد بن احمد اندلسی قرطبی سنہ ۶۷۱ھ

انوار التنزیل نولکشور لکھنؤ ۱۲۸۲ھ ابو سعید عبد اللہ بن عمر شافعی بیضاوی سنہ ۶۸۵ھ / ۶۹۲ھ

غرائب القرآن نیشاپوری کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۳۰ھ حسن بن محمد قمی نیشاپوری سنہ ۷۲۸ھ

لباب التاویل تجاریہ کبریٰ مصر ۱۳۵۷ھ علی بن محمد بغدادی صوفی خازن سنہ ۷۴۱ھ

البحر المحیط النصر الحدیثیہ ریاض ابو عبد اللہ محمد بن یوسف اندلسی (ابو حیان) سنہ ۷۵۴ھ

ابن کثیر عیسی البابی الحلبی مصر ۱۳۲۱ھ ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر ابن کثیر سنہ ۷۷۴ھ

تفسیر جلالین مجیدی جلال الدین محمد بن احمد محلی سنہ ۸۶۱ھ و

جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابوبکر سیوطی سنہ ۹۱۲ھ

المواہب العلیہ حسینی حیدری بمبئی ۱۲۷۹ھ حسین بن علی کاشفی ہروی سنہ ۹۵۴ھ

السراج المنیر شربینی دار المعرفۃ بیروت محمد بن احمد خطیب شربینی شافعی سنہ ۹۷۷ھ

ارشاد العقل حسینیہ عامرہ شرقیہ مصر ابو السعود محمد بن محمد عمادی حنفی سنہ ۹۸۲ھ

عنایۃ القاضی شہاب علی البیضاوی دار صادر بیروت شہاب الدین احمد ابن محمد خفاجی حنفی، مصری ۱۰۶۹ھ

تفسیرات احمدیہ علیمی دہلی ۱۳۴۹ھ شیخ احمد بن ابو سعید ملا جیون جونپوری ۱۱۳۰ھ

روح البیان درسعادت مصر ۱۳۳۰ھ شیخ اسماعیل حقی بن شیخ مصطفیٰ بروسوی ۱۱۳۷ھ

الفتوحات الالٰہیہ جمل عیسیٰ البابی الحلبی مصر سنہ سلیمان بن عمر و عجیلی شافعی ۱۲۰۴ھ

مظہری فاروقی دہلی قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵ھ

تفسیر صاوی ازہریہ مصر ۱۳۴۸ھ شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی ۱۲۴۱ھ

فتح القدیر مصطفیٰ البابی الحلبی مصر ۱۳۵۱ھ امام الظاہریہ محمد بن علی شوکانی ۱۲۵۰ھ

روح المعانی الطباعۃ المنیریہ بیروت ابو الثناء سید محمود بن عبد اللہ آلوسی بغدادی ۱۲۷۰ھ

اکلیل علی المدارک اکلیل المطالع ۱۳۳۳ھ شیخ الدلائل محمد عبد الحق مہاجر ہندی مکی تکمیل کتاب ۱۲۹۶ھ

فتح البیان عاصمہ شارع الفلکی قاہرہ ۱۹۶۵ھ محمد بن علی صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی ۱۳۰۷ھ

الاتقان ازہریہ مصر ۱۳۴۳ھ علامہ جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ

کتب حدیث

مؤطا امام مالک اصح المطابع کراچی ابو عبد اللہ مالک بن انس اصبحی ۱۷۹ھ

مؤطا امام محمد 〃 〃 ۱۳۸۱ھ ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی ۱۸۱ھ

کتاب الام الکلیات الازہریہ مصر ۱۳۸۱ھ ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی ۲۰۴ھ

مصنف ابن ابی شیبہ اقبال برقیہ ملتان ۱۳۸۱ھ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ ۲۳۵ھ

مسند امام احمد درصادر بیروت ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل ۲۴۱ھ

صحیح بخاری اصح المطابع دہلی ۱۳۵۷ھ ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری ۲۵۶ھ

صحیح مسلم 〃 ۱۳۴۹ھ ابو الحسین مسلم بن الحجاج قشیری ۲۶۱ھ

سنن ابن ماجہ 〃 کراچی ۱۳۷۲ھ عیسی البابی الحلبی ۱۳۷۲ھ ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی ۲۷۳ھ / ۲۷۵

سنن ابی داؤد مجیدی کانپور ۱۳۴۱ھ ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ۲۷۵ھ

جامع ترمذی مجیدی کانپور ۱۳۴۲ھ، علیمی دہلی ۱۳۵۰ھ ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی ۲۷۹ھ

سنن نسائی مجتبائی دہلی ۱۳۵۰ھ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی ۳۰۳ھ

مشکل الآثار دائرۃ المعارف ۱۳۳۳ھ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی ۳۲۱ھ

السنن الکبری بیہقی 〃 ۱۳۴۴ھ ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی ۴۵۸ھ

کتب شروح حدیث

الکواکب الدراری کرمانی بہیہ مصر ۱۳۵۶ھ شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی ۷۸۶ھ

فتح الباری عسقلانی 〃 ۱۳۴۸ھ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ

عمدۃ القاری عینی منیریہ بیروت ۱۳۴۸ھ ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی ۸۵۵ھ

ارشاد الساری قسطلانی بولاق مصر ۱۳۴۸ھ علامہ احمد بن محمد قسطلانی ۹۲۳ھ

تیسیر القاری علوی لکھنؤ ۱۲۹۸ھ شیخ نور الحق بن شیخ عبد الحق اکبر آبادی ۱۰۷۳ھ

شیخ الاسلام 〃 محمد شیخ الاسلام بن محمد فخر الدین تصنیف ۱۱۶۶ھ

المنہاج اصح المطابع دہلی ۱۳۷۹ھ ابو زکریا یحیی بن اشرف نووی شافعی ۶۷۳ھ

مرقات امدادیہ ملتان ۱۳۷۸ھ ملا علی بن سلطان محمد قاری ۱۰۱۴ھ

اشعۃ اللمعات نولکشور لکھنؤ ۱۳۵۴ھ شیخ عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی ۱۰۵۲ھ

شرح سفر السعادہ 〃 ۱۸۸۵ء 〃 〃 〃

عون المعبود دار الکتب العربیہ بیروت محمد اشرف بن امیر صدیقی عظیم آبادی

بذل المجهود قاسمیہ ملتان ۱۳۹۰ھ خلیل احمد سہارنپوری انبیٹھوی

کتب لغات ومشکل الحدیث

کتاب الافعال دائرۃ المعارف ۱۳۶۰ھ ابو القاسم علی بن جعفر سعدی، ابن قطاع ۵۱۵ھ

نہایہ خیریہ مصر ۱۳۰۶ھ ابو السعادات مبارک بن محمد جزری، ابن اثیر ۶۰۶ھ

صراح احمدی کانپور ۱۳۱۰ھ ابو الفضل محمد بن عمر جمال قرشی تصنیف ۶۸۱ھ

لسان العرب بیروت ۱۳۷۵ھ ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم مصری ۷۱۱ھ

منتہی الارب اسلامیہ لاہور ۱۳۲۴ھ شیخ عبد الرحمن بن عبد السلام صفوری شافعی تقریباً ۸۸۴ھ

مجمع البحار کشوری ۱۳۱۴ھ محمد طاہر بن علی فتنی ہندی ۹۸۶ھ

منتخب اللغات مجیدی کانپور ۱۳۴۸ھ عبد الرشید بن مصطفی جونپوری ہندی ۱۰۸۳ھ

تاج العروس دار صادر بیروت ۱۳۸۶ھ محب الدین محمد بن محمد سید مرتضی زبیدی حنفی ۱۲۰۵ھ

فیروز اللغات فیروز سنز لاہور ۱۹۷۶ء مولوی فیروز الدین [illegible]

کتب فقہ

جامع صغیر علوی ۱۳۱۲ھ ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی ۱۸۱ھ

قدوری سراجدین لاہور ابو الحسین احمد بن محمد قدوری بغدادی ۴۲۸ھ

جوہرہ نیرہ محمود بک آستانہ ۱۳۰۱ھ ابو بکر بن علی حداد عبادی حنفی یمنی ۸۰۰ھ

مبسوط السعادہ مصر ۱۳۳۱ھ محمد بن احمد بن ابو سہل سرخسی ۴۸۲ھ

خلاصۃ الفتاوی ایکسپورٹ لیتھو لاہور طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری ۵۴۲ھ

فتاوی سراجیہ نولکشور لکھنؤ ۱۳۴۴ھ سراج الدین علی بن عثمان اوشی فرغانی تصنیف ۵۶۹ھ

بدائع صنائع جمالیہ مصر ۱۳۲۸ھ ملک العلماء علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاشانی ۵۸۷ھ

فتاوی قاضیخان کبرای امیریہ مصر ۱۳۱۰ھ فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی ۵۹۲ھ

ہدایہ شرکت علمیہ ملتان ۱۳۸۰ھ برہان الدین علی بن ابوبکر فرغانی مرغینانی ۵۹۳ھ

عنایہ میمنہ مصر ۱۳۰۷ھ محمد بن محمود بابرتی ۷۸۶ھ

کفایہ " مولانا جلال الدین خوارزمی ســھ

عینی علی الہدایہ نولکشور لکھنؤ ۱۲۹۳ھ علامہ بدر الدین محمود عینی ۸۵۵ھ

فتح القدیر میمنہ مصر ۱۳۰۷ھ کمال الدین محمد بن عبد الحمید ابن ہمام ۸۶۱ھ

نتائج الافکار " شمس الدین احمد بن قودر قاضی زادہ ۹۸۸ھ

فتاوی ظہیریہ ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد بخاری حنفی ۶۱۹ھ

منیۃ المصلی قرآن محل کراچی ۱۳۷۴ھ سدید الدین محمد بن محمد کاشغری ۷۰۵ھ

غنیۃ المستملی کبیری مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ شیخ ابراہیم بن محمد حلبی ۹۵۶ھ

کنز الدقائق مجتبائی ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد نسفی ۷۱۰ھ

تبیین الحقائق امیریہ مصر ۱۳۱۳ھ فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زیلعی ۷۴۳ھ

حاشیہ شلبی " " شہاب الدین احمد شلبی

رمز الحقائق عینی حیدری بمبئی ۱۲۹۴ھ بدر الدین محمود عینی ۸۵۵ھ

البحر الرائق دار الکتب العربیہ مصر ۱۳۳۳ھ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری ۹۷۰ھ / ۹۶۹

تکملۃ البحر " " محمد بن حسین طوری ۱۱۳۷ھ

منحۃ الخالق " " علامہ ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ

خزانۃ المفتین حسین بن محمد سمنقانی حنفی تکمیل کتاب ۷۴۰ھ

شرح وقایہ احمدی دہلی ۱۲۷۸ھ عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ ۷۴۷ھ

جامع الرموز نولکشور شمس الدین محمد قہستانی ۹۵۳ھ / ۹۶۲

کتاب	مطبع	مصنف
جامع الفصولین	کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۰۰ھ	محمود بن اسرائیل ابن قاضی سماونہ ۸۲۳ھ
فتاویٰ بزازیہ	کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۱۰ھ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز کردری ۸۲۸ھ
زادالفقیر	جید برقی دہلی ۱۳۵۲ھ	محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام ۸۶۱ھ
دررالحکام	دارالسعادہ مصر ۱۳۲۹ھ	منلا خسرو محمد بن فراموز ۸۸۵ھ
غررالاحکام	"	"
غنیۃ ذوی الحکام	"	حسن بن عمار وفائی شرنبلالی ۱۰۶۹ھ
ملتقی الابحر	دارالطباعۃ عامرہ مصر ۱۳۱۶ھ	شیخ ابراہیم بن محمد حلبی ۹۵۶ھ
مجمع الانہر	"	محمد بن سلیمان شیخی زادہ ۱۰۷۸ھ
درالمنتقی	"	علاؤالدین محمد بن علی حصکفی ۱۰۸۸ھ
نورالایضاح	عیسی البابی الحلبی ۱۳۵۶ھ	حسن بن عمار وفائی شرنبلالی ۱۰۶۹ھ
مراقی الفلاح	"	"
طحطاوی علی المراقی	"	سید احمد بن محمد طحطاوی ۱۲۳۱ھ / ۱۲۳۷
تنویر الابصار	احمدی دہلی، دارالسعادہ ۱۳۲۴ھ	محمد بن عبداللہ تمرتاشی غزی ۱۰۰۴ھ
درالمختار	"	علاؤالدین محمد بن علی حصکفی ۱۰۸۸ھ
ردالمحتار	"	سید محمد امین ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ
فتاویٰ خیریہ رملی	دارالسعادہ ۱۳۱۱ھ	خیرالدین بن احمد رملی ۱۰۸۱ھ
فتاویٰ ہندیہ	کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۱۰ھ	ملا نظام الدین برہانپوری وغیرہ ۱۱۰۹ھ
العقود الدریۃ الحامدیۃ	میمنہ مصر ۱۳۱۰ھ	علامہ ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ
فتاویٰ رضویہ		مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی ۱۲۷۲ / ۱۳۴۰ھ
الحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ	"	"
طریق اثبات الہلال	"	"

بہارِ شریعت مولانا محمد امجد علی اعظمی ۱۳۶۷ھ

فتاویٰ نوریہ لاہور ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی فقیہِ اعظم پاکستان ۱۴۰۳ھ

افادۃ النشر 〃 〃 〃 〃

مکبر الصوت 〃 〃 〃 〃

کتب فقہ مذاہب مختلفہ

کتاب الام الکلیات الازہریہ مصر ۱۳۸۱ھ ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی ۲۰۴ھ

المغنی السلفیہ مدینہ منورہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ ۶۲۰ھ

الشرح الکبیر 〃 ابوالفرج عبدالرحمٰن بن محمد بن قدامہ مقدسی ۶۸۲ھ

الاقناع النصر الحدیثیہ ریاض شرف الدین موسیٰ بن احمد بن سالم مقدسی ۹۶۸ھ

کشاف القناع النصر الحدیثیہ ریاض منصور بن یونس بن ادریس بھوتی

رحمۃ الامہ مصطفےٰ البابی الحلبی مصر ۱۳۵۷ھ شیخ محمد عبدالرحمٰن دمشقی شافعی تکمیل ۷۸۰ھ

میزان الشعرانی 〃 〃 سیدی عبدالوہاب بن احمد شعرانی ۹۷۳ھ

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ وزارۃ اوقاف مصر ۱۳۶۹ھ علامہ عبدالرحمٰن الجزیری تصنیف ۱۹۲۴ء

محلی ابن حزم ظاہری منیریہ مصر ۱۳۴۹ھ ابومحمد علی بن احمد بن حزم ظاہری ۴۵۶ھ

نیل الاوطار دارالجلیل بیروت ۱۹۷۳ء محمد بن علی شوکانی ۱۲۵۰ھ

متفرقات

قوت القلوب مصطفےٰ حلبی ۱۳۸۱ھ ابوطالب محمد بن علی بن عطیہ حارثی مکی ۳۸۶ھ

احیاء العلوم 〃 〃 ابوحامد محمد بن احمد غزالی شافعی ۵۰۵ھ

العقائد سراج دین لاہور ۱۹۵۹ء نجم الدین ابوحفص عمر بن محمد ۵۳۷ھ

شرح العقائد 〃 علامہ سعدالدین تفتازانی ۷۹۲ھ

کتاب	مطبع	مصنف
تحریر الاصول	مصطفےٰ حلبی مصر ۱۳۵۱ھ	علامہ ابن ہمام ۸۶۱ھ
تیسیر التحریر	″	محمد امین امیر بادشاہ
مسلّم الثبوت	نول کشور لکھنؤ ۱۹۰۳ء	ملا محب اللہ بن نظام الدین بہاری ۱۱۱۹ھ
شرح مسلّم	″	عبد العلی محمد بن نظام الدین سہالوی ۱۲۲۵ھ
ثلاثین شامی	دار السعادہ مصر ۱۳۲۵ھ	علامہ ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ

اختتامیہ

گزارش

فتاویٰ نوریہ کی چھ جلدیں پایۂ تکمیل کو پہنچیں، فللّٰہ الحمد ——
حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے فتووں کا جو ذخیرہ اب تک ہمیں میسّر آسکا
وہ اِن چھ جلدوں میں سمو دیا گیا، لیکن چونکہ حضرت علیہ الرحمہ نے قریباً نصف
صدی تک فتویٰ نویسی کا کام کیا ہے اور کئی شواہد کی بنا پر یہ بات یقینی ہے کہ
مختلف حضرات کے پاس آپ کے بہت سے ایسے فتوے موجود ہوں گے جو ابھی
تک فتاویٰ نوریہ میں طبع نہیں ہو پائے —— نیز چونکہ عدالتوں میں بھی آپ کے
فتوے تسلیم کیے جاتے تھے لہٰذا عدالتوں کے ریکارڈ میں بھی بکثرت فتوے موجود
ہوں گے —— قارئین سے گزارش ہے کہ اگر ان کے پاس یا اُن کے علم میں
ایسے غیر مطبوعہ فتاویٰ ہوں تو براہِ کرم احقر کو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

محمد محب اللہ نوری
مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ
بصیر پور، ضلع اوکاڑہ

تکمیلِ آرزو

مولانا محمد منشا تابش قصوری

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

غالب مرحوم نے نہ جانے یہ مصرع کس عالم میں کہا جو ہر انسان کے دلی جذبات کا ترجمان ہے----- یہ جہان ہست و بود حقیقتاً خواہشات سے عبارت ہے----- خالقِ کائنات کے اس اندازِ اظہار کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ، فَخَلَقْتُ مُحَمَّدًا کو کس نام سے تعبیر کیا جائے؟-----اسی محبت کے جلوے مخلوق میں ظہور پذیر ہیں-----

خواہشات کو حسنہ اور سیئہ میں تقسیم کیا جا سکتا ہے مگر ہمیں دوسری قسم سے کوئی سروکار نہیں----- ہمارا تعلق حسنہ سے ہے-----

مقاصد حسنہ یا نیک خواہشات کی تکمیل عمدہ زندگی کی تعمیر ہے اور عمدہ زندگی کے لیے اسوۂ رسول اکرم ﷺ کو لائحۂ عمل بنانا انتہائی ضروری ہے جو قرآن و سنت کی صورت میں اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ آج بھی جلوہ فگن ہے-----مگر قرآن و حدیث سے اس کا استنباط ہر کہ و مہ کے بس کی بات

نہیں-----لہٰذا انسانی زندگی کو تابناک بنانے کے لیے علماء ملت اور فقہاء امت کی طرف رجوع لازمی ہے-----

لوگ ہر زمانہ میں اپنے دینی و دنیوی مسائل و معاملات کے حل کے لیے علماء و فقہاء سے راہنمائی حاصل کر کے گوہر مراد پاتے آرہے ہیں-----اسی سنت مستمرہ کو اپناتے ہوئے ملت اسلامیہ کی نامور علمی و روحانی شخصیت' بقیۃ السلف' حجۃ الخلف' رئیس الفقہاء' استاذ الاساتذہ' محدثِ اعظم' فقیہ اعظم حضرت مولانا علامہ الحاج ابوالخیر محمد نوراللہ صاحب نعیمی قادری اشرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کا ثانی اس دور میں کوئی نظر نہیں آتا' جو آسمانِ فقاہت پر آفتاب و مہتاب کی طرح چمکتے رہیں گے-----آپ علماء' فقہاء' محققین' طلباء اور عوام و خواص کی شرعی ضروریات کے کفیل رہے-----آپ کے وصال حق فرمانے کے بعد آپ کے بحرِ تحقیق سے حاصل شدہ لولو و مرجان' لعل و جواہرات علمیہ کا ناقابلِ اختتام خزینہ ''فتاویٰ نوریہ'' ہر قسم کے جدید و قدیم مسائل کی عقدہ کشائی فرماتا رہا ہے اور فرماتا رہے گا-----

فتاویٰ نوریہ جو ضخیم و عظیم چھ مجلدات پر پھیلا ہوا ہے' اسے دنیائے اسلام کی فقہی کتب میں ممتاز مقام حاصل رہے گا-----یہ نہ صرف زمانہ حال کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے بلکہ آئندہ صدیوں تک پیدا ہونے والے مسئلوں کی بھی گرہ کشائی کرتا رہے گا-----

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نگاہِ فراست مستقبل کو بھی دیکھ رہی تھی' اس لیے اس کی حفاظت و صیانت کا اہتمام روز اول سے ہی کر دیا اور سال ہا سال کی تحقیق' مسودہ و مبیضہ کی صورت پاتی رہی-----سینکڑوں صفحات آپ کی فقہی امانت کو اپنے سینے میں محفوظ کرتے رہے----- مجلدات رجسٹروں کی شکل پاتی گئیں اور آپ کے منتخب تلامذہ' جنہیں آپ اس کام کا اہل سمجھتے' ان سے مسودہ کتابت کرواتے-----یہ سعادت کتنے خوش قسمت تلامذہ کے حصہ میں آئی' کم و بیش پچاس کے قریب بنتے ہیں' جن میں درج ذیل خصوصیت سے قابل ذکر ہیں:

استاذ العلماء مولانا الحاج محمد باقر ضیاء النوری' حضرت مولانا علامہ ابوالیسر محمد اسماعیل' خطیب پاکستان علامہ محمد شریف نوری' عمدۃ المحققین علامہ ابوالحقائق محمد رمضان الحق النوری' استاذ العلماء حضرت مولانا صاحبزادہ ابوالفضل محمد نصراللہ نوری' مولانا ابوالظفر منظور احمد' مولانا خواجہ غلام حسین سدیدی رحمہم اللہ تعالیٰ' مولانا محمد زبیر نوری' امام الصرف مولانا الحاج صوفی محمد ہاشم علی نوری' مولانا

صاحبزادہ محمد اجمل نوری، راقم السطور محمد منشا تابش قصوری، مولانا شاہ محمد چشتی قصوری، مولانا حافظ نذیر احمد نوری، مفتی عبد الرسول منصور، مولانا محمد یوسف نوری بھڈالوی، پروفیسر مولانا خلیل احمد نوری اور آخری دور میں نائب فقیہ اعظم، عمدۃ الافاضل، حضرت الحاج صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری مدظلہ نے بھی فتاویٰ نوریہ کو اپنے قلم سے رجسٹر پر مزین کرنے کا موقعہ پایا-----

میری طرح ہر ایک کی خواہش تھی کہ فقہ کا یہ عظیم علمی خزانہ زیور طباعت سے آراستہ ہو-----

میرے زمانہ طالب علمی میں ترتیب کی طرح ڈال دی گئی-----حضرت صاحبزادہ مولانا الحاج ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تبویب کا سلسلہ شروع کیا-----فہرست کی تیاری، مآخذ سے تطابق اور پھر مسائل کی تفصیلی فہرست-----حتیٰ کہ ۱۹۷۴ء میں فتاویٰ نوریہ جلد اول اپنی پوری آب وتاب سے اشاعت کا لباس پہن کر منصہ شہود پر جلوہ گر ہو گیا-----

پھر دوسری جلد بھی اسی پوری تابانی سے شائع ہوئی-----یہاں تک کہ ملک بھر میں فتاویٰ کی اشاعت کا بھرپور خیر مقدم کیا گیا-----فضلاء، علماء، فقہاء، طلباء نے ہاتھوں ہاتھ لیا-----پہلی جلد کے دو ایڈیشن حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی ظاہری زندگی میں ہی شائع ہو گئے، جب کہ تیسرا جلد آپ کے وصال سے چند ماہ بعد مارکیٹ میں آیا-----

نائب فقیہ اعظم حضرت صاحبزادہ مولانا محمد محبّ اللہ نوری مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کو اللہ تعالیٰ نے ان تمام اوصاف حمیدہ اور کمالات جمیلہ سے نوازا ہے جو ایک عالم دین کی شان کے شایان ہوتے ہیں-----ان کے دل میں تبلیغ واشاعت کے جملہ شعبہ جات کو بروئے کار لانے کی تڑپ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے-----وہ جدید دور کے تمام تقاضوں کو باحسن وجوہ پورا کرنے کی صلاحیتوں سے مرصع ہیں-----حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں دار العلوم کے امورِ خارجہ وداخلہ کا اہتمام بتمامہ آپ کے سپرد کر کے تعمیری مراحل اپنے سامنے مکمل کرا دیے تھے-----اس لیے راستہ میں آنے والی جملہ مشکلات کا آپ نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا اور تمام شعبہ جات کو اس شان سے چلا رہے ہیں کہ انسان خراجِ عقیدت ومحبت پیش کرتے ہوئے سکون محسوس کرتا ہے-----

فتاویٰ نوریہ جلد سوم شائع ہوئی تو اب خواہشات نے انگڑائی لی اور باقی مجلدات کو جلد از جلد شائع کرنے کے تقاضے شروع ہو گئے-----حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ جو مصروفیات کے تیک

وسیع جہان میں گھرے ہوئے تھے' انہوں نے اس مہتم بالشان امر سے ذرا بھر بھی اغماض نہ برتا' بلکہ اپنی پوری توجہ ادھر مبذول فرمادی-----

الحمد للہ تعالیٰ چوتھی جلد کی اشاعت کے بعد اب پانچویں اور چھٹی جلدیں یک جا شائع ہو رہی ہیں----- جو میری طرح دارالعلوم کے ہر فاضل کی خواہش تھی کہ اللہ کرے فتاویٰ نوریہ کامل مکمل شائع ہو کر مارکیٹ میں آئے اور علماء و فقہاء اور طلباء کی ضروریات شرعیہ میں راہنما ثابت ہو-----

غالب نے تو ہزاروں خواہشات کی مثال دی تھی مگر ہماری ایک ہی خواہش ہزار ہا خواہشات سے بھاری تھی' جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ اکرم ﷺ کا صدقہ پوری فرمادی اور ہماری سال ہا سال کی آرزو کی تکمیل ہوگئی-----اس کی تکمیل پر حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بہ دعا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ' حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلف رشید کو ظاہری و باطنی انعامات سے نوازتا رہے اور دارالعلوم کے لیے ان کا وجود ہمیشہ سلامت رکھے-----آمین

محمد منشا تابش قصوری
خطیب جامع ظفریہ' مرید کے
مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور

نادر الزماں فتاویٰ نوریہ حصہ پنجم ششم

۱۹۹۰ء

جامع الفضل کتاب مستطاب
۱۹۹۰ء

ارمغانِ جاں نواز
۱۹۹۰ء

مقبولِ یزداں فقیہ اعظم پاکستان
۱۹۹۰ء

آغازِ کار صاحبزادہ مولانا محمد نصر اللہ
۱۹۶۴ء

انجامِ کار مفتی نبیل علامہ صاحبزادہ محمد محب اللہ
۱۴۱۰ھ

وہ آسمانِ رشد و ہدیٰ کے مہرِ منیر — جن سے جہانِ حکمت و دانش ہے مستنیر
جن کا جہانِ علم میں ارفع مقام ہے — میں بھی تو اُن کے دامِ محبت کا ہوں اسیر
حاضر ہوں اُن کی خدمتِ عالی وقار میں — لے کر زبانِ شعر میں نذرانہ حقیر
جس کو کہیں فتاوائے نوریہ اہلِ دیں — ہے مفتیٔ عظیم کی تحریر دلپذیر
آغازِ کار حضرتِ ابو الفضل نے کیا — وہ افتخارِ اہلِ سنن فاضلِ شہیر
اور اختتامِ کار بدستِ محب اللہ — جو کاروانِ اہلِ محبت کے ہیں امیر
وہ جانشینِ مفتیٔ اعظم ذوالاحترام — انوارِ حق سے جن کا درخشندہ ہے ضمیر
اس کے محرک حضرتِ تابش ہیں بالیقیں — جن سے مری حریمِ وفا ہے ضیا پذیر
یہ کاوشِ جمیل یہ گنجینۂ علوم — کرتے ہیں کسبِ فیض اسی سے جوان و پیر

سالِ اشاعت اس کا جو پوچھے کوئی تمہیں
کہہ دو قمر کہ "نامور تالیفِ بے نظیر"
۱۹۹۰ء

مورخہ یکم ذوالحج ۱۴۱۰ھ
۲۰ جون ۱۹۹۰ء

پیش کار راقم قمر یزدانی، پنوانہ
۱۴ ھ ۱۰

اجمالی فہرست کتب و ابواب
فتاویٰ نوریہ

جلد اول

جلد دوم

کتاب الصیام
باب رؤیۃ الہلال
باب الاعتکاف
کتاب النکاح
باب المہر
باب المحرمات
باب نکاح المحصنات
باب المصاہرہ
باب الرضاع
باب الولی

رسالہ روزہ اور ٹیکہ
رسالہ "افادة النشر أوكد الامر"
کتاب الحج
باب الخطبہ
باب الشغار
باب الجمع بین المحارم
باب نکاح المعتدات
رسالہ "حرمة المصاهرة ترفع المناكحة"
باب الکفو
باب خیار البلوغ

جلد سوم

کتاب الطلاق
باب طلاق المجنون والمغمی علیہ
باب طلاق الحوامل
باب کتابۃ الطلاق
باب الطلاق بالشرط
باب تفریق القاضی
باب العدۃ
باب ما یؤکل لحمہ و ما لا یؤکل لحمہ
کتاب الاضحیۃ
کتاب التعزیر
رسالہ "الافتاء فی جواز تعلیم الکتابة للنساء"

باب طلاق الصبی
باب الطلاق فی الغضب
باب طلاق المکرہ
باب الفاظ الطلاق
باب الحلالۃ
باب الظہار
کتاب الذبائح
رسالہ حرمت زاغ
باب العقیقۃ
کتاب الحظر والاباحۃ

جلد چہارم

کتاب السرقۃ
کتاب البیوع
کتاب الرہن
باب ثبوت النسب
کتاب الوصایا
باب ذوی الفروض
باب ذوی الارحام

کتاب الدیۃ والقصاص
کتاب الربو
کتاب الدعوی
باب حضانۃ الولد
کتاب الفرائض
باب العصبات
باب العول

باب الرد
باب المناسخہ
باب الحج (تصحیح)
باب مسائل الشتی

جلد پنجم

کتاب العقائد
نورانیت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء
عظمت مصطفیٰ
ملائکہ
رسالہ "انار استمرار الکفار فی اضرار النار"
قیامت' حشر' نشر
مسائل ارواح
اولیائے کرام
کتاب التفسیر
حدیث الحبیب (حجیت حدیث کے موضوع پر تصنیف)
توحید
رسالہ "مسئلہ سایہ"
قرآن کریم
حساب' کتاب
موت وحیات
شفاعت
خلفاء راشدین' ائمہ اہل بیت کرام
شریعت وطریقت
کتاب السنۃ والحدیث
فوائد متفرقہ

جلد ششم

اس جلد کی حیثیت تتمہ کی ہے' اس میں وہ فتاویٰ درج ہیں' جو پہلی جلدوں میں شامل نہ کیے جا سکے۔

کتاب الطہارۃ
کتاب المساجد
باب الاقات
باب ما تبطل بہ الصلوٰۃ وما لا تبطل
رسالہ "قضائے سنت فجر"
باب الجنائز
کتاب الصوم
باب الاعتکاف
کتاب النکاح
باب المصاہرۃ
باب الرضاع
باب الکفو
کتاب الحظر والاباحۃ
متفرقات
باب الوضوء
کتاب الصلوٰۃ
باب الامامۃ
باب التطوع
باب الجمعہ والعیدین
کتاب الزکوٰۃ
باب رؤیۃ الہلال
کتاب الحج
باب المحرمات
باب نکاح المعتدات والحوامل
باب الولی
کتاب الطلاق
فوائد اصول متفرقہ

چند روز مصر میں

حضرت صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ علمی وعوامی حلقوں کے اندر اب کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ انہوں نے ''پدرم سلطان بود'' کا مصداق بننے کی بجائے ''الولد سر لابیہ'' کی عملی تصویر بن کر اور شبانہ روز محنت کے ذریعہ خود کو منوایا ہے۔ موصوف کے ثقہ وممتاز اور جید عالم ہونے میں تو کسی کو کوئی شک ہے نہ کلام' اس اعتبار سے ان کے خامہ وقلم سے نکلنے والے ایک ایک لفظ کے اندر علمی ثقاہت کا بیش بہا خزانہ تو ہوگا ہی لیکن ایک شخص جس نے بصیر پور جیسے دور افتادہ علاقے میں مسجد ومدرسہ کی چٹائیوں پر بیٹھ کر اپنی علمی زندگی کی خشت اول رکھ کر تکمیل بھی اسی ماحول میں کی ہو ایسی شخصیت اگر سوانح نگاری اور سفرنامہ لکھنے کے لئے قلم اٹھائے اور ہر دو اصناف ادب کے جملہ تقاضوں کو اس احسن ومنفرد طریقہ سے پورا کرے کہ اہل ادب داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں' تو کہنا پڑتا ہے کہ ''ایں سعادت بزور بازو نیست''۔ سوانح نگاری میں ''مرتضیٰ مشکل کشا مولا علی'' اور ''ورفعنالک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر--- غوث الوریٰ بحیثیت مظہر مصطفیٰ'' لکھ کر حضرت صاحبزادہ صاحب پہلے ہی علمی وادبی حلقوں سے داد وصول کر چکے ہیں' اب ''چند روز مصر میں'' کے عنوان سے سفرنامہ لکھ کر انہوں نے ایک مرتبہ پھر اہل علم وادب کو داد وتحسین کا مقروض کر دیا ہے۔ اپنے سفرنامہ میں انہوں نے جو اسلوب نگارش' طرز تحریر اور انداز بیان اختیار کیا ہے وہ اس قدر عام فہم اور مشاہدہ سے بھرپور ہے کہ قاری الفاظ کی منظر کشی کرتے ہوئے اپنی آنکھ سے منظر بینی تک جا پہنچتا ہے۔ دوران مطالعہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ مصنف ممدوح اپنے قاری کو ہاتھ کی انگلی پکڑے ہر پیش منظر کا پس منظر بھی بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ یوں یہ کہنا خلاف حقیقت نہ ہوگا کہ ''چند روز مصر میں'' معلومات کا خزینہ اور دل ودماغ کو روشن کر دینے والے علم وادب اور تصوف وروحانیت کے انمول موتی بلکہ موتیوں کا گنجینہ ہے' جن کو بڑی خوب صورتی کے ساتھ ایک مالا میں پرو دیا گیا ہے۔ ان موتیوں میں تاریخی مشاہد ومقابر' زیارات' تبرکات اور شخصیات کے تذکار وحالات شامل ہیں جو قاری کو بیک نظر اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ یہ سفرنامہ بڑا وقیع' طرحدار' روح پرور اور دلکش تحریر سے مرصع ہے جو قاری کو حسن ذوق' حسن نظر کی دولت عام کرتے دکھائی دیتا ہے' امید ہے کہ قارئین اس سفرنامے کا مطالعہ کرتے وقت مذکورہ اوصاف کو خود جان لیں گے۔

ضخامت ۲۸۸ صفحات   قیمت ۱۵۰ روپے

ملنے کے پتے: 1 فقیہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور ضلع اوکاڑا

2 ضیاء القرآن پبلی کیشنز' گنج بخش روڈ' لاہور   3 فرید بک سٹال' اردو بازار' لاہور

[تبصرہ نگار: پروفیسر علامہ محمد الیاس اعظمی' ماہنامہ العلماء' لاہور' اکتوبر ۱۹۹۹ء]

سفر محبت

[بصیر پور شریف سے بغداد معلٰی تک]

درگاہ عالیہ قادریہ نوریہ بصیر پور شریف کے سجادہ نشین' نامور دینی سکالر' محقق' ادیب' سیاح اور سفر نگار مولانا صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری زید مجدہ' ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں-----قبل ازاں ان کے نہایت دل چسپ اور معلومات افروز سفر نامہ ''چندروز مصر میں'' کو ریکارڈ مقبولیت حاصل ہوئی۔اب کی بار وہ بصیر پور شریف سے بغداد معلٰی تک کے اپنے سفر نامہ کا خوب صورت تحفہ ''سفر محبت'' لائے ہیں اور یہ کتاب محض سفر نامہ یا اظہار عقیدت ہی نہیں بلکہ مستند حوالہ جات سے مزین عظیم علمی و تحقیقی مگر سلیس اور عام فہم کاوش بھی ہے' جو علم اور تحقیق سے شغف رکھنے والے خوش بختوں کے لیے ارمغان خاص ہے' تو اہل محبت کے لیے صاحبزادہ محمد محبّ اللہ صاحب زید مجدہ کا خلوص و محبت سے بھرپور ہدیہ بھی ہے-----اگر اس کتاب کو ادبی شاہ کار کہا جائے تو یقیناً یہ بھی درست ہے-----

حضرت صاحبزادہ صاحب قبلہ نے ''سفر محبت'' میں محبوبان بارگاہ الٰہی کا تذکرہ نہایت احسن' اچھوتے اور منفرد انداز میں کیا ہے-----بصیر پور شریف سے بغداد معلٰی اور پھر واپسی تک کی مکمل روداد کتاب کا حصہ ہے' گویا قاری دورانِ مطالعہ ان کا ہم سفر بن جاتا ہے-----کتاب میں نہ تو کوئی بات حوالہ کے بغیر ہے اور نہ ہی شعبہ تحقیق کی روایتی خشکی ہے' بلکہ حضرت محبّ اللہ صاحب نے محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہر مبارک کے محبوب ذکر کو بڑی محبت کے ساتھ قارئین تک پہنچانے کی کامیاب کوشش ہے-----''سفر محبت'' میں کراچی سے عمان' اردن' عراق' بغداد شریف' حضرت سلمان فارسی' حضرت حذیفہ بن یمان' حضرت سیدنا امام اعظم' حضرت سری سقطی' حضرت جنید بغدادی' حضرت امام موسیٰ کاظم' حضرت امام تقی محمد الجواد' امام ابو یوسف' حضرت معروف کرخی' حجۃ الاسلام امام غزالی' شیخ شہاب الدین سہروردی' حضرت منصور حلاج' حضرت بشر حافی' شیخ ابو بکر شبلی اور حضرت بہلول دانا رضی اللہ تعالیٰ عنہم سمیت متعدد بزرگوں کے تذکار' ان کے مزارات کی حاضری پر اپنی مکمل وارداتِ قلبی بیان کی ہے-----

(بغداد معلٰی کے علاوہ کوفہ' نجف اشرف اور کربلا معلٰی میں اہل بیت اطہار کے آستانوں کی حاضری اور تاریخی مقامات کا تفصیلی تذکرہ بھی کتاب میں شامل ہے)-----

راقم کی دانست میں ''سفر محبت'' اردو سفر ناموں میں ایک بہت عمدہ اور شاندار اضافہ ہے-----اللہ تعالیٰ برادر مکرم صاحبزادہ صاحب کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین

ضخامت ۴۰۰ صفحات' جلد مضبوط' سرورق خوب صورت' قیمت ۲۰۰ روپے

ملنے کے پتے: 1 فقیہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور ضلع اوکاڑا

2 ضیاء القرآن پبلی کیشنز' گنج بخش روڈ' لاہور 3 شبیر برادرز 'اردو بازار' لاہور

[تبصرہ نگار: ملک محبوب الرسول قادری' ماہنامہ سوئے حجاز' لاہور' اکتوبر ۲۰۰۲ء]